اَلنَّاھِیَۃُ عَنْ اَبَاطِیْلِ الرَّوَافِضِ فِی مُعَاوِیَۃ رضی اللہ عنہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر شیعوں کے اعتراضات کے جوابات

دِفاعِ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

مفتی رضاء الحق اشرفی مصباحی

ناشر

اہل سنت ریسرچ سینٹر ممبئی ملحقہ السید محمود اشرف دار التحقیق والتصنیف

جامع اشرف خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سرکار کلاں درگاہ کچھوچھہ شریف

امبیڈکر نگر یوپی (الہند)

نام کتاب: اَلنَّاهِيَةُ عَنْ اَبَاطِيْلِ الرَّوَافِضِ فِي مُعَاوِيَةَ رضی اللہ عنہ

معروف: دفاع حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

مصنف: مفتی رضاء الحق اشرفی مصباحی

کمپوزنگ: مولانا شاہنواز اشرفی جامعی استاذ جامع اشرف

پروف ریڈنگ: مفتی محمد انور اشرفی جامعی (استاذ جامع اشرف)، محمد یعقوب (عالم اول)

تزئین کار: مولانا جابر حسین مصباحی استاذ جامع اشرف

سنِ اشاعت: بموقع عرس مخدومی، ستمبر 2019ء

تعداد: 1000

صفحات: 240

قیمت: 200

ناشر: اہل سنت ریسرچ سینٹر ممبئ

﴿ملنے کے پتے﴾

- السید محمود اشرف دار التحقیق والتصنیف جامع اشرف کچھوچھہ شریف 9572683333
- اہل سنت ریسرچ سینٹر جوگیشوری ممبئ 9987517752
- اہل سنت ریسرچ سینٹر ناسک سٹی 9623766618
- اہل سنت ریسرچ سینٹر شاخ مالیگاؤں 9890345463
- اہل سنت ریسرچ سینٹر شاخ پونے 9890986728
- الاشرف اکیڈمی دہلی 9891105516
- الاشرف اکیڈمی راج محل 8869998234
- مکتبہ فیضان اشرف خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سرکار کلاں

مشمولات

عرض ناشر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اہل سنت ریسرچ سینٹر (اے آر سی) کا اولین ہدف روز اول سے یہ رہا ہے کہ حالات زمانہ کی رعایت سے موثر اور جدید انداز میں اہل سنت و جماعت کے عقائد اور اسلاف اہل سنت کے معمولات کو شرعی دلائل کی روشنی میں مسلمانوں کے سامنے لایا جائے اور پُر تاثیر ودل پزیر اسلوب میں معتبر دلیلوں کے ذریعہ باطل عقائد ونظریات کی تردید کی جائے۔اس مقصد کے لیے سینٹر عصری تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے مختلف زبانوں میں کتابوں کی پرنٹنگ کے ساتھ سوشل میڈیا کے پلیٹ فارم کو بھی استعمال کر رہا ہے اور طریق تبلیغ واشاعت میں عصری منہج پر گامزن ہے۔

واٹس ایپ و ویب سائٹ پہ شرعی سوالات کے جوابات دیے جارہے ہیں۔کرنٹ ایشوز پہ ورک شاپ،علما کے بیانات،مذاکرات،عام مردوں اور عورتوں کی تعلیم کے لیے الگ الگ مجالس وعظ ودروس کا اہتمام،اسکول میں پڑھنے والے طلبہ اور مختلف کاروبار میں مصروف نوجوانوں کے لیے حفظِ احادیث کا کورس،شارٹ ٹرم اصول حدیث کورس اور دیگر دینی تعلیمی وفلاحی کام بانی سینٹر حضور قائد ملت مولانا سید شاہ محمود اشرف اشرفی جیلانی سجادہ نشین سرکار کلاں آستانہ عالیہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف کی محکم سرپرستی میں انجام دیے جارہے ہیں اور ناظم اعلیٰ جامع اشرف حضرت مولانا قمر احمد اشرفی بھاگلپوری صاحب بھی سینٹر کے کاموں میں خاصی دل چسپی لیتے ہیں۔

سینٹر نے پچھلے چند سالوں میں فتنہء وہابیت وغیر مقلدیت کی سرکوبی کے لیے متعدد تحقیقی کتابیں شائع کی ہیں جن کے ناقابل تردید دلائل کے سامنے وہابیت وغیر مقلدیت آج تک سرنگوں ہے۔مثال میں ترک رفع یدین،نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا،آمین

بالسر، تشہد میں انگلی ہلانا، ننگے سر نماز پڑھنا کیسا؟ وغیرہ کتابوں کو پیش کیا جاسکتا ہے۔

ہندوپاک میں برسہابرس سے فتنہء رافضیت دبا ہوا تھا لیکن دھیرے دھیرے بھولے بھالے سنیوں کو اپنے چنگل میں لے رہا تھا۔ پچھلے دو سالوں میں ایک بار پھر اُس فتنے نے نئے انداز میں سر ابھارنا شروع کیا ہے۔ سنیوں کا لیبل لگا کر بعض رافضی و نیم رافضی، سنیوں کو گمراہ کرنے لگے ہیں۔ صحابی رسول حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو کھلے عام گالیاں دینے لگے ہیں۔ افسوس اس بات کا ہے کہ یہ لوگ اپنے گمراہ کن طرزِ عمل کو جواز فراہم کرنے کے لیے اسلاف امت کے ناموں کا حوالہ دے رہے ہیں۔ ایسے حالات میں ایک ایسی کتاب کا منظرِ عام پہ آنا ضروری تھا جو روافض اور حب اہل بیت کے نام پہ صحابہ سے بغض رکھنے والے نام نہاد سنیوں کے دجل وفریب کا پردہ چاک کرنیوالی ہو اور صحابی رسول حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر دشنام طرازی کرنے والوں کے لیے مسکت جواب بھی ہو۔

الحمد للہ! مفتی رضاء الحق اشرفی سینئر ریسرچ اسکالر اہل سنت ریسرچ سینٹر و ڈائرکٹر السید محمود اشرف دار التحقیق والتصنیف نے اِس موضوع پہ قلم اٹھایا اور اس ضرورت کی تکمیل کی۔ دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ موصوف کو دارین میں اس نیک عمل کا بہتر بدلہ عطا فرمائے۔ اخیر میں قارئین کرام سے گزارش ہے کہ سینٹر کی خدمات کو آگے بڑھانے میں حسب حال ہمارا تعاون فرمائیں اور اپنے مفید نیک مشوروں سے نوازیں۔

اراکین اہل سنت ریسرچ سینٹر

ممبئ وشاخ پونہ، مالے گاؤں، ناسک مہاراشٹرا

کلماتِ ہدایت

سفیرِ امن ومحبت مبلغ اسلام قائد ملت مولانا سید محمود اشرف اشرفی جیلانی سجادہ نشین آستانہ عالیہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہم اہل سنت و جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ تمام صحابۂ کرام کی تعظیم اور ادب واحترام واجب ہے ۔کسی صحابی کی توہین اور تنقیص شان حرام ہے ۔صحیح بخاری ومسلم کی متفق علیہ حدیث ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"میرے صحابہ کو برا نہ کہو۔ کیوں کہ اگر تم میں سے کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تو اس کا ثواب کسی صحابی کے ایک مُد (1 کیلو جو) یا نصف مُد کے ثواب کے برابر نہیں ہوسکتا۔"

غیرِ صحابی اپنے وقت کا کتنا ہی بڑا غوث وقطب کیوں نہ ہو کسی صحابی سے افضل بلکہ برابر نہیں ہوسکتا۔ مشاجراتِ صحابہ کو چھیڑنا اور اس کی بنا پر کسی صحابی کو فاسق وفاجر جہنمی کہنا سخت گمرہی اور اہل سنت کے موقف کے خلاف ہے۔

حضرت شیر خدا مشکل کشا مولیٰ علی مرتضی رضی اللہ عنہ وکرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم اور صحابی رسول حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور دونوں حضرات کے حامی صحابۂ کرام کے درمیان واقع ہونے والی جنگوں میں سیدنا مولیٰ علی رضی اللہ عنہ حق پر اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خطا پر تھے، لیکن اس بنا پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا کہنا اور انھیں لعن طعن کرنا اہل سنت کے موقف کے خلاف ہے۔

سیدنا مولیٰ علی رضی اللہ عنہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا تقابل کرنا دل کی گندگی کی دلیل اور مولیٰ علی واہل بیتِ اطہار سے کد وعناد رکھنا اور ان کی محبت پر حضرت امیر معاویہ کی محبت کو ترجیح دینا اہل سنت سے خروج وناصبیت ہے۔

رافضیوں کی گمرہی سے متأثر ہو کر بعض لوگ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر نازیبا اعتراضات کرتے ہیں اور بعض شدت پسند رافضی، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو معاذ اللہ کافر بھی کہتے ہیں اور اہل سنت کے کم علم اور سادہ ذہن عوام کو شبہات میں ڈال کر گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لہٰذا عوام اہل سنت کو اُن کی گمراہی سے محفوظ رکھنے کے لیے یہ کتاب ''دفاع حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ'' ترتیب دی گئی ہے۔ کتاب میں شیعوں کے اعتراضات کے تحقیقی وعلمی جوابات بڑے سنجیدہ اور مؤثر انداز میں پیش کیے گئے ہیں۔ امید ہے کہ اس سے مسلمانان اہل سنت کے عقیدے کی حفاظت ہوگی اور طالبانِ ہدایت کے لیے یہ کتاب مشعل راہ ثابت ہوگی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کتاب کے مؤلف اور اس کے ناشر و جملہ معاونین کو دنیا وآخرت کی بھلائی نصیب فرمائے۔

فقط دعا گو

فقیر اشرفی وگدائے جیلانی

سید محمود اشرف اشرفی جیلانی سجادہ نشین آستانۂ عالیہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف

5 ر محرم الحرام 1441ھ۔ 5 ر ستمبر 2019ء

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

2018ء میں اچانک سوشل میڈیا پہ صحابی رسول حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف اعتراضات، جارحانہ پوسٹس، طعن و تشنیع سے بھر پور تبصرے اور سب و شتم کا سلسلہ جاری ہوگیا۔ رفض کے اِس طوفان کی زد میں کچھ بھولے بھالے اور کم پڑھے لکھے سنی حضرات بھی آنے لگے۔ سنی نما رافضی و نیم رافضی مولویوں نے حب اہل بیت کے نام پہ خوش عقیدہ سنی مسلمانوں کے دلوں میں بغض صحابہ کا بیج بونا شروع کیا۔ فتنۂ رفض کے شکار بعض سادات بھی صحابی رسول حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف سب وشتم کی بے نیام تلوار لے کر میدان میں آگیے۔ کسی نے صحابی رسول حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو فاسق، ظالم، جہنمی کہا۔ کسی نے اُن کو دشمن اہل بیت کہا تو کسی نے قاتل کہا۔ کسی نے کہا "معاویہ بن سفیان کی کوئی فضیلت نہیں۔ اُن کی فضیلت بیان کرنا خارجیت ہے" وغیرہ وغیرہ۔

حد تو یہ ہے کہ بعض نام نہاد سنی مولویوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو کافر تک کہہ دیا۔ اِس فکری آوارگی و بدعقیدگی پہ قدغن لگانے کے لیے راقم نے ایک اصلاحی تحریر سوشل میڈیا میں پوسٹ کی تو بعض "یارانِ رفض و ماتم" نے اِس غریب کے نام بھی ایک عدد "سند ناصبیت" پوسٹ کردی۔

مجھے اپنے تعلق سے اس حقیقت کے اعلان میں کوئی تردد نہیں ہے کہ اگر صحابی رسول حضرت امیر معاویہ اور دوسرے تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا احترام اور اُن کی ناموس کی حفاظت ناصبیت ہے تو میں ناصبی ہوں اور اگر حب اہل بیت اطہار اور اُن کی ناموس وعزت کی حفاظت رافضیت ہے تو میں پکا رافضی ہوں۔ نہ ہم سے صحابہ کا دامن چھوٹے گا، نہ اہل بیت کا دامن چھوٹے گا۔ ہمارے لیے ہزار دلیلوں کے مقابلے میں ہمارے آقائے نعمت تارک

سلطنت، غوث العالم، محبوب یزدانی، قُدوۃ الکُبر اءمیر اوحدالدین مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ النورانی کا یہ ارشاد کافی ہے کہ ''حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو لعن طعن کرنے والا شخص، رافضی فرقہ 'لاعِنیّہ' سے تعلق رکھتا ہے'' (لطائف اشرفی)

بات صرف اِس فقیر اشرفی کی ذات تک محدود ہوتی تو کوئی بات نہ تھی لیکن حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف ہرزہ سرائی اور بے ہودگی کرنے والوں نے اپنی باتوں کو مستند ثابت کرنے کے لیے اسلاف اہل سنت پہ تہمتیں رکھی ہیں اور اپنے مردود اعتراضات کو باوزن بنانے کے لیے اکابر علمائے اہل سنت کی کتابوں کے حوالے نقل کیے ہیں۔ لہٰذا ضرورت محسوس کی گئی کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پہ رافضی یا نیم رافضی مولویوں کی طرف سے جو اعتراضات کیے گئے ہیں اور صلح امام حسن علی جدہ والسلام پر رافضیوں کے جو اعتراضات ہیں اُن کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ لیا جائے اور اُن کے مثبت ومدلل جوابات دے کر خوش عقیدہ سنی مسلمانوں کے عقیدے کی حفاظت کا سامان مہیا کر دیا جائے تا کہ جسے توفیق ملے وہ اسے پڑھ کر حق کو قبول کرے۔ اسی سچے جذبے کے ساتھ راقم نے کتاب ''**دفاع حضرت امیر معاویہ** رضی اللہ عنہ'' تالیف کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو مفید ومقبول اور ذریعہ ہدایت بنائے۔ آمین

رضاء الحق اشرفی مصباحی

خادم السید محمود اشرف دار التحقیق والتصنیف

جامع اشرف خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سرکار کلاں درگاہ کچھوچھہ شریف امبیڈکر نگر یوپی (الہند)

13 محرم الحرام 1441ھ 13- ستمبر 2019ء جمعہ مبارکہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اسلام

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ لکھا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فتح مکہ سے قبل عُمرۃُ القضا کے سال ۷ھ میں اسلام قبول کر چکے تھے لیکن اپنے والد کے خوف سے اس کو چھپا رکھے تھے۔ فتح مکہ کے موقع پر اپنے والد سے پہلے اپنا اسلام ظاہر فرمایا۔ علامہ ذہبی نے مُصْعَبْ زہری کے حوالے سے یہ تحریر فرمایا ہے کہ حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) یہ فرماتے تھے کہ میں نے ''عمرۂ قضا'' کے سال اسلام قبول کیا ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے: جب حدیبیہ کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت اللہ شریف جانے سے روک دیا گیا اور مسلمانوں کے درمیان مصالحت نامہ لکھا گیا تو اُسی وقت میرے دل میں اسلام داخل ہو گیا۔ میں نے اپنی ماں سے بیان کیا تو انھوں نے کہا: اپنے باپ کی مخالفت سے باز رہو۔ میں نے اپنا اسلام چھپائے رکھا۔ واللہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقام حدیبیہ سے واپس جا رہے تھے تو اُسی وقت میں نے آپ کو سچا رسول مان لیا تھا اور جب عمرۃ القضا کے سال آپ مکہ تشریف لائے تو میں اُسی وقت اعلانیہ طور پر مسلمان ہو گیا۔

معتبر کتب تواریخ مثلاً ''**البدایہ والنہایہ**'' وغیرہ کے مطابق بلا اختلاف غزوۂ حدیبیہ (صلح حدیبیہ) ذوالقعدہ 6ھ میں واقع ہوا ہے۔ اُس وقت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ دل سے اسلام قبول کر چکے تھے۔ خود حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے: لَمَّا كَانَ عَامَ الْحُدَيْبِيَّةِ وَصَدُّوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عَنِ الْبَيْتِ وَ كَتَبُوْا بَيْنَهُمُ الْقَضِيَّةَ وَقَعَ الْاِسْلَامُ فِيْ قَلْبِيْ۔

ترجمہ:

جب حدیبیہ کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار مکہ نے بیت اللہ شریف کی زیارت سے روک دیا اور دونوں فریق کے درمیان معاہدہ ہوا تو میرے دل میں اسلام داخل ہو گیا۔

(سیر اعلام النبلاء: ۱۲۲/۳)

فتح مکہ کے دن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنا اسلام اعلانیہ طور پر ظاہر کر دیا تو رسول علیہ الصلاۃ والسلام نے آپ کو مبارک باد دی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے: وَ اَظْهَرْتُ اِسْلَامِیْ یَوْمَ الْفَتْحِ فَرَحَّبَ بِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ وَ کَتَبْتُ لَهٗ۔

ترجمہ:

میں نے فتحِ مکہ کے دن اپنا اسلام ظاہر کیا تو نبی کریم ﷺ نے مجھے مبارک باد پیش فرمائی پھر میں کاتب وحی ہوا۔ (مصدر سابق)

آپ کے اسلام لانے کے بعد سے ہر زمانے میں آپ کی صحابیت پر امت مسلمہ کا اتفاق چلا آرہا ہے۔ آپ کی صحابیت کا انکار کرنے والا شخص اہل سنت سے خارج، رافضی جہنمی ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مغفور ہونے کی نبوی بشارت

قرآن حکیم میں تمام صحابہ کے لیے مغفرت اور جنت کے وعدے کا ذکر ہے۔ اُس میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں۔ شیعہ روافض، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اِس وعدۂ مغفرت و جنت میں داخل نہیں مانتے۔ نہ ماننے کا ایک ہی سبب ہوسکتا ہے وہ یہ ہے کہ انھیں صحابی نہ مانا جائے۔ پھر انھیں صحابی نہ ماننے کا یا تو یہ سبب ہو کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے حالتِ ایمان میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار نہ مانا جائے۔ اِس کا باطل ہونا دو دو چار کی طرح مسلّم ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ اقدس پر اسلام لانا تواتر سے ثابت ہے لہٰذا اِس کو باطل کرنے کے لیے اِس سے مضبوط دلیل قطعی کی ضرورت ہے اور روافض کے پاس کوئی دلیل قطعی تو دور کی بات ہے سرے سے کوئی دلیل ہی نہیں۔ اگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو صحابی نہ ماننے کا سبب یہ بیان کیا جائے کہ اُن سے کفر وارتداد کا صدور ہوا ہے اور کفر پر موت ہوئی ہے تو اِس کے ثبوت کے لیے بھی دلیل قطعی یقینی چاہئے اور روافض کے پاس کوئی ظنی دلیل بھی نہیں۔ اُس کے برخلاف حضرت امیر معاویہ کو نص قرآنی کے عمومِ حکم (مغفور و جنتی ہونے) میں داخل ماننے کی تائید میں متعدد معتبر احادیث بھی موجود ہیں۔

حاصلِ کلام یہ ہے کہ قرآن اور احادیثِ رسول سے تمام صحابہ کا مومن مغفور و جنتی ہونا ثابت ہے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا صحابی ہونا ثابت ہے۔ لہٰذا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو کافر جہنمی کہنے والا شخص بلاشبہ رافضی بد دین ہے۔

بخاری و مسلم اور سنن ترمذی کی حدیث سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مغفور و جنتی ہونا ثابت ہے۔

حدیث:

صحیح بخاری میں اُمِّ حرام رضی اللہ عنہا (حضرت انس رضی اللہ عنہ کی خالہ) سے مروی ہے،

انھوں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ اُمَّتِىْ يَغْزُوْنَ الْبَحْرَ قَدْ اَوْجَبُوْا. قَالَتْ اُمُّ حَرَامٍ قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَا فِيْهِمْ؟ قَالَ اَنْتِ فِيْهِمْ ثُمَّ قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ" اَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ اُمَّتِىْ يَغْزُوْنَ مَدِيْنَةَ قَيْصَرَ مَغْفُوْرٌ لَهُمْ فَقُلْتُ اَنَا فِيْهِمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ لَا۔"

ترجمہ:

میری امت کا پہلا لشکر جو بحری غزوہ کرے گا اُس پر جنت لازم ہوگئی ہے۔ اُمِّ حرام نے کہا کہ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! کیا میں اُس لشکر میں شامل رہوں گی؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: تو اس میں رہے گی۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر میں غزوہ کرے گا وہ مغفور ہے۔ امّ حرام رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا میں اُس میں شریک رہوں گی۔ آپ نے فرمایا: نہیں۔

(صحیح البخاری: باب ما قیل فی قتال الروم، حدیث 2924)

تخریج حدیث:

یہ حدیث الفاظ کے کچھ اختلاف کے ساتھ درج ذیل کتب احادیث میں موجود ہے۔

صحیح مسلم۔ صحیح ابن حبان۔ سنن ابی داؤد۔ سنن ابن ماجہ۔ سنن نسائی۔ مسند احمد۔ مستخرج ابو عوانہ۔ سنن الدارمی۔ المعجم الکبیر للطبرانی۔ المعجم الاوسط۔ المستدرک علی الصحیحین۔ السنن الکبریٰ للبیہقی۔ الشریعہ للآجری۔

صحیح مسلم میں حدیث مذکور ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے:

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ اُمِّ حَرَامٍ وَ هِىَ خَالَةُ اَنَسٍ قَالَتْ: اَتَانَا النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَوْمًا فَقَالَ عِنْدَنَا فَاسْتَيْقَظَ وَ هُوَ يَضْحَكُ فَقُلْتُ: مَا يُضْحِكُكَ؟ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بِاَبِىْ اَنْتَ وَ اُمِّىْ قَالَ: اُرِيْتُ قَوْمًا مِنْ اُمَّتِىْ يَرْكَبُوْنَ

ظَهْرَ الْبَحْرِ كَالْمُلُوكِ عَلَى الْاَسِرَّةِ فَقُلْتُ: اُدْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ قَالَ: فَاِنَّكِ مِنْهُمْ قَالَتْ: ثُمَّ نَامَ فَاسْتَيْقَظَ اَيْضًا وَ هُوَ يَضْحَكُ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ مِثْلَ مَقَالَتِهٖ فَقُلْتُ اُدْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ قَالَ: اَنْتِ مِنَ الْاَوَّلِيْنَ قَالَ: فَتَزَوَّجَهَا عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ بَعْدُ فَغَزَا فِي الْبَحْرِ فَحَمَلَهَا مَعَهُ فَلَمَّا اَنْ جَاءَ تْ قُرِّبَتْ لَهَا بَغْلَةٌ فَرَكِبَتْهَا فَصَرَعَتْهَا فَانْدَقَّتْ عُنُقُهَا۔

(صحیح مسلم: باب فضل الغزو فی البحر، 161-1912)

ترجمہ:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے اپنی خالہ امّ حرام رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے، انھوں نے کہا: ایک روز نبی اکرم ﷺ ہمارے یہاں تشریف لائے۔ یہیں پہ قیلولہ فرمایا۔ بیدار ہوکر مسکرانے لگے۔ میں نے پوچھا: یارسول اللہ! میرے باپ ماں آپ پر قربان ہوں، آپ کے مسکرانے کا سبب کیا ہے؟ فرمایا: خواب میں مجھے دکھایا گیا، میری امت کے کچھ لوگ جو غزوہ کے لیے سمندر کا سفر کریں گے، (جنت میں) وہ ایسی شان کے ساتھ ہیں جیسے بادشاہ تخت نشین ہوتے ہیں۔

اُمِّ حرام کا بیان ہے کہ میں نے درخواست کی: یارسول اللہ! اللہ سے دعا فرمائیں کہ میں بھی اُن میں شامل رہوں۔ فرمایا: تو اُن میں شامل ہے۔ اُمِّ حَرام کا بیان ہے کہ تھوڑی دیر کے بعد حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو نیند آ گئی۔ نیند سے بیدار ہوکر مسکرانے لگے۔ میں نے سبب پوچھا تو وہی فرمایا جو پہلے فرمایا تھا۔ میں نے کہا: دعا فرمائیے کہ میں اُن مجاہدین کے ساتھ رہوں۔ فرمایا: تو پہلے گروہ کے ساتھ رہے گی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اُس کے بعد اُمِّ حرام رضی اللہ عنہا سے عُبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے نکاح کیا اور انھوں نے غزوۂ بحر میں شرکت کی تو اپنے ہمراہ اُمِّ حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھی لے گئے۔ واپسی میں جب اُن کی سواری کے لیے خچر حاضر کیا گیا اور وہ سوار ہونے لگیں تو سواری سے گر کر اُن کی گردن ٹوٹ گئی (اور اُن کی وفات ہوگئی)۔

رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ بحر کیلیے نکلنے والے جس لشکر کے مغفور اور جنتی ہونے کی بشارت سنائی تھی اُس لشکر کا سب سے پہلا سپہ سالار حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت 28ھ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تھے۔

چناں چہ امام ابن ماجہ نے حدیث مذکور کو اپنی سنن میں روایت کرنے کے بعد یہ لکھا ہے: **فَخَرَجَتْ مَعَ زَوْجِهَا عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ غَازِيَةً اَوَّلَ مَا رَكِبَ الْمُسْلِمُوْنَ الْبَحْرَ مَعَ مُعَاوِيَةَ بْنِ اَبِیْ سُفْيَانَ۔**

ترجمہ:

جب حضرت معاویہ بن سفیان کے ساتھ غزوۂ بحر کے لیے اسلامی لشکر روانہ ہوا تو اُمِّ حرام رضی اللہ عنہا بھی اپنے شوہر عبادہ بن صامت (رضی اللہ عنہ) کے ہمراہ غزوہ کے لیے اسی لشکر کے ساتھ نکلیں۔ (سنن ابن ماجہ: باب فضل غزوۃ البحر، حدیث 2776)

امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں، امام آجری نے الشریعہ میں فریابی کے حوالے سے یہ لکھا ہے: **وَكَانَ اَوَّلُ مَنْ غَزَا مُعَاوِيَةَ فِیْ زَمَنِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ۔**

ترجمہ:

سب سے پہلے سمندری غزوہ کے لیے نکلنے والے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تھے۔ (الشریعۃ للآجری: حدیث: 1922)

امام قسطلانی نے بھی یہ لکھا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں سب سے پہلے بحری غزوہ فرمایا تھا۔ (ارشاد الساری: ۴۲/۵)

اِس کے علاوہ امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں، ابن ابطال نے شرح صحیح بخاری میں، علامہ عینی نے عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں اور علامہ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری شرح البخاری میں یہی تحریر فرمایا ہے۔

حدیث:

سننِ ترمذی میں ہے:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ: حَدَّثَنَا اَبُوْ مُسْهِرٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ عَبْدِالْعَزِيْزِ عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ عُمَيْرَةَ وَ كَانَ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ لِمُعَاوِيَةَ: "اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًا وَ اهْدِ بِهٖ۔"

ترجمہ:

صحابی رسول حضرت عبدالرحمٰن بن ابی عُمَیرَہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں یہ دعا فرمائی تھی: اے اللہ! معاویہ کو ہادی ومہدی (ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ) بنادے اوراُن کے ذریعہ لوگوں کو ہدایت دے۔

(ترمذی: باب مناقب معاویۃ بن ابی سفیان، حدیث 3842)

تخریج حدیث:

سنن الترمذی کے ساتھ یہ حدیث درج ذیل کتبِ احادیث میں بھی موجود ہے۔

المعجم الاوسط للطبرانی، حلیۃ الاولیاء لابی نعیم، مسند احمد بن حنبل، مسند الشامیین للطبرانی، امالی ابن بشران، الآحاد والمثانی لابن ابی عاصم، السنّۃ لابی بکر ابن الخلّال، الشریعۃ للآجری وغیرھا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عُمَیرَہ رضی اللہ عنہ کی یہی روایت امام بخاری کی "**التاریخ الکبیر**" میں اِن الفاظ کے ساتھ مروی ہے:

وَ قَالَ اَبُوْ مُسْهِرٍ: عَنْ سَعِيْدِ بْنِ عَبْدِالْعَزِيْزِ عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عُمَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: " اَللّٰهُمَّ عَلِّمْ مُعَاوِيَةَ الْحِسَابَ وَقِهِ الْعَذَابَ۔"

ترجمہ:

حضرت عبدالرحمٰن بن عمیرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ! معاویہ کو حساب کا علم عطا فرما اور انھیں عذاب سے محفوظ فرما'' (التاریخ الکبیر: ۳۲۶/۷)

علامہ ذہبی نے حدیث مذکور کو بعینہٖ اُسی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اُس میں یہ الفاظ ہیں:

''اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ وَالْحِسَابَ وَقِهِ الْعَذَابَ'' اے اللہ! معاویہ کو کتاب اور حساب کا علم عطا فرما اور اُن کو عذاب سے محفوظ فرما۔

پھر امام ذہبی نے یہ لکھا ہے:

هٰذَا الْحَدِيْثُ رُوَاتُهُ ثِقَاتٌ لٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فِيْ صُحْبَةِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ وَالْاَظْهَرُ اَنَّهُ صَحَابِيٌّ وَ رُوِيَ نَحْوُهُ مِنْ وُجُوْهٍ اُخَرَ۔

ترجمہ:

اِس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں لیکن عبدالرحمٰن بن عمیرہ کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ وہ صحابی ہیں اور یہ حدیث اِسی طرح دوسری اور سندوں سے بھی مروی ہے۔ (تاریخ الاسلام: ۵۴۰/۲)

تنبیہ:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے رسول اکرم ﷺ نے عذاب سے محفوظ رہنے کی دعا فرمائی ہے۔ رسول اللہ ﷺ اپنے صحابی کے لیے عذاب سے محفوظ رہنے کی دعا فرمائیں اور آج کا کوئی نام نہاد مسلمان اُن کو جہنمی کہے تو ایسا شخص یقیناً ملعون و خبیث ہے۔

حُکمِ حدیث:

امام ترمذی نے اِس حدیث کو حَسَنٌ غریب لکھا ہے۔ سنن ترمذی کی سند کے جملہ راوی ثقہ حافظ الحدیث ہیں۔ سوائے محمد بن یحییٰ کے، تمام راوی بخاری و مسلم کے ہیں۔ صرف سعید بن عبدالعزیز کے حافظہ میں عمر کے آخری ایام میں کچھ کمزوری آ گئی تھی۔ لیکن ترمذی کی

اِس روایت کے تعلق سے کوئی دلیل موجود نہیں کہ یہ محمد بن یحییٰ کی عمر کے آخری ایام کی روایت کردہ ہے۔ اگر ہو بھی تو اصولِ محدثین کے مطابق اِس کے حسن ہونے میں کوئی کلام نہیں۔ محدثین میں سے کسی نے اِس حدیث کو ضعیف و نامقبول نہیں کہا ہے۔

حدیثِ مذکور سے معلوم ہوا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہادی و مہدی تھے۔ رسولِ اکرم ﷺ نے اُن کے ہادی و مہدی ہونے کی دعا فرمائی تھی اور نبی پاک ﷺ مُستَجَابُ الدَّعوَات ہیں۔ ارشادِ نبوی کے بموجب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ہادی و مہدی ہونا ثابت ہے تو آپ کا مغفور و جنتی ہونا بھی ثابت ہے۔ چناں چہ محدث علی قاری نے یہ لکھا ہے:

وَ لَا اِرْتِيَابَ اَنَّ دُعَاءَ النَّبِيِّ ﷺ مُسْتَجَابٌ فَمَنْ كَانَ هٰذَا حَالَهُ كَيْفَ يُرْتَابُ فِيْ حَقِّهٖ۔

ترجمہ:

کوئی شک نہیں کہ نبی کریم ﷺ کی دعا مقبول ہے، لہٰذا جس کا حال یہ ہو کہ آنحضرت ﷺ نے اس کیلیے دعائے مغفرت فرمائی ہو اُس کے مغفور ہونے میں کیا شک ہے۔؟

(مرقاۃ المفاتیح: باب جامع المناقب، ۴۰۲۲/۹)

صحابہ کی جنگوں پر بحث کرنا اہل سنت کے موقف کے خلاف ہے

شیعہ روافض کی یہ عادت بھی ہے کہ وہ اُمّت میں انتشار پیدا کرنے کی غرض سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان ماضی میں ہونے والی جنگوں پر بحث ومباحثہ کرتے ہیں۔ مثلاً جنگ صفین اور جمل کا ذکر چھیڑ کر صحابہ کو گالیاں دیتے ہیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دشمنِ اہل بیت کہتے ہیں اور انھیں لعن طعن کرتے ہیں۔

اہل سنت و جماعت کے اسلاف کا نظریہ یہ ہے کہ صحابۂ کرام کے آپسی تنازعات و مشاجرات کو چھیڑنا حرام اور گمرہی کا سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام صحابۂ کرام کے لیے مغفرت اور جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔

قرآن حکیم سورۃ النساء آیت 95 میں ہے: **وَ کُلًّا وَّعَدَاللّٰهُ الْحُسْنٰی۔**

ترجمہ:

اور اللہ نے ہر ایک (صحابی) سے جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔

بخاری و مسلم میں یہ حدیث ہے: **لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ فَلَوْ اَنَّ اَحَدَکُمْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ اَحَدِهِمْ وَ لَا نَصِیْفَهٗ۔**

ترجمہ:

میرے صحابہ کو بُرا نہ کہو، کیوں کہ اگر تم اُحد پہاڑ کے برابر سونا اللہ کی راہ میں خرچ کروتو بھی کسی صحابی کے ایک مُد (ایک کیلو جو) یا نصفِ مُد کے ثواب کے برابر نہیں ہوگا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کے بارے میں فرمایا:

وَ اَصْحَابِیْ اَمَنَةٌ لِاُمَّتِیْ فَاِذَا ذَهَبَ اَصْحَابِیْ اَتٰی اُمَّتِیْ مَا یُوْعَدُوْنَ۔

ترجمہ:

میرے اصحاب میری امت کے لیے (بدعقیدگی و بے دینی سے بچانے کے لیے) پناہ

گاہ ہیں۔ جب میرے اصحاب دنیا سے گزر جائیں گے تو وعدہ کے مطابق امت میں فتنہ و فساد اور بے دینی آئے گی۔ (صحیح مسلم: باب 207 حدیث 2531)

قرآن وحدیث کی نصوص اِس بات کی دلیل ہیں کہ فضیلتِ صحابیت سے بڑھ کر امّت میں کوئی فضیلت نہیں۔ کوئی بھی غیر صحابی غوث، قطب، ابدال کسی بھی درجے کے صحابی کے برابر نہیں۔ ہر غیر صحابی پر واجب ہے کہ وہ ہر صحابی سے محبت کرے، اُن کا ادب واحترام کرے۔ صحابہ کے درمیان ہونے والے تنازعات اور جنگوں کے بارے میں اپنی زبانوں کو بند رکھنا لازم ہے۔ اِسی میں دین وایمان کی سلامتی ہے۔ اسلافِ اُمّت نے امت مسلمہ کو یہی تعلیم دی ہے۔ مُشَاجَرَاتِ صحابہ مثلاً حضرت مولیٰ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان جو نزاعی امور واقع ہوئے ہیں اور جو لڑائی ہوئی ہے اُس میں حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے اجتہادی خطا واقع ہوئی ہے، لیکن فضیلتِ صحابیت کی بنا پر وہ من جانب اللہ مغفور ہیں۔ لہٰذا اُن پر زبان درازی کرنا، انھیں سب وشتم کرنا ضلالت وگمراہی اور دین وایمان کے ضائع ہونے کا سبب ہے۔

ذیل میں چند اسلافِ امت کے اقوال پیش کئے جاتے ہیں جو مشاجرات صحابہ کے باب میں امّت مسلمہ کے لیے مشعل ہدایت ہیں۔

حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ حضرت معایہ رضی اللہ عنہ کو برا کہنے سے روکتے تھے

احمد بن داؤد دینوری متوفی 282ھ نے یہ لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ خبر ملی کہ حُجر بن عدِی اور عمرو بن حمق کھلے عام حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بُرا بھلا کہتے ہیں اور اہل شام پر لعنت کرتے ہیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دونوں کو یہ پیغام بھیجا کہ تم دونوں معاویہ کو بُرا کہنے سے باز رہو۔ دونوں مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور بولے: اے امیر المومنین! کیا ہم حق پر نہیں ہیں اور اہل شام باطل پر نہیں ہیں؟ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں! کعبہ معظّمہ کے رب کی قسم۔ انھوں نے کہا: پھر آپ ہمیں انھیں بُرا کہنے اور اُن پر لعن کرنے سے کیوں روکتے ہیں؟ حضرت مولیٰ علی نے جواب دیا: كَرِهْتُ لَكُمْ اَنْ تَكُوْنُوْا شَتَّامِيْنَ لَعَّانِيْنَ وَ لٰكِنْ قُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ احْقِنْ دِمَاءَ نَا وَ دِمَاءَ هُمْ وَ اَصْلِحْ ذَاتَ بَيْنِنَا وَ بَيْنِكُمْ وَ اهْدِهِمْ مِنْ ضَلَالَتِهِمْ حَتّٰى يَعْرِفَ الْحَقَّ مَنْ جَهِلَهٗ وَ يَرْعَوِیَ عَنِ الْغَيِّ مَنْ لَجَّجَ بِهٖ۔

ترجمہ:

میں ناپسند کرتا ہوں کہ تم گالی گلوج کرنے والے بنو۔ تم یہ کہو: اے اللہ ہماری اور اُن کی جانوں کو بچالے اور ہمارے اور اُن کے درمیان جو معاملہ ہے اُس کو درست فرمادے اور انھیں غلط راستے سے راہ راست پر لے آ تاکہ ناواقف کو حق کی معرفت ہوجائے اور جو بے راہ روی میں پھنسا ہے وہ اُس سے نکل جائے۔ (الاخبار الطّوال:۱/۱۶۵)

ایک شبہ کا ازالہ:

علامہ دینوری کی مذکورہ بالا عبارت سے یہ ظاہر ہے کہ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ اور اُن کے حامی اہلِ شام کو باطل پر سمجھتے تھے، تو ہم امیر معاویہ کو باطل پرست، گمراہ، باغی اور دشمن اہل بیت وغیرہ کیوں نہیں کہہ سکتے؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خود کو حق پر سمجھتے تھے اور یقیناً حق پر تھے، لیکن ساتھ ساتھ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ یہ بھی جانتے تھے کہ

"معاویہ (رضی اللہ عنہ) اپنے آپ کو حق پر گمان کرتے ہیں۔ اُن کا یہ گمان ہے کہ میں جان بوجھ کر قاتلینِ عثمان غنی (رضی اللہ عنہ) سے قصاص نہیں لے رہا ہوں یا انھیں معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے حوالے نہیں کر رہا ہوں، لہٰذا معاویہ (رضی اللہ عنہ) اور اُن کے حامی خونِ عثمان کا بدلہ لینے کے لیے یہ سب اقدامات کر رہے ہیں حتیٰ کہ جنگ پر بھی آمادہ ہو گئے ہیں حالانکہ اُن کی یہ سمجھ خطا ہے۔ لہٰذا معاویہ (رضی اللہ عنہ) اور اُن کے حامیوں کے حق میں تم دعا کرو کہ حق اُن پر واضح ہو جائے اور ان کی سمجھ کو صحیح سمت مل جائے۔"

ایسا اختلاف ہونے کی صورت میں ایک صحابیِ رسول نے اگر دوسرے صحابی کو خطا کار، گمراہ، باغی وغیرہ کہا ہے تو غیر صحابی کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ بھی اُنھیں ویسا ہی کہے۔

بڑا بھائی اپنے چھوٹے بھائی کی خطا پر اُسے سرزنش کرے تو بڑے بھائی کی اولاد کو ہرگز یہ حق نہیں کہ وہ بھی اپنے باپ کے چھوٹے بھائی (چچا) کے لیے وہ الفاظ استعمال کرے جو اُس کے باپ نے اپنے چھوٹے بھائی کے لیے استعمال کیے۔ ایسا کرنے والا معاشرے میں اپنے چچا کا بے ادب و گستاخ تصور کیا جاتا ہے۔ باپ سے محبت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ چچا کی بے ادبی کی جائے۔

حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خطا پر انھیں جو کہا، اُن کے ساتھ جو معاملہ کیا وہ اُن کا حق تھا لیکن کسی غیر صحابی کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا کہے۔ انھیں جہنمی اور دشمنِ اہل بیت قرار دے۔

حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد امّت کیلیے نمونہ عمل ہے کہ آپ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو لعن طعن اور سب و شتم کرنے سے منع فرمایا ہے۔

شارحِ صحیح مسلم ابوزکریا محی الدین یحییٰ بن شرف نووی کا موقف

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 767ھ نے حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ضمن میں یہ تحریر فرمایا ہے:

وَ اَمَّا مُعَاوِيَةُ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ فَهُوَ مِنَ الْعُدُوْلِ الْفُضَلاءِ وَالصَّحَابَةِ النُّجَباءِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ اَمَّا الْحُرُوْبُ الَّتِىْ جَرَتْ فَكَانَتْ لِكُلِّ طَائِفَةٍ شُبْهَةٌ اِعْتَقَدَتْ تَصْوِيْبَ اَنْفُسِهَا بِسَبَبِهَا وَ كُلُّهُمْ عُدُوْلٌ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمْ مُتَأَوِّلُوْنَ فِىْ حُرُوْبِهِمْ وَغَيْرِهَا وَ لَمْ يُخْرِجْ شَىْءٌ مِنْ ذَالِكَ اَحَدًا مِنْهُمْ عَنِ الْعَدَالَةِ لِاَنَّهُمْ مُجْتَهِدُوْنَ اِخْتَلَفُوْا فِىْ مَسَائِلَ مِنْ مَحَلِّ الْاِجْتِهَادِ كَمَا يَخْتَلِفُ الْمُجْتَهِدُوْنَ بَعْدَهُمْ فِىْ مَسَائِلِ الدِّمَاءِ وَغَيْرِهَا وَ لَا يَلْزَمُ مِنْ ذَالِكَ نَقْصُ اَحَدٍ مِنْهُمْ.

وَاعْلَمْ اَنَّ سَبَبَ تِلْكَ الْحُرُوْبِ اِنَّ الْقَضَايَا كَانَتْ مُشْتَبِهَةً فَلِشِدَّةِ اِشْتِبَاهِهَا اِخْتَلَفَ اِجْتِهَادُهُمْ وَ صَارُوْا ثَلَاثَةَ اَقْسَامٍ. قِسْمٌ ظَهَرَ لَهُمْ بِالْاِجْتِهَادِ اَنَّ الْحَقَّ فِىْ هٰذَا الطَّرَفِ وَ اَنَّ مُخَالِفَهُ بَاغٍ فَوَجَبَ عَلَيْهِمْ نُصْرَتُهُ وَ قِتَالُ الْبَاغِى عَلَيْهِ فِيْمَا اعْتَقَدُوْهُ وَ قِسْمٌ عَكْسُ هٰؤُلَاءِ ظَهَرَ لَهُمْ بِالْاِجْتِهَادِ اَنَّ الْحَقَّ فِى الطَّرَفِ الْاٰخَرِ فَوَجَبَ عَلَيْهِمْ مُسَاعَدَتُهُ وَ قِتَالُ الْبَاغِى عَلَيْهِ وَ قِسْمٌ ثَالِثٌ اِشْتَبَهَتْ عَلَيْهِمُ الْقَضِيَّةُ وَ تَحَيَّرُوْا فِيْهَا وَ لَمْ يَظْهَرْ لَهُمْ تَرْجِيْحُ اَحَدِ الطَّرَفَيْنِ فَاعْتَزَلُوْا الْفَرِيْقَيْنِ فَكَانَ هٰذَا الْاِعْتِزَالُ هُوَ الْوَاجِبُ فِىْ حَقِّهِمْ لِاَنَّهُ لَا يَحِلُّ الْاِقْدَامُ عَلٰى قِتَالِ الْمُسْلِمِ حَتّٰى يَظْهَرَ اَنَّهُ مُسْتَحِقٌّ لِذَالِكَ وَ لَوْ ظَهَرَ لِهٰؤُلَاءِ رُجْحَانُ اَحَدِ الطَّرَفَيْنِ وَ اَنَّ الْحَقَّ مَعَهُ لَمَا جَازَ لَهُمُ التَّاَخُّرُ عَنْ نُصْرَتِهٖ فِىْ قِتَالِ الْبُغَاةِ عَلَيْهِ فَكُلُّهُمْ مَعْذُوْرُوْنَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ لِهٰذَا اتَّفَقَ اَهْلُ الْحَقِّ وَ مَنْ يُعْتَدُّ بِهٖ فِى الْاِجْمَاعِ عَلٰى قَبُوْلِ شَهَادَتِهِمْ وَ رِوَايَاتِهِمْ وَ

كَمَالِ عَدَالَتِهِمْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ۔

ترجمہ:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ عادل، فاضل، بزرگ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے تھے۔ جو جنگیں صحابہ کے درمیان ہوئی ہیں اُن میں ہر گروہ کو شبہ واقع ہوا اور ہر ایک نے خود کو درستگی پر سمجھا۔ تمام صحابہ عادل تھے (رضی اللہ عنہم)۔ اُن کے مابین ہونے والی جنگ وغیرہ (نزاعی امور) میں وہ اجتہاد کرنے والے تھے۔ اِس بنا پر (ان کی اجتہادی خطا پر) اُن کی عدالت ختم نہیں ہوگی، کیوں کہ قصاص وغیرہ کچھ مسائل میں اُن میں اجتہادی اختلاف ہوا ہے، جیسا کہ بعد کے مجتہدین کے درمیان بعض مسائلِ قصاص وغیرہ میں اختلاف ہوا ہے۔ اِس سے کسی (صحابی یا غیر صحابی مجتہد) کی تنقیص لازم نہیں آتی۔ اُن جنگوں کا سبب یہ ہے کہ مسئلہ (خون حضرت عثمان کا مسئلہ) صحابہ پر بہت زیادہ مشتبہ ہو گیا تھا۔ لہٰذا (قصاص کے بارے میں) اُن کا اجتہاد بھی مختلف ہو گیا تھا۔

وہ صحابہ تین حصوں میں بٹ گئے تھے۔ ایک گروہ نے اپنے اجتہاد سے یہ سمجھا کہ حق اِس طرف ہے اور اِس کا مخالف باغی ہے، لہٰذا حق کی حمایت اور باغی کی سرکوبی واجب ہے۔ چنانچہ انھوں نے اپنے خیال کے مطابق وہی کیا۔ اُن حضرات کا خیال یہ تھا کہ وہ اہل حق کی حمایت کر رہے ہیں اور باغیوں سے لڑنے میں امام عادل کا ساتھ دے رہے ہیں لہٰذا اِس سے پیچھے رہنا ان کے لیے حلال نہ تھا۔ اُس کے برعکس جس گروہ کا اجتہاد اِس نتیجے پہ پہنچا کہ حق دوسری طرف ہے تو اُن پر واجب تھا کہ وہ اہل حق کا ساتھ دیں اور اُن کے خیال میں جو باغی تھے اُن سے جنگ کریں۔ تیسرے گروہ کے سامنے معاملہ مشتبہ ہوا اور وہ یہ فیصلہ نہ کر سکا کہ حق کس جانب ہے تو دونوں فریق سے الگ رہا۔ تیسرے گروہ پر ایسا کرنا واجب بھی تھا کیوں کہ اُس کے خیال کے مطابق کوئی باغی نہ تھا۔ ہر گروہ مسلمان تھا لہٰذا ناحق کسی سے جنگ کرنا حلال نہ تھا۔ ہاں اگر ان کے خیال میں کوئی گروہ حق پر ہوتا اور اس

کے مقابل دوسرا گروہ باطل پر ہوتا تو اہل حق کی حمایت اور باغیوں سے قتال کرنے سے الگ رہنا اُن کے لیے حلال نہ ہوتا۔ لہٰذا وہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم معذور تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل حق (اہل سنت و جماعت) اور انعقادِ اجماع میں جو حضرات معتبر ہیں، سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اُن تمام صحابہ کی شہادتیں اور ان کی روایتیں مقبول ہیں اور سب کے سب کامل عدالت والے ہیں۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ (شرح النووی علی صحیح مسلم: ۱۴۹/۱۵)

امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا جواب:

حضرت امام حسن بصری سے حضرت مولیٰ علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے مابین ہونے والے نزاعی امور کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے یہ جواب دیا: **كَانَتْ لِهٰذَا قَرَابَةٌ وَ لِهٰذَا قَرَابَةٌ وَ لِهٰذَا سَابِقَةٌ وَ لَمْ يَكُنْ لِهٰذَا سَابِقَةٌ فَابْتُلِيَا جَمِيْعًا۔**

ترجمہ:

حضرت مولیٰ علی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک قسم کی قرابت تھی اور حضرت معاویہ کا حضور علیہ الصلاۃ والسلام سے ایک رشتہ تھا۔ حضرت علی کو (اسلام لانے اور فضائل میں) خاص سبقت حاصل تھی اور حضرت معاویہ کو سبقت حاصل نہیں تھی۔ پھر دونوں آزمائش میں (باہمی جنگ میں) مبتلا ہوئے۔

دیکھیے! کس خوبصورتی کے ساتھ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولیٰ علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کی تعریف کی اور حضرت امیر معاویہ پر طعن و تشنیع سے خود کو بچایا۔ (مصدر سابق)

امام احمد بن حنبل کا جواب:

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ و حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے نزاعی معاملات کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انھوں نے قرآن کی سورۃ البقرۃ آیت

134 کی تلاوت فرمائی: تِلْکَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ لَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَ لَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔

ترجمہ:

وہ ایک گروہ تھا جو گزر گیا۔ اُس کے لیے اُس کا عمل ہے اور تمہارے لیے تمہارا عمل ہے اور تم سے اُن کے اعمال کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا۔

نتیجہ:

آیت مذکورہ کی تلاوت سے امام احمد بن حنبل یہ تنبیہ فرمانا چاہتے تھے کہ حضرت مولیٰ علی اور حضرت امیر معاویہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے نزاعی امور اور جنگوں سے متعلق امت کو خاموشی اختیار کرنا چاہیے۔

وہ صحابہ رضی اللہ عنہم جو صفّین میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے

(۱) عقبہ بن عامر جُہنی متوفی 58ھ:

مہاجرین اولین اور سابقین فی الاسلام میں سے تھے۔ عالمِ فرائض فقیہ اور خوش الحان قاری بھی تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اُن کی تلاوتِ قرآن کو سن کر رو پڑے تھے۔ صحابہ میں سے حضرت جابر، حضرت ابن عباس، حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہم وغیرھم نے اُن سے احادیث روایت کی ہیں۔ اُن سے 55 احادیث مروی ہیں جن میں 9 پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہے اور 9 میں امام مسلم منفرد ہیں۔ (تھذیب الاسماء واللغات: ۳۲۶/۱۱)

شام اور مصر کی فتوحات میں شریک رہے۔ فتحِ دمشق کے موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے قاصد تھے۔ قرآن کو جمع کرنے والے صحابہ میں تھے۔

(الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ للعسقلانی: ۴۲۹/۴)

اُن کا بیان ہے کہ وہ اصحاب صفہ میں سے تھے۔ اُن سے حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا تھا: اِجْتَهِدْ، اِنْ اَصَبْتَ فَلَکَ عَشْرُ حَسَنَاتٍ وَ اِنْ اَخْطَأْتَ فَلَکَ حَسَنَةٌ۔

ترجمہ:

اجتہاد کرو۔ اگر تمہارا اجتہاد درست ہوگا تو تم کو دس نیکیاں ملیں گی اور اجتہاد میں خطا کروگے تو ایک نیکی ملے گی۔ (تاریخ دمشق لابن عساکر: ۴۹۶/۴۰)

وہ زہد و ورع کے پیکر تھے۔ ایک سفر میں لوگوں نے اُن سے نماز پڑھانے کی درخواست کی کہ آپ صحابیِ رسول ہیں، نماز پڑھائیں تو انھوں نے انکار کرتے ہوئے کہا: اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ یَقُوْلُ "مَنْ اَمَّ النَّاسَ فَاَصَابَ فَلَهٗ وَ لَهُمْ وَ مَنِ انْتَقَصَ مِنْ ذَالِکَ شَیْئًا فَعَلَیْهِ وَ لَا عَلَیْهِمْ۔"

ترجمہ:

میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قوم کی امامت کرنے والے نے اگر نماز ٹھیک پڑھائی تو ثواب اُس کے لیے بھی ہے اور قوم کے لیے بھی، اور نماز میں کچھ کمی کی تو اُس کا گناہ اسی پر ہے، قوم پر نہیں۔ (حوالۂ سابق)

(۲) مسلمہ بن مخلد الانصاری متوفی 62ھ:

اُن کا قول ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی وفات کے وقت میری عمر 10 / سال کی تھی۔ ذہبی نے واقدی وغیرہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ 14 / سال کی عمر تھی۔ بخاری نے التاریخ الکبیر میں لکھا ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی وفات کے وقت اُن کی عمر 14 / سال کی تھی۔ بخاری اور دارقطنی اور ابن یونس کے حوالے سے ذہبی نے لکھا ہے کہ وہ صحابی تھے اور کہا کہ ابو حاتم کا یہ قول شاذ ہے کہ وہ صحابی نہیں تھے۔ (سیر اعلام النبلاء: ۳/۴۲۶)

صلاح الدین ابو سعید العلائی متوفی 761ھ نے یہ لکھا ہے کہ جمہور کے مطابق وہ صحابی ہیں۔ (جامع التحصیل: ۱/۲۸۰)

حضرت مسلمہ بن مخلد انصاری رضی اللہ عنہ جنگ صفین میں حضرت امیر معاویہ کی طرف سے امیر تھے۔ (سیر اعلام النبلاء: ۳/۴۲۴)

(۳) عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ متوفی بعد 50ھ:

8ھ کے شروع میں حضرت خالد بن ولید اور عثمان بن طلحہ کی رفاقت میں ہجرت کر کے رسول ﷺ کے پاس آئے اور تینوں نے اسلام قبول کیا۔ حضور ﷺ کو اُن کی آمد اور ان کے اسلام سے خوشی ہوئی۔ بعض غزوات میں خود حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے عمرو ابن العاص کو امیر مقرر فرمایا تھا۔ اُن سے تقریباً چالیس احادیث مروی ہیں۔

امام بخاری نے کہا ہے کہ انھیں حضور ﷺ نے غزوۂ "ذَاتُ السَّلَاسِل" میں امیر مقرر فرمایا تھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: ''اِبْنَا الْعَاصِ مُؤْمِنَانِ، عَمْرٌو وَ هِشَامٌ'' عاص کے دو بیٹے عمرو اور ہشام مومن ہیں۔

(سیر اعلام النبلاء:۳/۵۷)

جنگ صفین میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ جب جنگ میں شدت پیدا ہوگئی اور کافی خوں ریزی ہوئی تو انھوں نے بھی دیگر صحابہ کے ساتھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت مولیٰ رضی اللہ عنہ اور دونوں کے لشکر میں صلح کروانے اور جنگ کو روکنے کی کوشش کی تھی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے حکم مقرر کیے گئے تھے۔ (الثقات لابن حبان:۲/۲۹۰)

(۴) حبیب بن مسلمہ فہری متوفی 42ھ:

مغلطائی نے ''اکمال تھذیب الکمال'' میں ابن ابی حاتم کا قول نقل کیا ہے کہ وہ صحابی تھے۔ ذہبی نے لکھا ہے: لَهُ صُحْبَةٌ وَ رِوَايَةٌ يَسِيرَةٌ (وہ صحابی تھے، اُن سے تھوڑی روایات مروی ہیں)۔ علائی نے جامع التحصیل میں لکھا ہے کہ بخاری نے انھیں صحابی قرار دیا ہے۔

(جامع التحصیل:۱/۱۵۹)

پھر مکحول کے حوالے سے لکھا: میں نے فقہاء سے حبیب بن مسلمہ کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے کہا: وہ صحابی نہیں اور اُن کی قوم سے پوچھا تو کہا صحابی ہیں۔ ابن ابی حاتم نے کہا کہ میں نے اپنے والد سے پوچھا تو انھوں نے اُن کی قوم کی بات کی تائید کرتے ہوئے کہا: قَوْمُهُ اَعْلَمُ (اُن کی قوم کے لوگ زیادہ جانتے ہیں)۔ (مصدر سابق)

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جہاد کیا تھا اور جنگ یرموک اور تبوک میں شریک تھے۔ امام ذہبی کے مطابق جنگ صفین میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کے میسرہ کے امیر تھے۔ (سیر اعلام النبلاء:۳/۱۸۸)

ابن حبان کے مطابق میمنہ کے امیر تھے۔ (مصدر سابق)
انھوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ارمینیہ کو فتح کیا تھا۔

(۵) حارث بن عبداللہ بن وھب دَوْسی متوفی 50ھ:

زرکلی نے لکھا: صَحَابِیٌّ مِنَ الْعُقَلَاءِ ذَوِی الرَّأْیِ (صاحب عقل اور اہل الرائے صحابی تھے)۔

ابونعیم نے بخاری کے حوالے سے لکھا: ذَکَرَہُ الْبُخَارِیُّ فِیْ جُمْلَۃِ الصَّحَابَۃِ (امام بخاری کے نزدیک وہ صحابی تھے)۔ ابن عبدالبر نے یہ لکھا ہے کہ وہ اپنے والد کے ہمراہ قبیلہ دوس کے ستّر افراد کے ساتھ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی خدمت میں آئے تھے۔ اُن کے والد واپس ہو گئے تھے اور انھوں نے حضور ﷺ کے پاس مدینہ میں قیام کرنے کو ترجیح دی تھی۔ حضور ﷺ کی وفات تک مدینہ ہی میں مقیم رہے۔

زرکلی نے لکھا ہے کہ وہ حضرت خالد بن ولید کے دوست تھے اور ان کے ساتھ جنگ یرموک میں شریک ہوئے تھے پھر صفین میں حضرت معاویہ کے ساتھ تھے۔ (الاعلام ۲/۱۵۶)

ابن الاثیر نے یہ لکھا ہے: وَ کَانَ مَعَ مُعَاوِیَۃَ فِیْ صِفِّیْنَ۔ وہ صفین میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ (اسد الغابہ: ۱/۶۲۱)

(۶) حمل بن سعدانہ الکلبی:

ابن عساکر نے تاریخِ دمشق میں لکھا ہے کہ حمل بن سعدانہ ''دَوْمَۃُ الْجَنْدَل'' کے رہنے والے تھے۔ وفد کی صورت میں حارثہ بن قطن بن زائر کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے تھے اور دونوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ حضور ﷺ نے انھیں اُن کی قوم کے لیے جھنڈا بھی عنایت فرمایا تھا۔ اُس جھنڈا کے ساتھ صفین میں حضرت معاویہ کی طرف سے شریک ہوئے تھے۔ ابن عبدالبر نے الاستیعاب میں لکھا ہے کہ انھوں نے حضرت خالد بن

ولید کے ساتھ جنگوں میں شرکت کی تھی۔

(تاریخ دمشق: ۲۴۷/۱، الاستیعاب: ۳۷۶/۱)

حضرت عقبہ بن عامر، حضرت عمرو بن عاص، حضرت مسلمہ بن مخلد، حضرت حبیب بن مسلمہ وغیرھم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے جنگ صفین میں حضرت معاویہ ﷺ کی طرف سے شرکت کی تھی۔ کیا اُن تمام صحابۂ کرام کو صحابیت سے خارج مانا جائے گا؟ اگر خارج مانا جائے تو لازماً انھیں کافر و مرتد ماننا ہوگا، کیوں کہ کفر وارتداد سے ہی صحابیت باطل ہوتی ہے؟

معاویہ رضی اللہ عنہ کے مومن ہونے کی گواہی مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کی زبانی

اہل سنت و جماعت کا موقف یہ ہے کہ جنگِ صفین اور جنگ جمل میں جو حضرات ِصحابہٴ کرام حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے شریک تھے وہ خطا پر تھے، لیکن نہ اُن سے کفر سرزد ہوا نہ اُن کی صحابیت باطل ہوئی۔ وہ حضرات، اللہ کی طرف سے وعدۂ مغفرت اور حسنِ عاقبت کی بشارت سے بہرہ ور تھے۔ لہٰذا انھیں لعن طعن کرنا حرام ہے۔ ائمہ دین، اسلافِ امت اور خود مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے بھی انھیں کافر کہنے سے منع فرمایا ہے جو صفین میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حمایت میں مقتول ہوئے تھے۔

❁ عامر شعبی تابعی سے اُن لوگوں کے بارے میں پوچھا گیا جو جنگ جمل اور صفین میں قتل ہوئے تھے تو انھوں نے جواب دیا: اَھْلُ الْجَنَّۃِ لَقِیَ بَعْضُھُمْ بَعْضًا فَاسْتَحْیُوْا اَنْ یَّفِرُّوْا بَعْضُھُمْ مِنْ بَعْضٍ۔

ترجمہ:

وہ جنتی ہیں۔ (اجتہادی خطا کے سبب) ان کی ایک دوسرے کے ساتھ مڈھ بھیڑ ہوگئی اور راہِ فرار اختیار کرنے میں انھیں حیا آئی۔ (تاریخ دمشق: ۴۸۸/۱۱)

❁ مکحول تابعی کا بیان ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اُن کے اصحاب نے پوچھا کہ "صفین میں معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے جو اصحاب مارے گئے ہیں وہ کیا ہیں؟" تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ (وہ مومن ہیں)۔

❁ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ، عدی بن حاتم کے ساتھ نکلے تو قبیلہٴ طے کے ایک شخص کو دیکھا جسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب نے قتل کیا تھا۔ عدی بن حاتم نے کہا: یَا وَیْحَ ھٰذَا کَانَ اَمْسِ مُسْلِمًا وَالْیَوْمَ کَافِرًا ۔ افسوس! یہ شخص کل مسلمان تھا اور آج کافر ہے۔ حضرت علی نے فرمایا: مَھْلًا کَانَ اَمْسِ مُؤْمِنًا وَ ھُوَ الْیَوْمَ مُؤْمِنٌ۔ چپ رہو! یہ کل بھی

مومن تھا اور آج بھی مومن ہے۔

❁ ایک شخص کو حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے اصحابِ معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو کافر کہتے ہوئے سنا تو فرمایا: لَا تَقُوْلُوْا فَاِنَّهُمْ زَعَمُوْا اَنَّا بَغَيْنَا عَلَيْهِمْ وَ زَعَمْنَا اَنَّهُمْ بَغَوْا عَلَيْنَا.

ترجمہ:

انھیں کافر نہ کہو۔ انھوں نے ہم سے جنگ اِس لیے کی کہ اُن کا گمان یہ ہے کہ ہم نے اُن پر زیادتی کی ہے اور ہمارا ماننا یہ ہے کہ انھوں نے ہم پر ظلم کیا۔

(بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب:۳۰۰/۱)

مولیٰ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ارشاد سے بھی معلوم ہوا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور اُن کے اصحاب نے آپ کے ساتھ جو جنگ کی تھی اُس کی بنیاد اجتہادی خطا تھی۔

❁ نضر بن منصور جو مولیٰ علی کے اصحاب میں تھے، اُن کا بیان ہے کہ میں نے صفین میں دیکھا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے پندرہ اصحاب زخمی حالت میں قید کر کے مولیٰ علی (رضی اللہ عنہ) کے سامنے لائے گئے تو مولیٰ علی نے اُن کا علاج کروایا، اُن میں جس کی موت ہوگئی اُن کی نماز جنازہ پڑھی اور تجہیز و تکفین بھی کی۔ (مصدر سابق)

❁ ابو مَیْسَرَہ عمر بن شرحبیل ہمدانی جو بخاری و مسلم کے راوی ہیں اور جنھیں امام ذہبی نے عابد و زاہد اور اولیاء میں ذکر کیا ہے، اُن کا قول ہے: رَأَيْتُ عَمَّارَ بْنَ يَاسِرٍ وَ ذَالْكُلَاعِ فِي الْمَنَامِ فِيْ ثِيَابٍ بِيْضٍ بِاَفْنِيَةِ الْجَنَّةِ فَقُلْتُ: اَلَمْ يَقْتُلْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا؟ فَقَالَا: بَلٰى وَ لٰكِنَّا وَجَدْنَا اللّٰهَ وَاسِعَ الْمَغْفِرَةِ قَالَ: فَقُلْتُ: مَا فَعَلَ اَهْلُ النَّهْرِ؟ يَعْنِي الْخَوَارِجَ فَقِيْلَ لِيْ؟ لَقُوْا بَرْحًا۔ (اسد الغابۃ:۲۲۰/۲)

ترجمہ:

میں نے عمار بن یاسر اور ذُوالْکُلَاع کو خواب میں دیکھا، وہ جنت میں قبوں کے نیچے سفید کپڑوں میں تھے۔ میں نے کہا: کیا تم دونوں نے ایک دوسرے کو (جنگ صفین میں)

قتل کرنے کا ارادہ نہیں کیا تھا؟ دونوں نے کہا: ہاں! لیکن ہم نے اللہ کو وسیع مغفرت والا پایا۔ پھر میں نے کہا: اہل نہروان یعنی خوارج کا کیا ہوا؟ تو جواب ملا: وہ سختی (عذاب) میں مبتلا ہوئے۔ (اسد الغابۃ:۲/۲۲۰)

حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور اُن کے اصحاب کو مومن مسلمان قرار دیا تو ثابت ہوا کہ حضرت امیر معاویہ کی صحابیت باطل نہیں ہوئی ہے کیوں کہ کفر وارتداد سے صحابیت باطل ہوتی ہے۔ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا صحابی ہونا ثابت تو انھیں سبّ وشتم کرنا حرام، کیوں کہ حدیث میں صحابہ کو سبّ وشتم کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بُرا کہنے والا، اسلاف کی نظر میں؟

شیعہ روافض صحابیِ رسول امیر المومنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بُرا بھلا کہتے ہیں۔ انھیں لعن طعن کرتے ہیں۔ انھیں صحابی نہیں مانتے۔ دشمنِ مولیٰ علی، دشمنِ اہل بیت بلکہ معاذ اللہ کافر کہتے ہیں۔ حالاں کہ سوادِ اعظم اہل سنت و جماعت کا یہ اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بُرا بھلا کہنے والا، انھیں لعن طعن کرنے والا، انھیں صحابی نہ ماننے والا، انھیں دشمن اہل بیت و کافر قرار دینے والا بد دین، گمراہ، جہنمی اور جہنم کا کتّا ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بُرا کہنے والا، اُن سے دشمنی رکھنے والا اسلافِ اہل سنت کی نظر میں کیا ہے؟ ذیل میں ملاحظہ کیجیے:

معاویہ رضی اللہ عنہ کو بُرا کہنے والے پر کوڑے:

جلیل القدر تابعی حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ جن کی خلافت کو خلافت راشدہ کی منزل میں مانا گیا ہے۔ اُن کے سامنے کسی نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بُرا بھلا کہا تو انھوں نے اُسے کئی کوڑے لگائے۔

امام ابو القاسم ھبۃ اللہ لا لکائی متوفی 418ھ نے یہ لکھا ہے:

وَ ضَرَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِالْعَزِیْزِ مَنْ سَبَّ مُعَاوِیَةَ اَسْوَاطًا۔

ترجمہ:

حضرت عمر بن عبد العزیز نے اُس شخص کو کئی کوڑے مارے جس نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بُرا بھلا کہا۔ (شرح اصول اعتقاد اھل السنۃ: ۷/۱۳۴۷)

معاویہ رضی اللہ عنہ پر لعنت کرنے والے کو غیبی سزا:

امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حمیری متوفی 900ھ اندلس کے جلیل القدر عالمِ سیر

واخبار تھے۔انھوں نے وقت کے عظیم محدث شیخ احمد بن سلیمان زَنبقی کے حوالے سے یہ لکھا ہے:

مقام ''عِرْقَہ'' (روم کا ایک قلعہ) میں ایک شخص رہتا تھا۔ وہ جب بھی مجھ سے ملاقات کرتا تھا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بُرا بھلا کہتا تھا۔ایک دن وہی آدمی میرے پاس آیا۔ اُس وقت میں منبر کے نیچے بیٹھا ہوا تھا۔وہ کہنے لگا: اللہ تعالیٰ معاویہ پر رحم کرے اور اُن سے بغض رکھنے والے پر لعنت فرمائے۔ میں نے دل میں سوچا کہ یہ آدمی مجھے چڑھانے آیا ہے۔ وہ میرے قریب آ کر بیٹھ گیا۔اس نے مجھے اپنا گلا دکھایا۔ وہ سرخ تھا۔اُس نے کہا: اے ابو بکر! خواب میں مسلسل معاویہ (رضی اللہ عنہ) میرا گلا دباتے ہیں اور کہتے ہیں: تو مجھے گالیاں کیوں دیتا ہے۔ تیرے اور میرے درمیان اللہ کے رسول ہی فیصلہ کریں گے۔ میں نے اُن سے وعدہ کیا کہ اب دوبارہ ایسی حرکت نہیں کروں گا۔ ابو بکر (شیخ احمد بن سلیمان زنبقی) نے کہا کہ اُس آدمی نے حضرت معاویہ کو بُرا بھلا کہنے سے توبہ کر لی۔

پھر شیخ حمیری نے ابوتوبہ کا یہ قول نقل کیا ہے: **مُعَاوِیَةُ سِتْرٌ بَیْنَنَا وَ بَیْنَ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَمَنْ کَفَّ عَنْهُ فَهُوَ عَنْ غَیْرِهٖ اَکَفُّ وَ مَنْ وَقَعَ فِیْهِ لَمْ یُؤْمَنْ اَنْ یَّرْتَفِعَ اِلٰی مَنْ فَوْقَهٗ۔**

ترجمہ:

حضرت معاویہ ہمارے اور اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم (کی گستاخی) کے درمیان آڑ ہیں۔ جو شخص اُن کو بُرا کہنے سے باز رہنے والا ہے وہ دوسرے صحابہ کو بُرا کہنے سے بدرجۂ اولیٰ دور رہنے والا ہے اور جو اُن کا بے ادب ہے، اُس سے دور نہیں کہ اُن سے اوپر کے صحابہ کی بے ادبی کرے گا۔

(الروض المعطار فی خبر الاقطار: ۱/۴۱۰)

معاویہ رضی اللہ عنہ سے بغض رکھنے والے کو امام ابوزرعہ کا جواب:

ابوزرعہ رازی [ولادت تقریباً 200ھ] عظیم محدّث تھے۔ انھیں امام ذہبی نے ''سیدُ الحفاظ'' (حفاظِ حدیث کا سردار) لکھا ہے۔ اُن سے ابن عسا کرنے یہ روایت نقل کی ہے کہ اُن کے پاس ایک آدمی نے کہا: میں معاویہ سے بغض رکھتا ہوں۔ امام ابوزرعہ نے فرمایا: **وَیْحکَ اِنَّ رَبَّ مُعَاوِیَةَ رَحِیْمٌ وَ خَصْمَ مُعَاوِیَةَ خَصْمٌ کَرِیْمٌ فَاَیْشٍ دُخُوْلُکَ اَنْتَ بَیْنَهُمَا رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا۔**

ترجمہ:

بُرا ہو تیرا۔ اِس میں کوئی شبہ نہیں کہ معاویہ کا رب بہت مہربان ہے اور معاویہ کا مقابل (مولیٰ علی) بڑا کرم والا ہے پھر دونوں کے بیچ آنے والا تو کون ہے؟ اللہ دونوں سے راضی ہوا۔

(البدایہ والنہایہ: ۱۳۹/۸، احیاء التراث العربی بیروت)

رافضیوں کی ایک تہمت کی حقیقت

رافضیوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب ایک جھوٹی روایت منسوب کی ہے جو بعض علمائے اہل سنت کی کتابوں میں بھی منقول ہو کر آ گئی ہے۔ وہ روایت علامہ دینوری کے حوالے سے نقل کی جاتی ہے کہ انھوں نے "**الامامة والسیاسة**" میں یہ روایت ذکر کی ہے: **اِعْلَمْ اَنَّ مُعَاوِیَةَ طَلِیْقُ الْاِسْلَامِ وَ اَنَّ اَبَاهُ رَأْسُ الْاَحْزَابِ وَ اَنَّهُ اِدَّعَی الْخِلَافَةَ مِنْ غَیْرِ مَشْوَرَةٍ۔**

ترجمہ:

معاویہ طلقائے اسلام میں سے ہے۔ اس کا باپ کفار کے گروہوں کا سردار تھا۔ معاویہ نے بغیر مشورہ کے خلافت کا دعویٰ کیا ہے۔

اِس روایت کا سچائی سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ جھوٹی من گڑھت روایت ہے جو کسی شیعہ رافضی کی گڑھی ہوئی ہے۔ بلکہ ابن قتیبہ دینوری کی جانب **الامامة والسیاسة** نام کی جس کتاب کو منسوب کیا جاتا ہے وہ اُن کی کتاب نہیں ہے۔ یہ کسی رافضی شیعہ کی لکھی ہوئی ہے۔ اِس روایت کے باطل ہونے کی دلیل یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کبھی خود کو حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں مستحق خلافت نہیں سمجھا۔ وہ مولیٰ علی کو اپنے سے افضل واعلیٰ اور مستحقِ خلافت سمجھتے تھے۔ حضرت مولیٰ علی سے اُن کا اختلاف خلافت کے مسئلے میں نہیں تھا۔ اختلاف قاتلینِ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کے مسئلے میں تھا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خود کو سب سے زیادہ خونِ عثمان رضی اللہ عنہ کے بدلے کا مطالبہ کرنے کا حق دار سمجھتے تھے۔ حضرت معاویہ اور اہل شام کا یہ مطالبہ تھا کہ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ بیعتِ خلافت سے پہلے قاتلینِ عثمان سے قصاص لیں یا انھیں اُن کے حوالے کریں۔ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا تھا کہ پہلے بیعت ہو جائے پھر مسئلہ قصاص کو سامنے لایا جائے۔ اختلاف

یہاں سے شروع ہوا جو مصالحت کی تمام کوششوں کے باوجود بے سود ہونے کے بعد جنگ جمل وصفین تک جا پہنچا۔

مسلمانوں کے دوگروہوں میں نزاع اتنا شدید ہو جائے کہ جنگ کی نوبت آ جائے تو ہر گروہ کا دوسرے کے تعلق سے جو رویہ اور ردّ عمل ہوتا ہے وہ ظاہر ہے۔ اِس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اُس وقت کے حالات کیا تھے؟ اُس پر اسلام کے چھپے ہوئے دشمنوں کی سازشیں مستزاد تھیں۔

مولیٰ علی سے امیر معاویہ کا اختلاف مسئلہ خلافت میں نہیں تھا

ذیل میں ہم کچھ معتبر حوالوں سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا اختلاف حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ سے مسئلۂ خلافت میں نہیں تھا بلکہ مسئلۂ قصاص میں تھا۔

❁ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی گواہی:

حافظ ابن کثیر نے یہ لکھا ہے: متعدد سندوں سے یہ بات منقول ہے کہ ابو مسلم خولانی ایک جماعت کے ساتھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور بولے: **اَنْتَ تُنَازِعُ عَلِيًّا اَمْ اَنْتَ مِثْلُهٗ؟** آپ حضرت علی سے مقابلہ کرتے ہیں، کیا آپ ان کی طرح ہیں؟ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: **وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاَعْلَمُ اَنَّهٗ خَیْرٌ مِّنِّیْ وَ اَفْضَلُ وَ اَحَقُّ بِالْاَمْرِ مِنِّیْ** ۔ واللہ میں جانتا ہوں کہ علی مجھ سے بہتر اور افضل ہیں اور مجھ سے زیادہ خلافت کے حق دار ہیں۔ لیکن کیا تم کو معلوم نہیں کہ حضرت عثمان کو ظلماً قتل کیا گیا ہے اور میں اُن کا چچا زاد بھائی ہوں۔ میں اُن کے خون کا بدلہ طلب کرتا ہوں اور میں اس مطالبے کا ذمہ دار ہوں، لہٰذا تم لوگ علی (رضی اللہ عنہ) سے کہو کہ قاتلینِ عثمان کو میرے سپرد کر دیں۔ میں اُن کے معاملے کو تسلیم کرلوں گا۔

اس کے بعد ابن کثیر نے یہ لکھا ہے: **فَاَتَوْا عَلِيًّا فَكَلَّمُوْهُ فِیْ ذَالِكَ فَلَمْ يَدْفَعْ اِلَيْهِمْ اَحَدًا فَعِنْدَ ذَالِكَ صَمَّمَ اَهْلُ الشَّامِ عَلَى الْقِتَالِ مَعَ مُعَاوِيَةَ۔**

ترجمہ:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے وفد نے حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے پاس آکر بات کی تو آپ نے کسی کو اُن کے حوالے نہیں کیا۔ اُسی وقت اہل شام نے معاویہ (رضی اللہ عنہ) سے مل کر مولیٰ علی سے جنگ کرنے کا عزم مصمم کرلیا۔ (البدایہ والنہایہ: ۱۳۸/۸)

❁ حافظ ابن کثیر نے یہ بھی لکھا ہے کہ ”جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر ملی تو رونے لگے۔ بیوی نے روتے ہوئے دیکھا تو کہا: ابھی رو رہے ہو، کل تو اُن سے جنگ کر رہے تھے؟ حضرت امیر معاویہ نے کہا: **وَیحَکِ اِنَّکِ لَا تَدرِینَ مَا فَقَدَ النَّاسُ مِنَ الْفَضْلِ وَ الْفِقْهِ وَ الْعِلْمِ۔**

ترجمہ:

بُرا ہو تیرا۔ تجھے پتہ نہیں، لوگوں نے سراپا علم و فضل اور فقہ کو کھو دیا۔ (مصدر سابق)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر اعتراضات کے جوابات

اعتراض:《1》

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معاویہ کے قتل کا حکم دیا تھا؟

امام ذہبی نے تاریخ اسلام میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے: **قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اِذَا رَأَيْتُمْ مُعَاوِيَةَ عَلىٰ مِنْبَرِىْ فَاقْتُلُوْهُ۔**

ترجمہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تم معاویہ کو میرے منبر پر دیکھو تو اُس کو قتل کر دو۔

(تاریخ اسلام: ۱۶۵/۴)

جواب:

یہ روایت ضعیف منکر و نامقبول ہے۔ ابن عدی نے "**اَلْكَامِلُ فِىْ ضُعَفَاءِ الرِّجَالِ**" میں اِس حدیث کو اور کچھ دوسری احادیث کو ذکر کرنے کے بعد یہ لکھا ہے: **وَ هٰذِهِ الْاَحَادِيْثُ عَنْ عَاصِمٍ وَ عَنِ السُّدِّى الَّتِىْ ذَكَرْتُهَا غَيْرُ مَحْفُوْظَةٍ۔**

ترجمہ:

جن احادیث کو میں نے عاصم اور سدی کے حوالے سے نقل کیا، وہ سب غیر محفوظ (نامقبول) ہیں۔

ابن عدی نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس روایت کو عمرو بن عبید نے حضرت حسن کے حوالے سے ذکر کیا ہے اور عمرو بن عبید کے بارے میں امام ایوب نے یہ کہا ہے: "**كَذَبَ عَمْرُو بْنُ عُبَيْدٍ**" عمرو بن عبید نے اس روایت میں جھوٹ بولا ہے۔ ابن عون سے کہا گیا کہ عمرو بن عبید حضرت حسن کے حوالے سے ایسا ایسا کہتے ہیں (کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ معاویہ کو میرے منبر پر دیکھو تو اس کو قتل کر دو) ابن عون نے کہا: **مَا لَنَا وَ لِعَمْرٍو؟ عَمْرو يَكْذِبُ عَلَى الْحَسَنِ۔**

ترجمہ: ہمارا عمرو سے کوئی لینا دینا نہیں۔ عمرو حسن پر جھوٹ باندھتا ہے۔

(الکامل لابن عدی: ۱۸۰/۶)

اگر یہ حدیث سنداً مقبول ہو بھی تو یہ حدیث حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں نہیں ہے، بلکہ ”معاویہ بن تابوہ“ کے تعلق سے ہے، جو منافقین کا سردار تھا۔ اُس نے یہ قسم کھائی تھی کہ ”میں منبر (منبر رسول) پر پاخانہ کروں گا“۔ حضور ﷺ نے اس کے بارے میں ارشاد فرمایا تھا کہ جب تم معاویہ کو میرے منبر پر دیکھو تو قتل کر دو۔ علامہ ذہبی نے تاریخ اسلام میں یہ لکھا ہے:

هُوَ مُعَاوِيَةُ بْنُ تَابُوْهُ مِنْ رُؤُوسِ الْمُنَافِقِيْنَ حَلَفَ اَنْ يَتَغَوَّطَ فَوْقَ الْمِنبَرِ۔

ترجمہ:

جس کے قتل کا حکم حضور ﷺ نے دیا تھا وہ منافقوں کا سردار معاویہ بن تابوہ تھا، جس نے منبر نبوی پر پاخانہ کرنے کی قسم کھائی تھی۔ (تاریخ اسلام: ۳۱۳/۴)

❁ امام ابن عدی نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب تم معاویہ کو ان لکڑیوں (منبر) پر دیکھو تو اُسے قتل کر دو۔ ایک انصاری شخص اٹھا، اُس نے تلوار ہاتھ میں لے کر خطبہ دینا شروع کیا۔ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم یہ کیا کر رہے ہو؟ اُس نے کہا: میں نے رسول ﷺ سے سنا ہے کہ جب تم معاویہ کو منبر پر خطبہ دیتے ہوئے دیکھو تو اُسے قتل کر دو (لہٰذا میں اُسے قتل کرنا چاہتا ہوں)۔ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نے جو سنا ہے وہ میں نے بھی سنا ہے لیکن ہم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ ہم حضرت عمر کے دور خلافت میں تلوار اٹھائیں، یہاں تک کہ اُن سے اجازت لے لیں۔ لوگوں نے حضرت عمر کو اجازت کے لیے لکھا تو حضرت عمر کا جواب آنے سے پہلے ہی ”معاویہ بن تابوہ“ کی موت کی خبر آئی۔

(الکامل فی ضعفاء الرجال: ۳۴۳/۶)

ابن عدی کی اِس روایت سے معلوم ہوا کہ حدیث میں جس معاویہ کا ذکر ہے وہ منافقین کا سردار ”معاویہ بن تابوہ“ تھا جس نے منبر نبوی پر پاخانہ کرنے کی قسم کھائی تھی۔ اُس منافق کو صحابہ قتل کرنا چاہتے تھے لیکن حضرت عمر کے دور خلافت میں مر گیا تھا۔

اعتراض:《2》

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا سمجھتے تھے؟

''ایک بار معاویہ بن ابی سفیان مدینہ آئے۔ حضرت ابوقتادہ انصاری نے اُن سے ملاقات کی تو معاویہ نے کہا: مجھ سے ملاقات کے لیے سب آئے لیکن انصار نہیں آئے، کیا وجہ ہے؟ حضرت ابو قتادہ نے کہا کہ ہمارے پاس سواریاں نہیں ہیں۔ معاویہ نے کہا: اونٹنیاں کہاں گئیں؟ ابوقتادہ نے فرمایا: انھیں ہم نے بدر کے دن تمہارے اور تمہارے باپ کے تعاقب میں فنا کر دی ہیں۔ پھر ابوقتادہ نے فرمایا: رسول ﷺ نے ہم سے فرمایا ہے کہ بے شک تم لوگ (انصار) ہمارے بعد دیکھو گے تم پر غیر کو ترجیح دی جائے گی (تم کو خلافت نہیں ملے گی)۔ معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے کہا: ایسے موقع کے لیے تمہیں رسول اللہ ﷺ نے کیا حکم دیا ہے؟ حضرت قتادہ نے فرمایا: یہی حکم دیا ہے کہ ہم صبر کریں یہاں تک کہ حضور سے آخرت میں ہماری ملاقات ہو۔ معاویہ نے کہا: پھر تم حضور سے ملاقات تک صبر کرو۔ یہ بات جب عبدالرحمٰن بن حسان کو معلوم ہوئی تو انھوں نے یہ اشعار کہے:

أَلَا اَبْلِغْ مُعَاوِيَةَ بْنَ حَرْبٍ
اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَنَا كَلَام
فَاِنَّا صَابِرُوْنَ وَ مُنْظِرُوْكُمْ
اِلٰى يَوْمِ التَّغَابُنِ وَالْخِصَام

ترجمہ:

سنو! امیر المومنین معاویہ بن حرب کو ہماری یہ بات پہنچا دو، ہم صبر کرنے والے ہیں اور تمہیں روز قیامت تک مہلت دینے والے ہیں۔

اِس سے ثابت ہوا کہ حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن حسان حضرت امیر معاویہ کو بُرا سمجھتے تھے۔ (ایک فیس بکی رافضی کی پوسٹ)

جواب:

حضرت عبدالرحمٰن بن حسان (تابعی) نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بُرا نہیں کہا بلکہ انھیں **"امیر المومنین"** کہا۔ حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ نے نہ حضرت امیر معاویہ کو بُرا کہا نہ اُن کے امیر المومنین ہونے کا انکار کیا۔ اگر وہ حضرت امیر معاویہ کو ایسا کچھ کہتے بھی تو وہ صحابی تھے، اُن کے اِس عمل کو غیر صحابی اپنے لیے حجّت بنا کر حضرت امیر معاویہ یا کسی صحابی پر زبان دراز کرنے کا ہرگز مجاز نہیں۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کہا اُس کا حاصل یہ ہے کہ جب مسئلہ خلافت میں مہاجرین وانصار کے درمیان شدید اختلاف واقع ہوا تو انصار نے خود کو مستحق خلافت قرار دیتے ہوئے یہ دلیل پیش کی کہ ہم نے سختی کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین کو اپنے گھروں میں پناہ دی اور اُن کی مدد کی لہٰذا ہم ہی خلافت کے زیادہ حق دار ہیں۔ اُس کے جواب میں مہاجرین کی طرف سے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث پیش کی گئی کہ "خلیفہ قریش سے ہوگا"۔ اِس بات پر انصار نے خاموشی اختیار کر لی اور بغیر مخاصمت کے امرِ خلافت کو مہاجرین کے حوالے کر دیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اِس ارشاد کو یاد کر کے صبر کا دامن تھام لیا۔ "اِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ اَثْرَةً بَعْدِیْ" اے انصار! میرے بعد تم دیکھو گے کہ تم پر دوسروں کو ترجیح دی جائے گی (مہاجرین کو خلافت ملے گی) ایسے وقت میں تم صبر کرنا، یہاں تک کہ مجھ سے ملاقات کرو گے۔ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی اِسی بشارت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے حضرت ابوقتادہ انصاری اور حضرت عبدالرحمٰن بن حسان رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ سے یہ کہا کہ "ہم انصار تو وہ ہیں جنھوں نے اسلام کے راستے میں تم سے اور تمہارے باپ سے جہاد کرنے میں اپنی اونٹنیاں صرف کر دی ہیں۔ ہم تم سے پہلے اسلام لانے والے ہیں

لہٰذا ہم تم سے زیادہ مستحق خلافت تھے، لیکن ہم نے رسول خدا ﷺ کے فرمان کو سامنے رکھ کر خلافت کو تمہارے حوالے کر دیا ہے اور فرمان نبوی کے مطابق ہم صبر کر رہے ہیں، یہاں تک کہ وعدے کے مطابق بروزِ قیامت حضور ﷺ سے ہم ملاقات کریں گے اور اپنے صبر کا بدلہ پائیں گے۔"

روایتِ مذکورہ میں نہ حضرت امیر معاویہ کو بُرا کہا گیا ہے نہ ہی اُن کے امیر المومنین ہونے کا انکار کیا گیا ہے، بلکہ اُس روایت میں تو صراحت کے ساتھ حضرت امیر معاویہ کو **"امیر المومنین"** کہا گیا ہے۔ لہٰذا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بُرا کہنے کے جواز پر روافض کا روایتِ مذکورہ کو دلیل بنانا باطل ہے۔

اعتراض: ﴿3﴾

معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت پہ کوئی معتبر حدیث نہیں؟

علامہ ذہبی نے امام اسحاق بن راہویہ کا یہ قول نقل کیا ہے: لَا یَصِحُّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ فِیْ فَضْلِ مُعَاوِیَۃَ شَیْءٌ ۔ معاویہ کی فضیلت میں نبی کریم ﷺ کی کوئی حدیث صحیح نہیں ہے۔ (سیر اعلام النبلاء: ۱۳۲/۳)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں معاویہ کے فضائل و مناقب کسی محدث، امام، فقیہ نے بیان نہیں کیے ہیں۔ سب نے سکوت کیا ہے۔

جواب:

شیعہ روافض اِس قول سے کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں؟ اگر یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی کوئی فضیلت نہیں ہے تو یہ اُن کی نا سمجھی ہے، کیوں کہ اسحاق ابن راہویہ کے قول کا وہ مطلب نہیں جو شیعہ روافض سمجھانا چاہتے ہیں۔ کیوں کہ کسی صحابی کی فضیلت پر ایک صحیح حدیث کیا کوئی ضعیف حدیث بھی نہ ہو تو بھی غیر صحابی پر صحابی کی سب سے بڑی فضیلت اُس کا صحابی ہونا ہے۔

صحابیت کے حوالے سے صحابۂ کرام کی فضیلت پر جو قرآنی آیات اور احادیث صحیحہ وارد ہیں اُن کے عموم میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی داخل ہیں۔

ہزاروں کی تعداد میں ایسے صحابۂ کرام ہوں گے جن کی فضیلت پر خصوصی طور پر کوئی ایک حدیثِ صحیح بلکہ ضعیف حدیث بھی مروی نہیں ہے، تو کیا اِس بنا پر یہ کہنا درست ہوگا کہ اُن صحابۂ کرام کی کوئی فضیلت نہیں ہے؟

پھر اگر امام اسحاق بن راہویہ نے فضائل معاویہ سے متعلق کسی حدیث کو صحیح نہیں کہا ہے تو انھوں نے حدیثِ حسن ہونے کا انکار کب کیا ہے؟ ''حدیث صحیح نہیں ہے'' کو

''موضوع اور غلط ہے'' سمجھنا اور سمجھانا جہالت بھی ہے اور سخت گمراہ گری بھی۔

علاوہ ازیں بابِ فضائل میں صرف حدیثِ صحیح کا مطالبہ کرنا خوارج و وہابیہ کا طریقہ ہے جیسے شیعہ روافض بغضِ امیر معاویہ میں گلے لگاتے ہیں۔

اگر اسحاق بن راہویہ کے قول کی بنا پر شیعہ روافض یہ کہتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر کوئی معتبر و مقبول حدیث نہیں ہے اور اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں کسی محدث و امام نے حضرت امیر معاویہ کی فضیلت بیان نہیں کی ہے، تو وہ یہ بتائیں کہ امام ترمذی نے ''**سنن الترمذی**'' میں یہ عنوان کیوں قائم کیا ہے؟ ''**مَنَاقِبُ مُعَاوِيَةَ بْنِ اَبِىْ سُفْيَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ**''۔ انھوں نے اِس عنوان کے تحت یہ حدیث ذکر کی ہے کہ رسول کریم علیہ الصلاۃ والسلام نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں یہ دعا فرمائی تھی کہ ''اے اللہ معاویہ کو ہادی و مہدی بنا''۔ اِس حدیث کو امام ترمذی نے حسن غریب کہا ہے۔ کیا شیعوں کے یہاں حدیث حسن فضائل میں بھی مقبول نہیں؟

❁ شیعہ روافض، علامہ آجری بغدادی متوفی 360ھ کے بارے میں کیا کہیں گے؟ انھوں نے اپنی کتاب ''**الشریعۃ**'' میں ایک بڑا عنوان قائم کیا ہے: **كِتَابُ فَضَائِلِ مُعَاوِيَةَ بْنِ اَبِىْ سُفْيَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ**۔ اِس عنوان کے تحت حضرت امیر معاویہ کے یہ فضائل ذکر کیے ہیں۔

(۱) صحابیِ رسول تھے (۲) کاتب وحی تھے (۳) اللہ کے رسول ﷺ نے اُن کے لیے یہ دعائیں فرمائی ہیں:

''اے اللہ! معاویہ کو عذاب سے محفوظ فرما۔ انھیں کتاب کا علم عطا فرما۔ حکومت عطا کر۔ ہادی و مہدی بنا۔ اے اللہ! اُن کے سینے کو حلم و علم سے معمور فرما۔ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بہن امّ حبیبہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرما کر سسرالی رشتہ قائم فرمایا تو حضرت ام حبیبہ ام المومنین ہوئیں اور حضرت معاویہ مومنین کے ماموں ہوئے۔ اللہ تبارک

وتعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰهُ النَّبِیَّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ۔ (التحریم:8) اللہ تعالیٰ بروز قیامت نبی ﷺ کو اور اُن کے ساتھ ایمان لانے والوں (صحابہ) کو رُسوا نہیں فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ضمانت لی ہے کہ وہ اپنے رسول کے مومن ساتھیوں (صحابہ) کو رسوا نہیں فرمائے گا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے والے اور آپ کی معیت والے تھے"۔ (الشریعۃ للآجری: ۲۴۳۱/۵)

❁ امام احمد بن حنبل نے اپنی کتاب "فضائل الصحابہ" میں یہ عنوان قائم کیا ہے: **فَضَائِلُ مُعَاوِیَةَ بْنِ اَبِیْ سُفْیَانَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا** ۔اس عنوان کے تحت حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی حدیث نقل کی ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں یہ دعا فرمائی: اَللّٰهُمَّ عَلِّمْ مُعَاوِیَةَ الْکِتَابَ وَالْحِسَابَ وَقِهِ الْعَذَابَ۔ اے اللہ! معاویہ کو کتاب اور حساب کا علم عطا فرما اور ان کو عذاب سے محفوظ فرما۔

(فضائل الصحابۃ: ۹۱۵/۲)

❁ محدث عبدالکریم بن محمد الرافعی القزوینی متوفی 623ھ نے ایک مستقل کتاب "فَضَائِلُ مُعَاوِیَةَ" تصنیف کی ہے۔ (التدوین فی اخبار قزوین: ۳۵۲/۳)

❁ علامہ ذہبی نے خطیب بغدادی کا قول نقل کیا ہے کہ محمد بن عبدالواحد بن ابی ہاشم البغدادی جو اپنے وقت کے ثقہ محدث اور لغوی بھی تھے، اُن کی ایک کتاب "**فضائل معاویہ**" تھی جسے وہ اپنے ہر شاگرد کے سامنے پڑھا کرتے تھے۔ (تاریخ الاسلام: ۳۳۵/۲۵)

❁ علامہ ذہبی نے خطیب بغدادی کے حوالے سے یہ لکھا ہے کہ یوسف بن عمر بن مسرور ابوالفتح القواس بغداد کے جلیل القدر ثقہ محدث، عابد وزاہد اور مستجاب الدعوات (صوفی بزرگ) بھی تھے۔ وہ مادرزاد ولی تھے۔ امام دارقطنی کا قول ہے کہ جب ابوالفتح القواس بچے تھے تو ہم اُن سے برکت حاصل کرتے تھے۔ انھوں نے "فضائل معاویہ" پر ایک رسالہ تحریر فرمایا تھا جسے ایک چوہے نے کاٹ دیا تو آپ نے غضبناک ہو کر چوہے کے لیے بددعا کی تو

چوہا چھت سے گر کر اسی وقت مر گیا۔ (تاریخ الاسلام: ۱۱۴/۲۷)

❁ صحیح البخاری میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا گیا کہ امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے، انھوں نے ایک ہی رکعت وتر پڑھی؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اَصَابَ اِنَّهٗ فَقِيْهٌ (انھوں نے اپنے اجتہاد سے درست کیا، کیوں کہ وہ فقیہ ہیں)۔ (صحیح البخاری: حدیث 3765)

دوسری روایت میں ہے: دَعْهُ فَاِنَّهٗ صَحِبَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ انھیں پڑھنے دو وہ صحابیِ رسول ہیں۔ امام ابن حجر عسقلانی اس کی شرح میں لکھتے ہیں: اَیْ اُتْرُكِ الْقَوْلَ فِيْهِ وَالْاِنْكَارَ عَلَيْهِ فَاِنَّهٗ قَدْ صَحِبَ۔ اُن کی شان میں چوں چرا اور انکار واعتراض نہ کرو کیوں کہ وہ صحابی ہیں۔

صحیح بخاری کی اِس روایت میں روافض پر کئی ہتھوڑے برسائے گئے ہیں۔

اول: حضرت معایہ رضی اللہ عنہ کو امیر المومنین کہا گیا ہے۔ دوم: انھیں فقیہ کہا گیا ہے۔

سوم: حضرت معاویہ کی فضیلت پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی صحیح روایت پیش کی گئی ہے۔

چہارم: حضرت معاویہ صحابی ہیں۔

چاروں باتیں روافض کے لیے قیامت سے کم نہیں۔ اب دیکھتے ہیں روافض کیا کرتے ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو بھی ناصبی وخارجی کہتے ہیں یا امام بخاری کو؟ یا بخاری کی صحیح روایت کو ہی موضوع قرار دیتے ہیں؟

❁ حافظ ابن کثیر نے یہ لکھا ہے:

ثُمَّ سَاقَ ابْنُ عَسَاكِرَ اَحَادِيْثَ كَثِيْرَةً مَوْضُوْعَةً بِلَا شَكٍّ فِیْ فَضْلِ مُعَاوِيَةَ اَضْرَبْنَا عَنْهَا صَفْحًا وَ اكْتَفَيْنَا بِمَا اَوْرَدْنَاهُ مِنَ الْاَحَادِيْثِ الصِّحَاحِ وَالْحِسَانِ۔

ترجمہ:

ابن عساکر نے بلاشبہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں کثیر موضوع احادیث کوذکر کیا ہے، جنھیں ہم نے بالکل نظر انداز کر دیا ہے اور صرف صحیح اور حسن احادیث کو ہی ذکر کیا ہے۔

(البدایہ والنھایہ:۱۳۱/۸)

فضائلِ معاویہ رضی اللہ عنہ کے باب میں حدیثِ صحیح یا حسن کے قائلین، اگر شیعہ گروہ کے نزدیک جاہل ہیں تو حافظ ابن کثیر کو وہ کیا کہیں گے؟ ابن کثیر بھی تو یہ کہتے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں کچھ حدیثیں صحیح بھی ہیں اور حسن بھی ہیں؟

اعتراض:﴿4﴾

ابن حجر عسقلانی کے نزدیک فضائل معاویہ پر کوئی حدیث صحیح نہیں؟

امام ابن حجر عسقلانی نے ''فتح الباری'' میں امام اسحاق ابن راہویہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ فضائل معاویہ (رضی اللہ عنہ) میں کوئی روایت صحیح نہیں ہے۔اِسی نکتہ کو سامنے رکھتے ہوئے اور اپنے شیخ (ابن اسحاق) کے قول پر اعتماد کرتے ہوئے معاویہ (رضی اللہ عنہ) سے متعلق روایت کے عنوان میں انھوں لفظ ''منقبۃ'' کو ذکر نہیں کیا ہے۔اس سے ثابت ہوا کہ امام بخاری کا بھی یہی موقف تھا کہ معاویہ (رضی اللہ عنہ) کی فضیلت میں کوئی روایت صحیح نہیں ہے۔

(ایک فیکس بکی رافضی کی وال سے ماخوذ)

جواب:

روافض کا یہ طریقہ یہود کے طریقہ کی طرح ہے کہ وہ حق کو باطل سے مخلوط کرتے ہیں اور حق کو جان بوجھ کر چھپاتے ہیں۔ یہاں پر بھی روافض نے وہی کام کیا ہے۔

امام ابن حجر عسقلانی نے یہ فرمایا ہے کہ امام بخاری نے اپنے شیخ کے قول پر اعتماد کرتے ہوئے اور ان کا لحاظ کرتے ہوئے عنوان میں لفظ ''منقبت'' کو ذکر نہیں کیا ہے،

لیکن انھوں نے عملاً اپنی تحقیق کو پیش کر دیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں صحیح روایت موجود ہے، جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت صحیح سند کے ساتھ موجود ہے۔ پھر امام بخاری نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ لکھ کر اور روایت میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے تعلق سے لفظ ''**امیر المومنین**'' کو نقل کر کے بڑی خوبصورتی کے ساتھ روافض کا رد بھی کر دیا ہے۔ امام ابن حجر عسقلانی کے الفاظ ملاحظہ کیجئے:

فَهٰذِهِ النُّكْتَةُ فِيْ عُدُوْلِ الْبُخَارِيْ عَنِ التَّصْرِيْحِ بِلَفْظِ "مَنْقَبَة" اِعْتِمَادًا عَلٰى قَوْلِ شَيْخِهٖ لٰكِنْ بِدَقِيْقِ نَظْرِهٖ اِسْتَنْبَطَ مَا يَدْفَعُ بِهٖ رُؤُوْسَ الرَّوَافِضِ ۔ وَ قِصَّةُ النَّسَائِيْ فِيْ ذَالِكَ مَشْهُوْرَةٌ وَ كَانَّهٗ اِعْتَمَدَ اَيْضًا عَلٰى قَوْلِ شَيْخِهٖ اِسْحَاقَ وَ كَذَالِكَ فِيْ قِصَّةِ الْحَاكِمِ۔

ترجمہ:

بخاری نے اپنے شیخ اسحاق بن راہویہ کے قول پر اعتماد کر کے عنوان میں صراحت کے ساتھ لفظ ''منقبت'' کو ذکر نہیں کیا ہے لیکن دقّتِ نظر سے انھوں نے روایت سے ایسی دلیل نکالی ہے جو رافضیوں کے سروں کو کچلنے کے لیے کافی ہے۔ اس سلسلے میں امام نسائی کا قصہ مشہور ہے۔ انھوں نے بھی اپنے شیخ امام اسحاق کے قول پر اعتماد کر کے یہ کہا تھا کہ فضائل معاویہ میں کوئی روایت صحیح نہیں ہے۔ ایسا ہی حاکم کا قصہ بھی ہے۔ (فتح الباری: ۷/۱۰۴)

پھر امام اسحاق بن راہویہ، امام نسائی اور بعض محدثین نے اپنی مطلوبہ شرط کے مطابق فضیلتِ معاویہ رضی اللہ عنہ کے باب میں حدیثِ صحیح ہونے کا انکار کیا ہے، حدیثِ حسن کا انکار نہیں کیا ہے اور فضائل کے لیے حدیثِ حسن بلکہ بعض ضعیف احادیث بھی معتبر ہیں۔ لہٰذا امام اسحاق اور نسائی وغیرہ کے قول کو پیش کرنے سے روافض کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

اگر روافض کو یہ کہنے کی ضد ہو کہ بخاری کے عنوان میں ''**فضیلۃ یا منقبۃ**'' کا لفظ نہیں ہے اس لیے ہم یہ کہیں گے کہ امام بخاری امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کی فضیلت کے قائل نہیں تھے تو

روافض سے ہم یہ سوال کریں گے کہ امام بخاری نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے مناقب کے لیے جو باب قائم کیا ہے اس میں بھی ’’منقبۃ یا فضیلۃ‘‘ کا لفظ نہیں ہے بلکہ عنوان یہ ہے ’’باب ذکر العباس بن عبد المطلب رضی اللّٰہ عنہ‘‘ تو کیا یہ کہا جائے گا کہ بخاری کے نزدیک حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی فضیلت ثابت نہیں ہے، کیوں کہ انھوں نے عنوان میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے متعلق عنوان میں لفظ ’’فضیلۃ یا منقبۃ‘‘ نہیں لکھا ہے؟ ایسا ہرگز نہیں

حاصل کلام یہ ہے کہ اہل سنت و جماعت کا ہرگز یہ دعویٰ نہیں ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں تمام احادیث صحیح ہیں۔ بہت سی حدیثیں موضوع بھی ہیں، ضعیف بھی ہیں اور حسن بھی ہیں۔ اِسی طرح فضائل اہل بیت اور فضائلِ مولیٰ علی میں بھی بعض موضوع روایات ہیں۔لیکن اِس بنا پر صحابہ واہل بیت کی فضیلت کا انکار کرنا جہالت و گمرہی ہے۔اسی طرح صحابی رسول حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا مطلقاً انکار کرنا اوران پرطعن وتشنیع کرنا بھی گمرہی ہے۔

کسی صحابی کے تعلق سے ایک بھی صحیح حدیث موجود نہ ہو بلکہ سرے سے کوئی حدیث ہی نہ ہوتو بھی وہ صحابی ہیں اوراعلیٰ سے اعلیٰ غیر صحابی غوث وقطب سے بھی افضل وبرتر ہیں۔

اعتراض:《5》

حدیث میں معاویہ رضی اللہ عنہ کو ظالم بادشاہ کہا گیا ہے؟

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ خلافت میرے بعد تیس سال رہے گی، پھر کاٹنے والی بادشاہت (مُلک عَضُوض) ہوگی۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ تک خلافت کے تیس سال پورے ہوگئے، اُس کے بعد معاویہ بن ابی سفیان کاٹنے والی بادشاہت (ظالم بادشاہت) کے پہلے باداشاہ ہوئے۔ (اجمیر کے رافضی کا وِیڈیو)

جواب:

حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ خلافت علیٰ مِنْھاجِ النبوہ (نیابتِ رسول والی خلافت) کی مدت (تیس سال) کے بعد کوئی بھی عادل خلیفہ نہیں ہوگا، جتنے بھی سلاطینِ اسلام اور امیر المسلمین ہوں گے سب کے سب ظالم و جابر اور بُرے ہوں گے۔ بلکہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ خلافتِ راشدہ کے بعد اکثر خلفاوامرا ظالم ہوں گے۔

چنانچہ محدث علی قاری نے یہ تحریر فرمایا ہے:

وَ لَیْسَ الْمُرَادُ اِنْتِفَاءَ الْخِلَافَةِ عَنْ غَیْرِھِمْ حَتّٰی یُنَافِیَ قَوْلَهٗ عَلَیْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: یَکُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ اِثْنَا عَشَرَ خَلِیْفَةً. بَلِ الْمُرَادُ تَصْوِیْبُ رَأْیِھِمْ وَ تَفْخِیْمُ اَمْرِھِمْ. (مرقاۃ المفاتیح:۱/۲۵۳)

ترجمہ:

حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ خلفائے راشدین کے بعد خلافت نہیں ہوگی۔ اگر یہ مطلب ہوتو آپ ﷺ کی حدیث "میری امت میں بارہ خلفا ہوں گے" کی مخالفت لازم آئے گی۔ لہٰذا حدیث کا مطلب یہ ہے کہ میرے بعد تیس سال تک خلفاء، صائب الرائے اور عظیم

الشان ہوں گے۔(ایسی شان بعد کے خلفا کی نہیں ہوگی)۔

مزید تحریر فرمایا:

وَ هٰذَا مَبْنِیٌّ عَلَى الْغَالِبِ اِذَا النَّادِرُ لَا حُکْمَ لَهُ فَلَا شَکَّ بِاَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِالْعَزِیْزِ کَانَ عَادِلًا حَتّٰی سُمِّیَ عُمَرَ الثَّانِیَ۔ (ایضًا)

ترجمہ:

''پھر ظالم بادشاہت ہوگی'' سے مراد یہ ہے کہ تیس سال کے بعد اکثر بادشاہ ظالم ہوں گے۔اکثر کے اعتبار سے کہا گیا ہے کہ تیس سال کے بعد ظالم بادشاہ ہوں گے،یعنی اکثر ظالم ہوں گے اور کچھ عادل ہوں گے۔کیوں کہ اِس میں شک نہیں کہ عمر بن عبدالعزیز عادل تھے ،یہاں تک کہ انھیں عُمَرِ ثانی کہا گیا ہے۔

خلافتِ راشدہ کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز عادل خلیفہ ہوئے۔حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تو اُن سے بدرجہا افضل تھے، کیوں کہ عمر بن عبدالعزیز تابعی تھے،صحابی نہ تھے۔لہٰذا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو عادل لیکن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ظالم بادشاہ کہنا بہت بڑی گمرہی ہے۔حق یہ ہے کہ خلافتِ راشدہ کے بعد آنے والی ملوکیت میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ''خیرُ الملوک''یعنی سب سے اچھے بادشاہِ اسلام تھے۔

چناں چہ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

قَدْ تَقَدَّمَ فِی الْحَدِیْثِ اَنَّ الْخِلَافَةَ بَعْدَهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ ثَلَاثُوْنَ سَنَةً ثُمَّ یَکُوْنُ مُلْکًا وَ قَدْ انْقَضَتِ الثَّلَاثُوْنَ بِخِلَافَةِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِیٍّ فَاَمَّا مُعَاوِیَةُ فَهُوَ اَوَّلُ مُلُوْکِ الْاِسْلَامِ وَ خِیَارِهِمْ۔

ترجمہ:

حدیث میں ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے بعد خلافت تیس سال ہوگی پھر بادشاہت ہوگی۔حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی خلافت تک تیس سال پورے ہوگئے اور

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بادشاہت شروع ہوئی۔ چناں چہ وہ اچھے اسلامی حکمرانوں میں سب سے اول حکمراں تھے۔ (البدایہ والنہایہ: ۲۱/۸)

محدث علی قاری نے ''مُلکِ عَضُوض'' (ظالم بادشاہت) کے تحت یہ لکھا ہے کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مدتِ خلافت کے بعد اکثر اسلامی حکمراں ظالم ہوں گے۔ حدیث میں اشارہ وکنایہ میں بھی یہ بات نہیں کہی گئی ہے کہ ''مُلکِ عَضُوض'' (ظالم حکومت) والے بادشاہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہوں گے۔

شارحینِ حدیث و اسلافِ اہل سنت نے بھی حدیثِ مذکور سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ظالم ہونے پر استدلال نہیں کیا ہے، جیسا کہ شیعہ وروافض کر رہے ہیں۔ لہٰذا حدیثِ مذکور سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ظالم حکمراں ثابت کرنا ظلم وزیادتی اور سخت گمرہی ہے۔

اگر شیعوں رافضیوں کی یہ توضیح تسلیم کر لی جائے کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ خلافتِ راشدہ کے بعد آنے والے تمام خلفا ظالم ہوں گے تو خود شیعوں کے عقیدے کے مطابق حضرتِ امام حسین، امام زین العابدین، امام باقر، امام جعفر، امام موسیٰ کاظم، امام مہدی تک بارہ (۱۲) ائمہ کو ظالم ماننا لازم آئے گا، کیوں کہ شیعوں کے عقیدے کے مطابق مولیٰ علی مرتضیٰ سے لے کر امام مہدی تک بارہ امام علی الترتیب خلیفہ ہیں۔ خلافتِ راشدہ کی مدت امام حسن رضی اللہ عنہ پر ختم ہو چکی ہے، اُس کے بعد اگر مُلکِ عضوض کا زمانہ ہے اور اُس میں ہونے والے تمام خلفا ظالم ہیں تو معاذ اللہ شیعوں کے مطابق امام حسن رضی اللہ عنہ کے بعد دس ائمہ اہل بیت جنھیں وہ خلیفہ مانتے ہیں اُن کا بھی ظالم ہونا لازم آئے گا۔

ہم اہل سنت وجماعت صحابۂ کرام واہلِ بیتِ اطہار کی ناموس وعزت کی حفاظت کو اپنی دینی ذمہ داری تصور کرتے ہیں، لہٰذا یہ کہتے ہیں کہ تمام ائمہ اہل بیتِ اطہار مسلمانوں کے دین وعقائد کے امام ومقتدا ہیں۔ اُن کی محبت ذریعۂ نجات ہے اور تمام صحابہ کرام رسول

پاک ﷺ کی بارگاہ سے بلا واسطہ فیض پانے والے اور آپ کے دیدار سے شرف یاب ہونے والے ہیں۔سب صحابہ مغفور و جنتی ہیں۔نجومِ ہدایت ہیں۔کسی بھی صحابی کے رتبے کو کوئی غیر صحابی نہیں پہنچ سکتا۔لہٰذا اصحابہ سے محبت رکھنا، اُن کی تعظیم کرنا اور اُن کی عزت و ناموس کی حفاظت کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے۔

اہل سنت و جماعت حبِّ اہل بیت کی آڑ میں کسی صحابی کو لعن طعن نہیں کرتے۔ایسا کرنا روافض کا طریقہ ہے اور صحابہ کی تعظیم وتکریم کے نام پر اہل سنت و جماعت عظمتِ اہل بیتِ اطہار کا انکار نہیں کرتے اور ان کی محبت سے اعراض نہیں کرتے کہ یہ ناصبیوں اور خارجیوں کا طریقہ ہے۔اللہ تعالیٰ نے اہل سنت کو دونوں باطل فرقوں سے محفوظ رکھا ہے۔

محدث علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اہل سنت و جماعت کے اِسی طریقۂ اعتدال کو اِن الفاظ میں ذکر کیا ہے:

وَ فِیْہِ رَدٌّ عَلَی الرَّوَافِضِ حَیْثُ یَظُنُّوْنَ بِاَھْلِ السُّنَّۃِ اَنَّھُمْ یُبْغِضُوْنَ اَھْلَ الْبَیْتِ لِاِعْتِقَادِھِمِ الْفَاسِدِ وَ وَھْمِھِمِ الْکَاسِدِ وَ اِلَّا فَاَھْلُ الْحَقِّ یُحِبُّوْنَ جَمِیْعَ الصَّحَابَۃِ وَ کُلَّ اَھْلِ الْبَیْتِ لَا کَالْخَوَارِجِ الْاَعْدَاءِ لِاَھْلِ بَیْتِ النُّبُوَّۃِ وَ لَا کَالرَّوَافِضِ الْمُعَادِیْنِ لِجُمْھُوْرِ الصَّحَابَۃِ وَ اَکَابِرِ الْاَئِمَّۃِ۔

ترجمہ:

اِس میں روافض کا رد ہے۔وہ اپنی بدگمانی و بداعتقادی کے سبب اہل سنت کے بارے میں یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ اہل بیت سے بغض رکھتے ہیں۔یہ اُن کی بدگمانی ہے۔اہلِ حق (اہل سنت) تمام صحابہ اور تمام اہل بیت کی عزت و ناموس کی حفاظت کرتے ہیں۔خوارج کی طرح نہیں ہیں جو اہل بیتِ نبوت کے دشمن ہیں اور روافض کی طرح بھی نہیں جو جمہور صحابہ اور اکابر امت سے عداوت رکھتے ہیں۔ (مرقاۃ المفاتیح: باب مناقب قریش، ۹/۳۸۶۴)

اعتراض: ﴿6﴾

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بُرا بادشاہ کہا؟

سنن الترمذی میں حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: خلافت میرے بعد تیس سال ہوگی پھر "بادشاہت" ہوگی۔ سفینہ نے سعید بن جمہان سے کہا: ابوبکر، عمر اور عثمان (رضی اللہ عنہم) کی خلافت کو لو۔ پھر کہا: علی (رضی اللہ عنہ) کی خلافت کو لو۔ سعید بن جمہان کہتے ہیں کہ ہم نے شمار کیا تو تیس سال پائے۔ میں نے سفینہ سے کہا: بنوامیہ کہتے ہیں کہ خلافت اُنھیں میں ہے؟ تو انھوں نے کہا: كَذَبُوا بَنُو الزَّرْقَاءِ بَلْ هُمْ مُلُوكٌ مِنْ شَرِّ الْمُلُوكِ۔

ترجمہ:

زرقا کے بیٹوں (بنی امیہ) نے جھوٹ کہا۔ بلکہ وہ بُرے بادشاہ ہیں۔ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کی اِس روایت سے ثابت ہوا کہ معاویہ بن ابی سفیان بُرے بادشاہوں میں تھا۔

(ایک گمنام رافضی کی پوسٹ بذریعہ واٹس ایپ)

جواب:

حدیث اپنی جگہ پہ بالکل درست ہے، حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ خلافت تیس سال رہے گی، اُس کے بعد ملوکیت ہوگی۔ لیکن روافض کا اُس سے یہ ثابت کرنا کہ امیر معاویہ بُرے بادشاہوں میں تھے، سراسر گمرہی و گمراہ گری ہے۔

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کا جواب بالکل درست تھا، کیوں کہ قولِ رسول کے مقابلے میں یہ دعویٰ بہرحال جھوٹ ہے کہ امرِ خلافت بنوامیہ میں ہے۔ قولِ رسول یہ ہے کہ خلافت تیس سال رہے گی اور یہ بھی ارشاد ہے کہ بارہ خلفا قریش میں سے ہوں گے۔ اِس ارشادِ مبارک کے مقابلے میں یہ دعویٰ یقیناً جھوٹ ہوگا کہ خلافت بنوامیہ ہی میں ہے۔

اگر روافض کے بقول تمام بنوامیہ کے خلفا بُرے ہیں جیسا کہ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کے

قول سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ تمام خلفائے بنوامیہ بُرے بادشاہ ہیں اور اُن بُرے بادشاہوں میں اول امیر معاویہ ہیں، تو روافض سے سوال یہ ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے بارے میں اُن کا کیا خیال ہے؟ اُن کے عدل وانصاف کی روایات تو مشہور ہیں۔انھیں عمر فاروق ثانی کہاجاتا ہے۔وہ بھی تو بنوامیہ سے تھے؟

روافض،سلیمان بن عبدالملک کے بارے میں کیا کہیں گے،یہ بھی تو صالح عادل اموی خلیفہ تھے؟

اُن کے تعلق سے امام ابن ابن سیرین کا یہ قول ہے:

يَرْحَمُ اللّٰهُ سُلَيْمَانَ اِفْتَتَحَ خِلَافَتَهُ بِاِحْيَاءِ الصَّلَاةِ لِمَوَاقِيْتِهَا وَاخْتَتَمَهَا بِاسْتِخْلَافِهٖ عُمَرَ بْنَ عَبْدِالْعَزِيْزِ۔

ترجمہ:

اللہ تعالیٰ سلیمان بن عبدالملک پر رحم فرمائے۔انھوں نے خلافت پاتے ہی نمازوں کو اُن کے اوقات میں ادا کرنے کی سنت کو زندہ کیا اور خلافت کے اختتام پر حضرت عمر بن عبدالعزیز کو خلیفہ بنایا۔ (تاریخ الخلفاء للسیوطی:۱/۱۸۶)

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کے قول کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ خلافت صرف بنوامیہ میں ہے تو وہ جھوٹ کہتا ہے کیوں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے سوا باقی چار خلفائے راشدین بنو امیہ سے نہیں تھے اور خلافت راشدہ کے بعد بھی بارہ عادل خلفا صرف بنوامیہ میں نہیں ہوں گے۔حضور کے فرمان کے مطابق خلافت راشدہ کے بعد ملوکیت ہوگی اور زیادہ تر امرا غیر عادل، بُرے ہوں گے۔اس لحاظ سے حضرت سفینہ نے فرمایا کہ بنوامیہ کے اکثر امرا بُرے ہوں گے۔

اِس سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ حضرت امیر معاویہ کو انھوں نے بُرے امرا میں شمار کیا ہے؟

روافض کی یہ گمراہ گری ہے کہ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کے قول سے وہ حضرت امیر معاویہ کو بنوامیہ کا پہلا ''بدترین حکمراں'' ثابت کرنا چاہتے ہیں۔حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ پر رافضیوں کی یہ تہمت ہے جس سے صحابی رسول حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کا دامن پاک ہے۔

اعتراض: ﴿7﴾

معاویہ رضی اللہ عنہ کو باغی کہنا حدیث سے ثابت ہے؟

صحیح حدیث سے ثابت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے تعلق سے فرمایا تھا کہ عمار کو ''باغی گروہ'' قتل کرے گا۔ تاریخ گواہ ہے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو جنگ صفین میں معاویہ بن ابی سفیان کے لشکر نے قتل کیا ہے۔ لہٰذا حضرت امیر معاویہ کے باغی ہونے میں کوئی شک نہیں۔ جس کو اللہ کے نبی نے باغی کہا ہے ہم بھی اُسے باغی ہی کہیں گے۔
(ایک بدایونی رافضی کی فیس بک پوسٹ سے ماخوذ)

جواب:

سب سے پہلے یہ دیکھا جائے کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو جنگ صفین میں کس نے قتل کیا تھا اور قتل کا پس منظر کیا تھا؟ یہ جاننے کے لئے جنگ صفین کا ایک مختصر تاریخی جائزہ بھی سامنے رکھنا ضروری ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ صحابۂ کرام کا احترام اور ان کی محبت کا تعلق باب عقائد سے ہے اور اہل سنت کے عقائد سے یہ ہے کہ کسی بھی صحابی سے بغض رکھنا اور اس کی شان میں گستاخی و بے ادبی کرنا گمرہی و بدعقیدگی ہے۔

تاریخی واقعات کذب و افترا اور رطب و یابس سے پاک نہیں ہیں، جب کہ احادیث رسول کو محدثین و اسلاف امت نے چھان پھٹک کر ضعیف کو صحیح سے اور موضوع و من گڑھت کو غیر موضوع سے الگ کر کے کتب احادیث میں محفوظ فرما دیا ہے، لہٰذا تاریخی واقعات کا جب احادیث رسول سے ٹکراؤ ہو تو بہر حال احادیث پر عمل کرنا امت پر لازم ہے۔

صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ صحابہ کو بُرا نہ کہو۔ اب تاریخی واقعہ کچھ بھی کہے بہر حال امت پر لازم ہے کہ صحابہ کی شان میں زبانِ طعن دراز نہ کرے۔ انھیں سب و شتم نہ کرے۔

یہ بات مسلّم ہے کہ جنگ صفّین کے واقع ہونے کا سبب یہ تھا کہ 36ھ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جب حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کی بیعت عامّہ ہوئی اور آپ خلیفۃ المسلمین ہوئے تو حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ اور دیگر امہات المومنین اور حضرت یعلیٰ بن امیہ، حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ مطالبہ کیا کہ وہ بیعت سے پہلے قاتلینِ عثمان کو قتل کریں یا انھیں اُن کے حوالے کریں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتل خوارج کوفہ، بصرہ اور شام وغیرہ میں چھپے ہوئے تھے۔ اِس باغی گروہ کے کچھ افراد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حامیوں کے بھیس میں بھی تھے جب کہ بعض، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بھی انصار بنے ہوئے تھے۔

خونِ عثمان رضی اللہ عنہ کے مطالبے کے لئے سب سے زیادہ پیش پیش ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تھے، کیوں کہ یہ دونوں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قریبی رشتہ دار تھے۔

چناں چہ مکہ مکرمہ میں بعض صحابۂ کرام اور امہات المومنین کی ایک مجلس منعقد ہوئی جس میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے تمام حاضرین کو خونِ عثمان کا بدلہ لینے پر ابھارا۔

ابن کثیر لکھتے ہیں:

فَاجْتَمَعَ فِیْهَا خَلْقٌ مِنْ سَادَاتِ الصَّحَابَةِ وَ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ فَقَامَتْ عَائِشَةُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا فِی النَّاسِ تَخْطُبُهُمْ وَ تَحُثُّهُمْ عَلَی الْقِیَامِ بِطَلَبِ دَمِ عُثْمَانَ۔

ترجمہ:

مکہ میں اکابر صحابہ کی ایک جماعت اور امہات المومنین کا اجتماع ہوا، جس میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے لوگوں سے خطاب فرمایا اور انھیں خونِ عثمان کا

بدلہ لینے پر ابھارا۔ (البدایہ والنہایہ: ۲۵۸/۷)

تمام حاضرین نے ام المومنین رضی اللہ عنہا کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے یہ عہد کیا۔ حَیْثُ مَا سِرْتِ سِرْنَا مَعَکِ ۔آپ جہاں جائیں گی ہم آپ کے ساتھ چلیں گے۔حاضرین میں سے بعض نے شام جا کر حضرت امیر معاویہ سے ملاقات کرنے کی تجویز رکھی۔بعض نے کہا کہ ''ہم کو مدینہ چل کر علی ابن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) سے مطالبہ کرنا چاہئے کہ وہ قاتلینِ عثمان کو ہمارے حوالے کریں تا کہ ہم انھیں قتل کریں''۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ نہیں، ہم پہلے بصرہ چلیں گے۔ وہاں پر اپنی عسکری قوت کو مضبوط کریں گے پھر وہاں پر جو قاتلین ہیں انھیں پہلے قتل کریں گے۔اِسی رائے پر سب کا اتفاق ہوا۔

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ایک ہزار لوگوں کے ساتھ بصرہ کی طرف روانہ ہوئیں۔راستے میں لوگ شریک ہوتے گئے یہاں تک کہ تین ہزار افراد ساتھ ہو گئے۔ام المومنین اس سفر میں اونٹنی پر سوار تھیں۔اُن کے ہمراہ اُن کے بھانجے حضرت عبداللہ ابن زبیر بھی تھے۔جب بصرہ کے قریب پہنچیں تو اَحْنَفْ بن قیس وغیرہ کو اطلاع دیں کہ وہ بصرہ آئی ہیں۔حضرت عثمان بن حنیف نے حضرت عمران بن حصین اور ابو الاسود دُؤَلی کو ام المومنین کے پاس بھیجا تا کہ معلوم کریں کہ وہ کس غرض سے آئی ہیں؟ دونوں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بصرہ آنے کا سبب دریافت کیا تو آپ نے جواب دیا کہ وہ خونِ عثمان کا بدلہ لینے کے لیے آئی ہیں، کیوں کہ عثمان (رضی اللہ عنہ) مظلوم شہید کیے گئے ہیں۔وہاں سے دونوں، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور پوچھا: مَا اَقْدَمَکَ؟ آپ یہاں کیوں آئے ہیں؟ حضرت طلحہ نے کہا کہ خونِ عثمان کا بدلہ لینے۔ دونوں نے پوچھا؟ آپ نے علی کی بیعت کی ہے؟ کہا: کیوں نہیں؟ لیکن تلوار میری گردن پر ہے۔میں ان کا سامنا نہیں کروں گا اگر وہ ہمارے اور قاتلینِ عثمان کے درمیان حائل نہیں ہوئے۔پھر دونوں، حضرت زبیر کے پاس گئے۔حضرت زبیر نے بھی وہی جواب دیا۔مختصر یہ کہ عبداللہ بن سبا یہودی جس کی

سازش سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قتل کا حادثہ واقع ہوا اور صحابۂ کرام دو گروہ میں تقسیم ہو گئے، اُسی یہودی اور اس کے خفیہ اعوان و انصار کی سازش کے سبب حضرت مولیٰ علی کی بیعت کے پانچ مہینے کے اندر حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ کے لشکر اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر کے درمیان جنگ جمل واقع ہوئی، جس میں مسلمانوں کے دونوں فریق سے تقریباً تیرہ ہزار افراد مقتول ہوئے۔ (تاریخ مسعودی: التنبیہ والاشراف، ۱/۲۵۵)

جنگ جمل 10 / جمادی الآخرہ 36ھ میں ہوئی اور سات مہینے کے بعد صفر 37ھ میں جنگ صفین ہوئی۔ جنگ جمل اور صفین کے شرکا کے ہر دو فریق میں بعض صحابۂ کرام بھی تھے۔ دونوں جنگوں کا اصل سبب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خون کے بدلے کا مطالبہ تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قاتلین خوارج تھے، جو حضرت عثمان غنی، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما بلکہ تمام صحابہ واہل بیت کے بھی دشمن تھے۔ انھوں نے جنگ صفین میں حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے خلاف کھلی بغاوت کی تھی اور حضرت مولیٰ علی وامیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے مابین صلح کی کاروائی کو مسترد کرتے ہوئے حضرت مولیٰ علی اور امیر معاویہ اور دیگر صحابۂ کرام کو کافر و مشرک کہہ کر مولیٰ علی کے خلاف تلوار اٹھائی تھی۔ حضرت مولیٰ علی نے اُن سے قتال کیا تھا۔ ام المومنین عائشہ صدیقہ ودیگر امہات المومنین، امیر معاویہ رضی اللہ عنہما اور اُن کے اصحاب کا کہنا تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ قاتلینِ عثمان سے قصاص لیں یا انھیں اُن کے حوالے کریں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حالات کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے اور اصول پسندی کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ چاہتے تھے کہ پہلے بیعت کا معاملہ تام ہو جائے پھر تفتیش و تحقیق کے مراحل طے ہوں گے اور حالات سازگار ہوں گے تو قاتلین کو انجام تک پہنچایا جائے گا۔ خونِ عثمان کا بدلہ طلب کرنے والے اصحابہ چاہتے تھے کہ پہلے قصاص لیا جائے پھر بیعت ہو اور حضرت علی اور آپ کے اصحاب کا کہنا تھا کہ پہلے بیعت ہو پھر قصاص کا معاملہ حل کیا جائے۔ ہر فریق دوسرے کو ناحق اور خود کو حق پر سمجھتا تھا۔ لیکن یہ بات مسلّم ہے کہ حق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا اور

آپ کے مقابلے میں آنے والے صحابۂ کرام بشمول حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما اجتہادی خطا پر تھے۔ ہر گروہ دوسرے کو باغی و ظالم تصور کرتا تھا جس کے نتیجے میں جنگ جمل اور جنگ صفین کے حادثے وجود میں آئے۔

اس مسئلے میں صحابہ مختلف الرائے ہو گئے تھے حتیٰ کہ خود امام حسن رضی اللہ عنہ نے بھی شروع میں حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کو یہ مشورہ دیا تھا کہ آپ باغیوں کے منصوبے کی تکمیل سے پہلے یعنی قتلِ عثمان کے فتنے سے قبل ہی مدینہ سے باہر چلے جائیں، لیکن ایسا نہیں کیا گیا اور قتلِ عثمان کا واقعہ پیش آ گیا۔ فتنہ مزید بھڑک اٹھا تو پھر امام حسن رضی اللہ عنہ نے مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ بیعت کے معاملہ کو ابھی مؤخر رکھا جائے اور اہل بصرہ اور اہل شام جو بیعت سے پیچھے رہ گئے ہیں اُن سے قتال کے لیے مدینہ سے نہ نکلا جائے۔ لیکن جب حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے انھیں سمجھایا تو وہ خاموش ہو گئے۔

قتلِ عثمان رضی اللہ عنہ کے حادثے کے بعد جب کچھ لوگوں نے حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کو بھی اِس کا ذمہ دار ٹھہرانا شروع کیا اور حالات بہت زیادہ کشیدہ ہو گئے تو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ سے کہا:

اَلَمْ آمُرْکَ قَبْلَ مَقْتَلِ عُثْمَانَ اَنْ تَخْرُجَ مِنْهَا لِئَلَّا يُقْتَلَ وَ اَنْتَ بِهَا فَيَقُوْلَ قَائِلٌ اَوْ يَتَحَدَّثَ مُتَحَدِّثٌ؟ اَلَمْ آمُرْکَ اَنْ لَا تُبَايِعَ النَّاسَ بَعْدَ قَتْلِ عُثْمَانَ حَتّٰى يَبْعَثَ اَهْلُ كُلِّ مِصْرٍ بَيْعَتَهُمْ؟

ترجمہ:

کیا میں نے آپ سے نہیں کہا تھا کہ قتل عثمان سے پہلے آپ مدینہ سے نکل جایئے، کیوں کہ آپ کی موجودگی میں وہ قتل ہوں گے تو کہنے والا نہ جانے کیا کیا کہے گا؟ کیا میں نے آپ سے قتل عثمان کے بعد یہ نہیں کہا تھا کہ آپ، لوگوں سے بیعت نہ لیجئے یہاں تک کہ ہر شہر کے لوگ آپ سے بیعت خود کریں؟

(البدایہ والنھایہ: ابتداء وقعۃ جمل، ۱۰/۱/۴۴۱)

الغرض، شہادتِ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بعد باغی گروہ یہ چاہتا تھا کہ اپنے جرم کا کوئی جواز پیدا کر لے تا کہ انصاف کے کٹہرے میں کھڑے ہونے سے بچ سکے۔ پہلے وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور انھیں خلافت کی پیش کش کی مگر انھوں نے انھیں جھڑک کر واپس بھیج دیا۔ وہ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کے پاس گئے۔ انھوں نے بھی انھیں منہ نہ لگایا۔ پھر انھوں نے ایک اور حربہ اختیار کیا کہ مدینہ کی گلیوں میں اعلان کرنے لگے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہو کہ وہ خلافت سنبھال لیں ورنہ تمہارا قتل عام شروع کر دیں گے۔ اس کے نتائج خاطر خواہ نکلے۔ لوگ روتے پیٹتے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور استدعا کی کہ انھیں باغیوں کی دستبرد سے بچائیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کی آہ وفغاں سے متاثر ہوئے مگر یہ فرمایا کہ خلافت عوام الناس کا معاملہ ہے۔ میں نہ تو آپ کے کہنے پر اور نہ ہی باغیوں کے کہنے پر اسے سنبھال سکتا ہوں۔ یہ بات تو درست ہے کہ خلیفہ کی ضرورت ہے مگر اس کے لیے لوگوں کی رائے لینی ہوگی۔ اس لیے میں کل نمازِ فجر کے بعد لوگوں سے اس بارے میں پوچھوں گا۔ اگلے روز نماز کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے منبر پر کھڑے ہو کر بے گناہ خلیفۂ راشد کے بہیمانہ قتل پر دلی دکھ اور صدمے کا اظہار کرنے کے بعد فرمایا کہ آپ لوگ کسی کو خلیفہ منتخب کر لیں۔

لوگوں کو توقع تھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خلافت کا آغاز ہی قاتلینِ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی گرفتاری سے کریں گے مگر دن اور ہفتے گزرنے لگے اور ایسا کچھ بھی نہ ہوا۔ مدینہ کا کنٹرول عملی طور پر باغیوں کے ہاتھ میں تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے باغیوں کی سرکوبی کا معاملہ بڑا مشکل تھا۔ اب باغیوں کی طرف سے مدینہ سے ایک اور خط پورے عالمِ اسلام میں پھیلایا گیا جس میں کہا گیا کہ "علی (رضی اللہ عنہ) نے خلیفہ بننے کے لیے عثمان (رضی اللہ عنہ) کو قتل کرایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قاتلینِ عثمان (رضی اللہ عنہ) سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا۔" آہستہ آہستہ لوگوں کو اس الزام پر یقین آنے لگا۔

یہ فطری بات تھی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اہلیہ اور رشتہ داروں نے ہر شخص سے زیادہ آواز بلند کی کہ قاتلینِ عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف کارروائی کی جائے۔لیکن شاید مدینہ کے حالات سے مایوس ہو کر آپ کی اہلیہ نے اپنی کٹی ہوئی انگلیاں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا خون آلود کرتا جو بوقتِ شہادت زیب تن کیے ہوئے تھے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو شام بھجوادیا اور جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قریبی رشتہ دار تھے ان پر زور دیا کہ قتلِ عثمان رضی اللہ عنہ کا انتقام لیا جائے۔

غالبًا سبائیوں نے بھی شام سے خطوط حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھجوائے جن میں انھیں بھڑکایا گیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنی خلافت کی منصوبہ بندی کر رہے ہیں اور راہِ اسلام سے بھی ہٹ گئے ہیں۔اس قسم کے خطوط جب ایک تسلسل اور منصوبہ بندی کے ساتھ آئیں تو اپنا اثر ضرور دکھاتے ہیں۔ چنانچہ اس سے متاثر ہو کر حضرت علی نے حضرت معاویہ کو شام کی امارت سے معزول کر کے سہل بن حنیف کو نامزد فرمایا۔ابھی حضرت سہل رضی اللہ عنہ شام نہیں پہنچے تھے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑ سواروں نے انھیں شکست دے کر واپس جانے پر مجبور کیا۔ سبائیوں (قاتلین عثمان) نے اس صورتِ حال کا فائدہ اٹھاتے ہوئے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف بھڑکانے کی کوشش کی،لیکن وہ ان کے چکر میں آنے والے نہ تھے۔ انھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خط کا جواب نہایت نرمی سے دیا اور کہا کہ جب قاتلینِ عثمان (رضی اللہ عنہ) کو گرفتار کر کے سزا دے دی جائے گی تو وہ بیعت کر لیں گے۔

اسی اثنا میں سبائیوں کی طرف سے حضرت عائشہ، حضرت حفصہ اور دوسری ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن کو خطوط بھجوائے گئے جن میں الزام لگایا گیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ قاتلینِ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو سزا دینے سے انکاری ہیں اور امہات المومنین کی حیثیت سے آپ کا یہ حق ہے کہ آپ اپنے ''بچے'' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کے سروں کا مطالبہ کریں۔

بصرہ سے آنے والے خطوط میں یہ پیش کش بھی کی گئی کہ اگر امہات المومنین رضی اللہ عنھن بصرہ آئیں تو وہ انھیں ہر ممکن مدد کے لیے حاضر پائیں گی۔ کچھ عرصہ بعد حضرت

طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما مکہ جانے کے لیے مدینہ سے روانہ ہو گئے۔ ان کی منزل بصرہ تھی۔ مؤرخوں کا کہنا ہے کہ ان کی روانگی سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خطرہ لاحق ہوا کہ اگر انھوں نے بصرہ کے خزانے پر قبضہ کر لیا اور وہاں کی فوج ان سے مل گئی تو وہ حکومت کے لیے خطرہ بن جائیں گے۔ اس لیے انھوں نے بھی عراق جانے کا قصد کر لیا۔ ادھر ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا پر ان کے بھائی عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ مسلسل زور دے رہے تھے کہ وہ سیاست میں سر گرم حصہ لیں۔ اسی اثنا میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی اپنے کچھ قریبی عزیزوں کے ہمراہ عراق تشریف لے گئیں۔ بصرہ کے نزدیک ام المومنین رضی اللہ عنہا کے گرد جمع ہونے والوں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوج میں تصادم کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ سبائیوں کی مراسلاتی مہم سے بہت سی غلط فہمیاں جنم لے چکی تھیں۔ بعض مخلص اور غیر جانبدار مسلمانوں نے مصالحت کی کوششیں شروع کر دیں اور جلد ہی یہ کوششیں بارآور ثابت ہوئیں۔ حقیقت یہ تھی کہ نہ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ قاتلینِ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو سزا دینے کے خلاف تھے اور نہ ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کے کوئی ذاتی عزائم تھے۔

امن معاہدہ ہو گیا اور دونوں طرف کے لوگ پہلی بار سکون کی نیند سو گئے۔ بظاہر ابن سبا کے کھیل کی بساط الٹ چکی تھی۔ مگر وہ حوصلہ ہارنے والوں میں سے نہیں تھا۔ رات کے آخری پہر اس کے کچھ آدمی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے کیمپ میں داخل ہو گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوج پر حملہ کر دیا۔ قدرتی طور پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کیمپ کو گمان ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے معاہدہ کی خلاف ورزی کی گئی ہے۔ ایسی سنگین صورتِ حال میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انتہائی جرأت مندی سے صورت حال کا مقابلہ کیا اور آخر تک اپنی اونٹنی پر سوار رہیں۔ جمل کا مطلب اونٹ ہے، اسی لیے اس جنگ کو جنگ جمل کہتے ہیں۔ لڑائی کے دوران حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوج نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گرد گھیرا ڈال دیا اور عملاً وہ مخالف فوج کی حراست میں آ گئیں۔ ان کے آدمی موقع سے فرار

ہو گئے۔ حضرت علی کی فوج نے ان پر غلبہ پانے کے بعد اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں۔ وہ بلبلا کر بیٹھ گئی۔ اس کے بعد جب صورتِ حال واضح ہوئی تو بہت دیر ہو گئی تھی۔ اس موقع پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان کے حریف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف مدد کی پیشکش کی تاہم حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انتہائی احترام سے ان کی پیشکش کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ان پر زور دیا کہ وہ واپس مدینہ تشریف لے چلیں اور ان کی شایانِ شان واپسی کے انتظامات بھی کر دئے۔

یہ لڑائی کوفہ کے باہر ''خریبہ'' کے مقام پر ہوئی تھی۔ انہی دنوں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منسوب ایک خط مشتہر ہو گیا جس میں لوگوں کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت پر بھڑکایا گیا تھا۔ شہادتِ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد جب یہ خط ان کے علم میں آیا تو انھوں نے کہا: ''قسم اس ذات کی جس پر ایمان لانے والے یقین رکھتے ہیں اور فتنہ گر انکار کرتے ہیں، میں نے اس جگہ بیٹھنے تک کبھی ان لوگوں کو کچھ نہیں لکھا''۔ طبری کی روایت یہ ہے کہ انھوں نے کہا:

''اگر مجھے ظلماً کوڑا بھی مارا جائے تو میں اس کی حمایت نہیں کر سکتی۔ کیا میں اس ناجائز تلوار کی حمایت کر سکتی ہوں جس سے عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا۔ لوگوں نے ان پر الزامات لگائے لیکن جب واضح ہو گیا کہ وہ پاک صاف ہیں اور ان کا کردار اُجلے کپڑے کی طرح بے داغ ہے تو تم لوگوں نے انھیں قتل کر دیا''۔

مسروق کی روایت ہے کہ لوگوں نے کہا ''ام المومنین! آپ ہی نے لوگوں کو خط لکھ کر عثمان (رضی اللہ عنہ) کے خلاف کھڑا کیا تھا؟ تو انھوں نے فرمایا:

''میں قسم کھاتی ہوں اس ذات کی جس پر ایمان لانے والے یقین رکھتے ہیں اور فتنہ گر انکار کرتے ہیں۔ میں نے ان لوگوں کو کبھی کچھ نہیں لکھا''۔

امام اعمش مزید روایت کرتے ہیں کہ ''اس طرح لوگوں کو معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ

رضی اللہ عنہا کے نام سے جعلی خطوط لکھے گئے"۔

جنگ جمل میں کامیابی سے اگر چہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قوتِ خلافت میں اضافہ ہوا مگر شام سمیت کئی بڑے صوبے ابھی تک ان کے کنٹرول سے آزاد تھے۔ اسی اثنا میں معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ خط کتابت جاری رہی۔ جنگ جمل مسلمانوں کے درمیان لڑی جانے والی پہلی جنگ ہے جس میں بھائی نے بھائی کا خون بہایا۔ اس جنگ کے شعلے مزید بھڑکے اور حضرت امیر معاویہ نے قصاص عثمان کا مطالبہ کر دیا اور شام میں بغاوت کی آگ بھڑکی، جس کو سرد کرنے کے لیے جنگ صفین لڑی گئی۔ یوں مسلمانوں کی عظیم ریاست سبائیوں کی سازش سے دو حصوں میں تقسیم ہوگئی۔ اور اتحاد پارہ پارہ ہوگیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوج میں ایک تعداد باغیوں اور قاتلانِ عثمان کی تھی، اِس لیے وہ خود بھی اِس فکر میں تھے کہ کس طرح سے اُن کی سرکوبی کی جائے۔ ان فوجیوں اور باغیوں کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے الفاظ پڑھیے جو شیعوں کی مستند کتاب "**نہج البلاغہ**" میں نقل ہوئے ہیں۔

"میں روز اول سے تمہاری غداری کے انجام کا انتظار کر رہا ہوں اور تمہیں فریب خوردہ لوگوں کے انداز سے پہچان رہا ہوں" (صفحہ ۴۵)۔

"میں تو تم میں سے کسی کو لکڑی کے پیالہ کا بھی امین بناؤں تو یہ خوف رہے گا کہ وہ کنڈا لے بھاگے گا" (صفحہ ٦٩)۔

اپنے اصحاب کی سرزنش کرتے ہوئے فرمایا: "کب تک میں تمہارے ساتھ نرمی کا برتاؤ کروں؟ خدا کی قسم ذلیل وہی ہوگا جس کے تم جیسے مددگار ہوں گے۔ خدا تمہارے چہروں کو ذلیل کرے" (صفحہ ١١٩)۔

اس طرح کے اقوال جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منسوب نہج البلاغہ میں بکھرے پڑے ہیں، کو پڑھ کر بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اپنی فوج کے اندر چھپے باغیوں

سے پریشان تھے اوران کے مکر وفریب اور بغاوت کو خوب جانتے تھے، لیکن اُن سے نمٹنے کے لیے حالات سازگار نہیں تھے۔

مورّخین نے ایک اور واقعہ کا ذکر کیا ہے۔ جنگِ جمل سے قبل یا فوراً بعد کچھ مخلص مسلمانوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے شکایت کی کہ قاتلینِ عثمان رضی اللہ عنہ ان کی فوج میں آزادی سے پھر رہے ہیں اور وہ ان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کر رہے ہیں۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے آدمیوں سے پوچھا کہ قاتلینِ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کون ہیں؟ تو کثیر تعداد میں لوگ اٹھ کر کھڑے ہوئے اور چلا چلا کر کہنے لگے ''میں ہوں۔ میں ہوں۔ میں ہوں۔''

یہاں اس حقیقت کو تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں کہ قاتلان عثمان کی گرفتاری کے لیے اپنی نیک دلی کے باوجود حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وہ آزادی حاصل نہیں تھی جو ایک حکمران کو حاصل ہونی چاہیئے۔

(دیکھیئے: تاریخ طبری، طبقات ابن سعد، البدایہ والنھایہ وغیرہ کتب تواریخ)

فئہ باغیہ (باغی گروہ) کون؟

حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ عمار کو ''فئہ باغیہ'' (باغی گروہ) قتل کرے گا۔

وہ باغی گروہ کون تھا؟ تاریخی واقعات سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جنگ جمل کی طرح جنگِ صفین بھی سبائیوں کی سازش سے وجود میں آئی تھی۔ جب سبائیوں (قاتلینِ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) نے جنگ جمل میں مسلمانوں کی خوں ریزی کے بعد پھر ایک بار دیکھا کہ حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے درمیان مصالحت ہوگئی اور اتحاد و اتفاق بحال ہو گیا تو انھیں بہت بے چینی ہوئی۔ چناں چہ انھوں نے پھر مسلمانوں میں منافرت کی آگ بھڑکائی اور خونِ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مطالبے کے مدعا کو پھر سے گرم کر دیا۔ اِس سے اُن کے دو مقاصد تھے۔ ایک اسلام کو کمزور کرنا اور دوسرا مسلمانوں کو لڑا کر خود کو محفوظ رکھنا۔ سبائیوں کی سازش اتنی خطرناک تھی کہ بعض صحابۂ کرام بھی اپنی سادہ لوحی کی بنا پر اُس کے شکار ہو گئے تھے۔

چناں چہ جنگ صفین میں بھی حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکروں میں باغی سبائی گروہ خوارج اور شیعان علی کی شکل میں موجود تھے۔ وہی در حقیقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتل اور خلیفۃ المسلمین کے باغی تھے۔ ابن سبا یہودی کا آلۂ کار وہی باغی گروہ تھا جو ابتدا میں کچھ شیعانِ علی بن کر حضرت مولیٰ علی کے اصحاب میں شامل ہو گئے تھے جنھوں نے بعد میں جنگ صفین کے موقع پر حضرت علی کے خلاف خروج کیا تھا، جن کو بعد میں خوارج کہا گیا۔

حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے لیے قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ سے قصاص لینا سخت پیچیدہ اور مشکل مسئلہ تھا۔ ایک تو قصاص کے لیے شرعی شہادت مطلوب تھی جو مفقود تھی۔ دوسرے قصاص لینے کی صورت میں اندرونی خلفشار و انتشار مزید بڑھ سکتا تھا اور باغیوں کو اپنے مقاصد میں کامیابی حاصل کرنے کا اور بھی موقع مل سکتا تھا کیوں کہ قاتلینِ عثمان رضی اللہ عنہ اور اُن کے اعوان و انصار کی تعداد بہت زیادہ ہو چکی تھی اور وہ دونوں طرف چھپے ہوئے تھے۔

حضرت معاویہ کا خط مولیٰ علی کے نام اور مولیٰ علی کا جواب

مشہور مؤرّخ وفقیہ ومحدث ابو حنیفہ احمد بن داؤد الدینوری متوفی 283ھ نے اس پر روشنی ڈالتے ہوئے یہ تحریر کیا ہے کہ حضرت امیر معاویہ نے ابو مسلم کے ہاتھ سے حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں مکتوب بھیجا جس میں یہ لکھا تھا کہ

''خلیفۃ المسلمین عثمان غنی (رضی اللہ عنہ) کو آپ کے محلّہ میں قتل کیا گیا۔ آپ گھر سے بلوائیوں کا شور سنتے رہے اور آپ نے کوئی مزاحمت نہیں کی لہٰذا آپ بھی اس کے ذمہ دار ہیں۔ اگر آپ اپنی بات میں سچے ہیں کہ آپ اس سے بالکل بری ہیں تو قاتلین کو ہمارے حوالے کیجئے۔ ہم انھیں قتل کریں گے۔ اُس کے بعد ہم سب سے پہلے آپ کی بیعت کریں گے ورنہ آپ کے لیے اور آپ کے ساتھیوں کے لیے ہمارے پاس تلوار ہے۔ قسم خدا کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، ہم بحر و بر میں قاتلینِ عثمان کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کریں گے یا ہم اپنی جانیں اللہ کے سپرد کر دیں گے۔ والسلام''

ابو مسلم اِس خط کو لے کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے۔ آپ نے خط کو پڑھا۔ ابو مسلم نے کہا: اے ابوالحسن! آپ امیر المسلمین ہیں۔ اگر آپ اپنا حق کسی کو دے بھی دیں (کسی اور کو امیر المومنین بنا دیں) تو بھی آپ کے ہوتے ہوئے ہم اُسے امیر المومنین نہیں مانیں گے۔ آپ جانتے ہیں کہ عثمان (رضی اللہ عنہ) ظلماً قتل کیے گئے ہیں۔ بس ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ قاتلین کو ہمارے حوالے کر دیجیے۔ اس معاملے میں اگر کوئی آپ کی مخالفت کرے گا تو ہم آپ کی مدد کریں گے اور آپ کی طرف سے حجّت بھی پوری ہو جائے گی۔ یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابو مسلم سے فرمایا: ''اُغْدُ عَلَيَّ بِالْغَدَاةِ۔'' تم کل صبح میرے پاس آؤ۔ پھر ابو مسلم کو اکرام و عزت کے ساتھ رکھا گیا۔ صبح کو ابو مسلم حضرت علی کے پاس آئے، اُس وقت وہ مسجد میں موجود تھے۔ اُن کے اردگرد بے شمار افراد ہتھیار سے لیس تھے اور سب پکار کر کہہ رہے تھے: ''كُلُّنَا قَتَلَةُ

عُثْمَانَ۔ ''ہم سب عثمان کے قاتل ہیں۔ اگر آپ قاتلین کو معاویہ کے حوالے کرنا چاہتے ہیں تو ہم سب حاضر ہیں۔ ہم نے عثمان کو قتل کیا ہے۔

جب ابومسلم نے یہ حال دیکھا تو حضرت علی سے کہا: **اِنِّیْ لَارٰی قَوْمًا مَا لَکَ مَعَهُمْ اَمْرٌ وَ اَحْسَبُ اَنَّهٗ بَلَغَهُمُ الَّذِیْ قَدِمْتُ لَهٗ فَفَعَلُوْا ذَالِکَ خَوْفًا مِّنْ اَنْ تَدْفَعَهُمْ اِلَیَّ۔**

ترجمہ:

''میں ایسے لوگوں کو دیکھ رہا ہوں جن پر آپ کو اختیار نہیں۔ میں سمجھتا ہوں، اِن لوگوں کو یہ معلوم ہو چکا ہے کہ میں آپ سے خونِ عثمان (رضی اللہ عنہ) کے مطالبے کی بات کرنے آیا ہوں۔ انھیں یہ خوف ہو چلا ہے کہ آپ قاتلینِ عثمان کو ہمارے حوالے کر دیں گے لہٰذا انھوں نے یہ سازش رچی ہے۔'' حضرت مولیٰ علی نے ابومسلم سے فرمایا: میں قاتلینِ عثمان کو آپ کے حوالے نہیں کرسکوں گا، آپ بیٹھیے معاویہ کے خط کا جواب لکھ کر دے دیتا ہوں۔ پھر حضرت مولیٰ علی نے حضرت امیر معاویہ کو خط کا جواب لکھا جس میں یہ تحریر فرمایا کہ میں قتلِ عثمان کے معاملے سے کلی طور پر بَری ہوں۔ (الاخبار الطّوال: ۱/۱۶۳)

اِس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت امیر معاویہ اور بعض صحابۂ کرام (رضی اللہ عنہم) کا یہ گمان تھا کہ قاتلینِ عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گروہ میں پناہ لیے ہوئے ہیں اور حضرت علی قاتلین کو نہ قتل کررہے ہیں نہ انھیں اُن کے حوالے کررہے ہیں، جب کہ حقیقتِ حال اس کے برعکس تھی۔ حضرت مولیٰ علی کے پاس قتلِ عثمان (رضی اللہ عنہ) کے ملزمین سے قصاص لینے کا شرعی جواز تھا نہ انھیں مطالبہ کرنے والوں کے حوالے کرنے کی استطاعت تھی۔ اِن حالات میں بلاشبہ مسئلۂ قصاص کے تعلق سے حق پر حضرت مولیٰ علی تھے اور حضرت امیر معاویہ اور اُن کے حامی دیگر صحابۂ کرام اجتہادی خطا پر تھے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور اُن کے حامی صحابۂ کرام نے نہ حضرت علی کے خلاف خروج کیا تھا، نہ بغاوت کا ارادہ کیا تھا نہ اُن میں سے کسی نے حضرت مولیٰ علی سے زیادہ اپنے آپ کو مستحقِ

خلافت تصور کیا تھا۔ باغی درحقیقت قاتلینِ عثمان رضی اللہ عنہ سبائی گرو اور اُن کے اعوان و انصار تھے جو دونوں طرف چھپے ہوئے تھے۔ اسی باغی گروہ کی سازش سے فریقین میں جنگ کی نوبت آ پہنچی تھی۔ حدیث میں حضرت امیر معاویہ کو باغی نہیں کہا گیا ہے۔ اگر حضرت مولیٰ علی یا آپ کے حامی صحابہ نے حضرت معاویہ اور ان کے حامی صحابہ کو باغی کہا بھی ہے تو اُن کو اس کا حق تھا۔ غیر صحابی کے لیے بطور سب و شتم انھیں باغی کہنا جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ حدیث میں اس کی ممانعت ہے۔

ہر دو گروہِ صحابہ میں بعض نے بعض پر جو الزام رکھا ہے اور جو کچھ بھی ایک دوسرے پر طعن کیا ہے، مثلاً ایک نے دوسرے کو باغی کہا، فاسق کہا، مستحق جہنم کہا تو ایسا کہنا ان کی شان کے لائق تھا۔ اُس میں مرتکبِ خطا گروہِ صحابہ، اللہ کی طرف سے مغفور ہے اور اہلِ حق و صواب کے لیے رب تعالیٰ کے یہاں انعام و اکرام ہے اور وہ دوہرے اجر کے مستحق ہیں۔ کسی غیر صحابی کو یہ حق حاصل نہیں کہ دونوں گروہ کے کسی بھی صحابی کو بُرا کہے۔ انھیں باطل، فاسق و فاجر اور جہنمی کہے۔ کیوں کہ تمام صحابہ مغفور اور جنتی ہیں۔

اگر جنگ جمل اور جنگ صفین میں شریک ہونے والے صحابۂ کرام جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں تھے، انھیں طعن و تشنیع کرتے ہوئے باغی گروہ کہا جائے تو سوال یہ ہوگا کہ پھر تو اُن تمام صحابۂ کرام کا بھی فاسق و فاجر ہونا لازم آئے گا جنھوں نے جنگ جمل یا جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ دونوں میں سے کسی کا ساتھ نہیں دیا تھا اور جنگ میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ کیوں کہ خلیفۃ المسلمین کے خلاف بغاوت کرنے والوں سے جنگ کرنا واجب ہے اور اِس واجب کو جنگ جمل اور صفین میں شریک نہ ہونے والے صحابہ نے ترک کیا ہے اور ترکِ واجب فسق ہے۔

امام بیہقی نے یہ لکھا ہے کہ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے خوارج سے جنگ کی تو صحابہ نے اس کو ناپسند نہیں کیا لیکن حضرت عائشہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے ساتھ جو جنگ ہوئی اس کو بعض صحابہ نے ناپسند کیا اور انھوں نے دونوں گروہوں میں سے کسی کی حمایت نہیں کی۔

امام بیہقی کے الفاظ یہ ہیں:

وَ اَنْکَرُوْا قِتَالَهٗ اَهْلَ الْبَصْرَةِ وَ اَهْلَ الشَّامِ وَ كَرِهُوْا لِمَا كَانُوْا يَكْرَهُوْنَ مِنَ الْقِتَالِ فِي الْفُرْقَةِ فَاَمَّا الْخَوَارِجُ فَلَا نَعْلَمُ اَحَدًا مِنْهُمْ كَرِهَ قِتَالَهٗ اِيَّاهُمْ۔

(السنن الکبریٰ: ۸/۳۲۶)

ترجمہ:

اور بعض صحابہ نے اہل بصرہ اور اہل شام کے ساتھ حضرت علی کے قتال کو ناپسند کیا۔ ناپسند اس لیے کیا کہ مسلمانوں کے درمیان اختلاف کی صورت میں قتال پسندیدہ نہیں۔ رہا خوارج سے قتال کا معاملہ تو ہم کسی صحابی کو نہیں جانتے ہیں کہ انھوں نے اُن کے ساتھ قتال کو ناپسند قرار دیا ہو۔

جنگ جمل اور صفین میں حضرت علی کے خلاف آنے والے صحابۂ کرام کا گروہ درحقیقت ظالم اور باغی نہیں تھا بلکہ اُن کے گروہ میں ایک گروہ سبائیوں کا تھا درحقیقت وہی باغی تھا۔ اِسی طرح حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے گروہ میں بھی ایک گروہ سبائیوں کا تھا، وہی باغی گروہ تھا۔

حدیث میں ہے کہ عمار کو باغی گروہ قتل کرے گا، اُس سے مراد وہی باغی گروہ ہے جو قاتلینِ عثمان یا اُن کے حامیوں کی صورت میں دونوں گروہوں میں چھپا ہوا تھا، جو حقیقت میں نہ صرف حضرت مولیٰ علی کا باغی تھا بلکہ حضرت معاویہ کا بھی باغی تھا۔ وہی باغی گروہ جنگ جمل اور جنگ صفین کے وقوع کا سبب تھا۔ اُسی کے نتیجے میں جنگ صفین میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ قتل ہوئے تھے۔ حضرت معاویہ کے لشکر میں چھپے ہوئے باغی گروہ کی سازش سے جنگ صفین میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کے ہاتھ سے حضرت عمار رضی اللہ عنہ قتل کیے گئے تھے لہٰذا یہ فرمانِ نبوی کہ عمار کو باغی گروہ قتل کرے گا، اس سے وہی باغی گروہ مراد ہے۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا قاتل؟

روایتوں میں آیا ہے کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے قاتل کا نام یسار بن از ہر یا مسلم تھا۔ انھیں ابوالغادیہ کہا جاتا تھا۔ اُن کو امام مسلم نے ''**الکُنٰی والاسماء**'' میں، ابن منظور الافریقی نے ''**مختصر تاریخِ دمشق**'' میں، ابن عساکر نے ''**تاریخ دمشق میں**''، ابن حجر عسقلانی نے ''**اَلْاِصَـــابَۃ**'' میں، اور ابن معین نے امام بخاری کے حوالے سے صحابی لکھا ہے، لیکن ابن عبدالبر وغیرہ نے لکھا ہے کہ انھوں نے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا زمانہ پایا ہے لیکن صحبت نہیں پائی ہے۔

ابوالغادیہ نے صفین میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو کیوں قتل کیا تھا؟ اس کا سبب انھوں نے خود بیان کیا ہے۔ ابوالغادیہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے محبین میں تھے۔ وہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مخالفین میں جانتے تھے۔

ابوالغادیہ نے حضرت عمار کو خود اپنے کانوں سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بُرا کہتے ہوئے سنا تھا لہٰذا ابوالغادیہ کا گمان یہ تھا کہ قتلِ عثمان رضی اللہ عنہ کے معاملے میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ بھی شریک تھے۔

ابوالغادیہ نے یہ بیان کیا ہے:

''ہم عمار کو اپنے بہتر اصحاب میں شمار کرتے تھے لیکن ایک دن مسجد قبا میں، میں نے انھیں عثمان (رضی اللہ عنہ) کو بُرا بھلا کہتے ہوئے سنا تو میں نے دل میں کہا کہ اگر ان کو تنہا پاؤں تو پیروں تلے روند ڈالوں گا۔ اُس کے بعد جب بھی میں نماز پڑھتا تھا تو یہ دعا کرتا تھا: **اَللّٰھُـــمَّ لَقِّنِیْ عَمَّارًا** (اے اللہ! میری عمار سے ملاقات کرا دینا)۔ جب صفین کا دن آیا تو لشکر کو لے کر ایک شخص میرے سامنے آیا۔ اُس وقت میں اور عمار نے باہم تلوار چلائی۔ میں اُن پر غالب آ گیا۔ میں نے انھیں مارا تو وہ منہ کے بل گر پڑے، پھر میں نے انھیں قتل کر دیا''

اِس روایت کو ہیثمی نے ''**مجمع الزوائد**'' میں ذکر کرنے کے بعد یہ لکھا: رواه (کلّه) الطبراني (و عبدالله باختصار) وَ رِجَالُ اَحَدِ اِسْنَادَيِ الطَّبْرَانِيِّ رِجَالُ الصَّحِيْحِ۔ اِس روایت کو مکمل طور پر طبرانی نے روایت کیا ہے اور طبرانی کی دو سندوں میں سے ایک کے رجال صحیح کے ہیں۔

(مجمع الزوائد:۹/۲۹۸)

اِس روایت کو ابن سعد نے ''**الطبقات**'' میں صحیح سند کے ساتھ، ابن شبۃ نے ''**تاریخ المدینہ**'' میں، امام احمد نے اپنی ''**مُسند**'' میں، ابن حجر عسقلانی نے ''**اَلْاِصَابَة**'' میں، ذہبی نے ''**سِيَرُ اَعْلَامِ النُّبَلَاء**'' میں ذکر کیا ہے۔

اِس میں دو رائے نہیں کہ اگر یہ ثابت بھی ہو کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بُرا بھلا کہا تو بھی اِس کی وجہ سے وہ واجب القتل اور مباح الدم نہیں ہوئے تھے۔ لہٰذا ابوالغادیہ کا حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو قتل کرنا جائز نہیں تھا۔ اِس بات کا بھی کوئی شرعی ثبوت نہیں تھا کہ حضرت عمّار رضی اللہ عنہ قتلِ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں شریک تھے۔ شرعی ثبوت کے لیے صرف اتنی بات کافی نہیں کہ ابوالغادیہ نے حضرت عمّار کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بُرا بھلا کہتے ہوئے سنا تھا۔

اگر ابوالغادیہ کو صحابیِ رسول مانا جائے جیسا کہ اکثر محدثین و مؤرّخین نے لکھا ہے تب تو اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ حضرت عمار کے قتل کے سبب وہ صحابیت سے خارج نہیں ہوئے۔ لہٰذا انھیں کسی غیر صحابی کا سب و شتم کرنا جائز نہیں۔ کیوں کہ صحابہ کی مغفرت کا اللہ نے وعدہ فرمایا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو بُرا کہنے سے منع فرمایا ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اہل سنت صحابہ کو گناہوں سے معصوم نہیں سمجھتے ہیں۔ بعض صحابہ سے گناہوں کا صدور ہوا ہے لیکن اللہ نے جب اُن کے لیے مغفرت کا وعدہ فرمایا ہے اور انھیں جنتی فرمایا ہے تو انھیں لعن طعن کرنا اور بُرا کہنا ہرگز جائز نہیں۔

نبی کریم ﷺ نے اگر اپنے کسی صحابی کو وعیدًا کچھ فرمایا ہے تو غیر صحابی کے لیے جائز نہیں کہ وہ بھی صحابی کو وہی کہے جو نبی ﷺ نے فرمایا ہے۔ مثلاً ایک مرتبہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے کسی شخص کو ماں کی گالی دے دی۔ رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا تو فرمایا: **يَا اَبَا ذَرٍّ اِنَّكَ امْرُأٌ فِيكَ جَاهِلِيَةٌ**۔ اے ابوذر! تجھ میں جاہلیت کی عادت ہے۔

(متفق علیہ)

حضور علیہ السلام نے اپنے چہیتے صحابی ابوذر رضی اللہ عنہ کو جاہلیت کی عادت والا کہا تو کیا کسی امتی کو یہ حق ہے کہ وہ کہے کہ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے اندر جاہلیت والی عادت تھی؟ ہرگز نہیں۔

حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ گالی دینا فسق ہے تو کیا یہ کہا جائے گا کہ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ فاسق تھے؟ ہرگز نہیں۔ ایسا کہنا صحابی کی شان میں توہین ہے۔

اسی طرح اگر کسی صحابی نے دوسرے صحابی کے کسی ناپسندیدہ عمل پر اسے تہدیدًا کسی لفظ سے مخاطب کیا تو غیر صحابی کو یہ حق نہیں کہ وہ بھی وہی لفظ صحابی کے لیے استعمال کرے۔ مثلاً واقعہ افک کے موقع پر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے مابین بات بڑھ گئی تو حضرت سعد بن عبادہ نے حضرت سعد بن معاذ سے کہا: **كَذَبْتَ لَعَمْرُ اللهِ** ۔ واللہ تو نے جھوٹ کہا۔ تو کیا کسی غیر صحابی کو یہ حق پہنچتا ہے کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو جھوٹا کہے؟ اُسی موقع پر حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن عُبادہ کو یہ کہا تھا: **اِنَّمَا اَنْتَ مُنَافِقٌ تُجَادِلُ مِنَ الْمُنَافِقِيْنَ** ۔ تو منافق ہے، منافقوں کی حمایت کرتا ہے۔ تو کیا اِس کو دلیل بنا کر کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ، معاذ اللہ، منافق تھے اور منافقین کی طرف سے لڑنے والے تھے؟

ہرگز ہرگز یہ جائز نہیں کہ رسول اللہ ﷺ یا کسی صحابی نے دوسرے صحابی کو اگر کسی مذمت والے لفظ یا جملے سے یاد کیا ہے تو کوئی غیر صحابی بھی اُس صحابی کے لیے وہی لفظ یا جملہ استعمال کرے۔ بلکہ واجب ہے کہ غیر صحابی کسی صحابی پر زبان درازی نہ کرے۔ احترامِ

صحابیت میں اپنی زبان کو بند رکھے اور یہ عقیدہ رکھے کہ صحابہ کرام مسلمانوں کی اُس مقدس جماعت کا نام ہے جس کو دیدارِ رسول کی بے مثال سعادت نے اتنے اونچے مقام پر پہنچا دیا ہے کہ اگر اُن سے کچھ گناہ بھی سرزد ہو گیا ہے تو اللہ نے انھیں توبہ کی توفیق دی ہے اور اُن سے مغفرت و جنت کا وعدہ فرمایا ہے لہٰذا انھیں لعن طعن کرنا یا اُن میں سے کسی صحابی کو جہنمی کہنا یا اُن سے دشمنی و عداوت رکھنا دین و ایمان کی بربادی کا سبب ہے۔

لہٰذا امت مسلمہ پر واجب ہے کہ صحابۂ کرام کے آپسی نزاعی امور اور ان کی باہمی جنگوں کو بنیاد بنا کر انھیں بُرا نہ کہے۔ صحابہ کے نزاعی معاملات میں اپنی فکر کو راہِ اعتدال پر قائم رکھے، یہی ہدایت اسلافِ امت نے دی ہے۔

چناں چہ جنگ جمل اور جنگ صفین کے تعلق سے امام ابن حجر عسقلانی نے یہ لکھا ہے کہ اُن جنگوں میں حضرت مولیٰ علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم اور آپ کے حامی حق پر تھے اور حضرت امیر معاویہ اور اُن کے حامی خطا پر تھے لیکن ہمارے لیے جائز نہیں ہے کہ ہم کسی کو بُرا بھلا کہیں۔

پھر ابو الغادیہ اور قتلِ عمار کی روایت کو ذکر کرنے کے بعد امام عسقلانی لکھتے ہیں:

وَالظَّنُّ بِالصَّحَابَةِ فِیْ تِلْکَ الْحُرُوْبِ اَنَّھُمْ کَانُوْا فِیْھَا مُتَأَوِّلِیْنَ وَ لِلْمُجْتَھِدِ الْمُخْطِئِی اَجْرٌ وَ اِذَا ثَبَتَ ھٰذَا فِیْ حَقِّ آحَادِ النَّاسِ فَثُبُوْتُهٗ لِلصَّحَابَةِ بِالطَّرِیْقِ الْاَوْلیٰ۔

ترجمہ:

اُن جنگوں (جمل اور صفین) میں صحابہ کے تعلق سے اچھا خیال رکھنا ضروری ہے کہ وہ حضرات اپنے معاملے میں اجتہاد والے تھے اور اجتہاد میں خطا کرنے والے کو ایک اجر (اس کے حسنِ نیت پر) ملتا ہے۔ اگر غیر صحابی کو اجتہادی خطا پر ایک اجر ہے تو صحابۂ کرام کو بدرجۂ اولیٰ ایک اجر ملے گا۔ (الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: ۳۱۲/۷)

حدیث پاک میں ہے: **لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی تَقْتَتِلَ فِئَتَانِ دَعْوَاھُمَا وَاحِدٌ۔**

قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ دو گروہ آپس میں جنگ کریں گے۔ دونوں کا دعویٰ ایک ہوگا۔یعنی دونوں گروہ مسلمان ہوں گے اور ہر ایک جنگ کے مدعا میں خود کو حق پر سمجھیں گے۔

حدیث مذکور کے تعلق سے امام قسطلانی نے یہ لکھا ہے:

وَالْمُرَادُ كَمَا فِي الْفَتْحِ عَلِيٌّ وَّ مَنْ مَّعَهُ وَ مُعَاوِيَةُ وَ مَنْ مَّعَهُ لَمَّا تَحَارَبَا بِالصِّفِّيْنِ دَعْوَاهُمَا وَاحِدٌ لِاَنَّ كُلًّا مِّنْهُمَا يَتَسَمّٰى بِالْاِسْلَامِ وَ يَدَّعِيْ اَنَّهُ لَحَقٌّ وَ قَدْ كَانَ عَلِيٌّ الْاِمَامَ وَالْاَفْضَلَ يَوْمَئِذٍ بِالْاِتِّفَاقِ وَ قَدْ بَايَعَهُ اَهْلُ الْحَلِّ وَالْعَقْدِ بَعْدَ عُثْمَانَ وَ مُخَالِفُهُ مُخْطِئٌ مَعْذُوْرٌ بِالْاِجْتِهَادِ وَالْمُجْتَهِدُ اِذَا اَخْطَأَ لَا اِثْمَ عَلَيْهِ بَلْ لَهُ اَجْرٌ وَ لِلْمُصِيْبِ اَجْرَانِ۔ (شرح القسطلانی:۶/۵۶)

ترجمہ:

فتح الباری میں ہے کہ دو گروہ سے مراد حضرت علی اور آپ کے اصحاب اور حضرت معاویہ اوران کے اصحاب ہیں۔ جب دونوں گروہ نے صفین میں جنگ کی تھی تو دونوں کا دعویٰ ایک تھا۔دونوں مسلمان تھے اور ہر ایک کا دعویٰ یہی تھا کہ وہ حق پر ہے۔اُس وقت بالاتفاق حضرت علی امام المسلمین اور افضل تھے۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد ارباب حل وعقد نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تھی اور آپ کے مخالف اجتہادی خطا پر تھے،لہٰذا وہ معذور ہیں اور مجتہد جب خطا پر ہوتو اُس پر کوئی گناہ نہیں بلکہ ایک اجر ہے اور درستگی والے کے لیے دو اجر ہیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ حضرت مولیٰ علی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے لشکر میں کچھ نام نہاد محبّانِ علی اور محبّانِ عثمان غنی چھپے ہوئے تھے، درحقیقت وہی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل میں شریک تھے۔یعنی وہی خارجی اور سبائی گروہ باغی تھا اور جنگ جمل اور صفین کو بھڑکانے والے درحقیقت وہی سبائی اور خارجی لوگ تھے لہٰذا حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کے جو صحابۂ کرام اوران کے حامی مومن مسلمان قتل ہوئے تھے سب کا قاتل درحقیقت وہی سبائی خارجی اور باغی گروہ تھا۔

بعض صحابۂ کرام اُن کی سازش کے شکار ہو کر جنگ پر آمادہ ہو گئے تھے۔ لہٰذا اُن صحابۂ کرام میں سے کسی کو بُرا کہتے ہوئے باغی اور فاسق کہنا حرام ہے۔ کیوں کہ وہ صحابہ جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ یا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لشکر میں تھے، حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کو سب سے زیادہ مستحقِ خلافت تسلیم کرتے تھے۔ آپ کے امیر المومنین ہونے پر انھیں اعتراض نہیں تھا۔ اُن کا اعتراض یہ تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پہلے قاتلینِ عثمان سے قصاص لیں یا انھیں اُن کے حوالے کریں پھر بیعت کا معاملہ مکمل کیا جائے۔ لہٰذا اِس فکر میں انھیں مرتکبِ خطا تو کہہ سکتے ہیں فاسق و باغی نہیں کہہ سکتے کیونکہ خلیفۃ المسلمین کی خلافت کے وہ منکر نہیں تھے۔

حضرت مولیٰ علی اور حضرت معاویہ دونوں کے حامیوں میں خارجیوں اور سبائیوں کا گروہ چھپا ہوا تھا۔ وہی گروہ حضرت عثمان غنی کا قاتل اور حضرت مولیٰ علی و حضرت معاویہ کا باغی تھا۔ در حقیقت حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو بھی میدانِ جنگ میں کھینچ لانے والے وہی تھے۔

باغی در حقیقت سبائیوں کا گروہ تھا اُس کی تائید اُن روایات سے ہوتی ہے جن میں خوارج کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے "الفئة الباغية" فرمایا ہے۔ ابن ابی عاصم کی کتاب "السنّة" میں ایک صحیح حدیث مروی ہے جس میں خوارج کو فئہ باغیہ کہا گیا ہے۔ (السنۃ: ۲/۴۴۱)

بعض لوگوں نے یہ سمجھا ہے کہ حضرت عمّار کے قتل والی حدیث چونکہ متواتر ہے، اُس میں حضرت عمّار کو قتل کرنے والے گروہ کو فئہ باغیہ (باغی گروہ) کہا گیا ہے اور وہ باغی گروہ حضرت امیر معاویہ کا لشکر تھا، اِس سے یقینی طور پر ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ کو باغی کہا۔ اُن لوگوں کی یہ سمجھ درست نہیں ہے۔ قتلِ عمار والی حدیث متواتر الثبوت ہے لیکن وہ حضرت معاویہ کے مراد و مدلول ہونے میں قطعی نہیں۔

لہٰذا اُس سے یہ ثابت کرنا غلط ہے کہ حضور علیہ السلام نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو باغی فرمایا ہے۔ باغی در حقیقت وہ گروہ تھا جو قتلِ عمار کا ذمہ دار تھا اور وہ گروہ خارجیوں اور سبائیوں کا تھا جو حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما دونوں کے لشکر میں تھا۔ وہی گروہ در حقیقت

حضرت عمار کا قاتل تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے قتل کی خبر حضرت امیر معاویہ کو پہنچی اور اُن سے کہا گیا کہ عمار کو قتل کر دیا گیا اور انھیں آپ کے لشکر کے افراد نے قتل کیا، حالاں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ عمار کو باغی گروہ قتل کرے گا تو حضرت امیر معاویہ نے جواب دیا کہ ہم نے عمار کو قتل کہاں کیا ہے؟ اُن کے قتل کے ذمہ دار تو وہ لوگ ہیں جو انھیں میدانِ جنگ میں کھینچ لائے اور اُن کو ہماری تلواروں اور نیزوں کے سامنے ڈال دیا۔ (مسند احمد: حدیث 6499)

جو صحابۂ کرام حضرتِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ صفین میں تھے وہ اپنے مخالفین کو باغی سمجھتے تھے اور جو صحابہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے وہ اپنے مخالفین کو باغی سمجھتے تھے۔ اُن کا اپنا اپنا اجتہاد تھا۔ حضرت مولیٰ علی کے اصحاب، اجتہاد میں درستگی پر تھے اور حضرت امیر معاویہ کے اصحاب خطا پر تھے۔ اِس لحاظ سے اگر کسی صحابی نے حضرت امیر معاویہ اور اُن کے اصحاب کو باغی کہا بھی ہے تو غیر صحابی کے لیے یہ جائز نہیں کہ انھیں سب وشتم کے طور پر باغی و فاسق کہے اور انھیں دشمنانِ مولیٰ علی کے زمرے میں داخل کرے۔ اگر اِس کی اجازت دی جائے تو لازم آئے گا کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو ظالم کہنا درست ہو کیوں کہ ایک موقع پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن زبیر کے بارے میں یہ کہا تھا: اِبْنُ الزُّبَيْرِ بَغٰى عَلٰى هٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ (ابن زبیر نے اُن لوگوں پر ظلم کیا ہے)۔
(السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲۸۹/۸)

بلکہ لازم آئے گا کہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ، حضرت طلحہ وغیرہ صحابۂ کرام جو جنگ جمل میں ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ تھے، سب کو باغی اور ظالم کہا جائے اور ام المومنین کے گروہ کو بھی "باغی گروہ" کہہ کر طعن وتشنیع کا نشانہ بنایا جائے اور انھیں بھی مولیٰ علی کے دشمنوں میں شامل کیا جائے۔ معاذ اللہ! ایسا ہر گز جائز نہیں تو یقیناً جنگ صفین میں جو صحابہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے انھیں بھی باغی اور ظالم کہہ کر لعن طعن کرنا ہر گز جائز نہیں۔

اعتراض: ﴿8﴾

معاویہ بن حُدَیج مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کو برا کہتے تھے؟

مسند ابویعلی میں ہے کہ معاویہ بن ابی سفیان نے معاویہ بن حُدَیج کے ساتھ حج کیا۔ معاویہ بن حُدَیج سب سے زیادہ مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کو بُرا بھلا کہتا تھا۔ مولیٰ علی کو گالیاں دینے والا شخص معاویہ کا ساتھی اور دوست تھا۔ (ایک حیدر آبادی رافضی کا اعتراض)

جواب:

سب سے پہلے اِس روایت کی اسنادی حیثیت ملاحظہ کیجئے۔

مسند ابویعلی میں اِس روایت کی سند یہ ہے:

حَدَّثَنَا اِسْمَاعِیْلُ بْنُ مُوْسٰی بْنِ بِنْتِ السُّدِّیْ حَدَّثَنَا سَعِیْدُ بْنُ خُثَیْمٍ الْهِلَالِیْ عَنِ الْوَلِیْدِ بْنِ یَسَارٍ الْهَمْدَانِیْ عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَلْحَةَ مَوْلٰی بَنِیْ اُمَیَّةَ قَالَ: حَجَّ مُعَاوِیَةُ بْنُ اَبِیْ سُفْیَانَ وَ حَجَّ مَعَهٗ مُعَاوِیَةُ بْنُ حُدَیْجٍ وَ کَانَ مِنْ اَسَبِّ النَّاسِ لِعَلِیٍّ (الیٰ اٰخر الحدیث)...

اِس کا **پہلا راوی** اسماعیل بن موسیٰ ابن بنت السّدی ہے۔ یہ غالی شیعہ رافضی تھا۔ اسلاف (صحابہ) کو گالیاں دیتا تھا۔ اس کے تعلق سے ناقدینِ حدیث کی آرا ملاحظہ فرمائیے۔

❁ امام ذہبی نے فرمایا: **وَ کَانَ مِنْ شِیْعَةِ الْکُوْفَةِ وَ قِیْلَ کَانَ غَالِیًا** (یہ کوفہ کا شیعہ تھا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ غالی شیعہ تھا۔)

❁ عبدان الاھوازی نے کہا کہ ہم اسماعیل بن موسیٰ کے پاس آنا جانا کرتے تھے تو ابو بکر بن ابی شیبہ (بخاری و مسلم کے استاذ) نے ناپسند کیا اور فرمایا: **اَیْشٍ عَمِلْتُمْ عِنْدَ ذَاکَ الْفَاسِقِ الَّذِیْ یَشْتِمُ السَّلَفَ؟** تم اُس فاسق کے پاس جا کر کیا کرتے ہو؟ وہ اسلاف (صحابہ) کو گالیاں دیتا ہے۔

❁ ابن عدی نے اُن کی روایت کو ذکر کرنے کے بعد یہ لکھا ہے: وَ اِنَّمَا اَنْکَرُوْا غُلُوَّہٗ فِی التَّشَیُّعِ (علماء نے شیعیت میں اُن کے غلو کو ناپسند کیا ہے)۔

❁ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مجلس میں اُن کی بے ادبی پر انھیں پھٹکار لگائی تھی۔خود اسماعیل بن موسیٰ کہتے ہیں:

''میں مالک (رحمۃ اللہ علیہ) کی مجلس میں تھا۔اُن سے ایک فرض کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے حضرت زید (رضی اللہ عنہ) کے قول کو جواب میں پیش کیا۔ میں نے کہا: اِس بارے میں حضرت علی اور ابن مسعود (رضی اللہ عنہما) کا کیا قول ہے؟ مالک (رَحِمَہُ اللہ) نے اپنے خادموں کو اشارہ کیا۔ وہ میری طرف لپکے۔ میں تیزی سے بھاگ گیا۔ خادموں نے کہا: اِس کی کتابوں اور دوات کو کیا کریں؟ مالک (رَحِمَہُ اللہ) نے کہا: اُس کو نرمی سے بلاؤ۔ انھوں نے مجھے بلایا۔ میں آیا تو مالک (رَحِمَہُ اللہ) نے کہا: کہاں سے ہو؟ میں نے کہا: کوفہ سے۔ مالک نے کہا: فَاَیْنَ خَلَّفْتَ الْاَدَبَ؟ ادب کو کہاں چھوڑ آئے ہو؟ میں نے کہا: میں نے آپ سے استفادے کے لئے پوچھا تھا۔ مالک نے کہا: بے شک حضرت علی اور عبداللہ ابن مسعود (رضی اللہ عنہما) کی فضیلتوں کا انکار نہیں ہے لیکن ہمارے شہر والے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے قول پر عمل کرتے ہیں۔ جب تم کسی قوم کے پاس جاؤ تو وہ مسئلہ نہ بگھاڑا کرو جو انھیں معلوم نہیں۔ وہاں کے لوگ تم سے وہ مسئلہ پوچھیں گے جو تم کو معلوم نہیں۔ (دیکھئے سیر اعلام النبلاء وغیرہ کتب رجال)

دوسرا راوی:

سعید بن خُثَیم ابو معمر الہلالی الکوفی متوفی 190ھ کو جمہور محدثین نے غیر معتبر و نامقبول قرار دیا ہے۔

❁ امام ذہبی نے تاریخ الاسلام میں لکھا ہے: ان کو اَزْدِی نے مُنْکَرُ الْحَدِیْث کہا ہے۔

❁ ابن عدی نے کہا ہے: مِقْدَارُ مَا یَرْوِیْہِ غَیْرُ مَحْفُوْظٍ (ان کی مرویات کی مقدار

غیر محفوظ ہے)۔

❁ میزان الاعتدال میں امام ذہبی نے یہ لکھا ہے: قِيْلَ لِيَحْيىٰ بْنِ مَعِيْنٍ هُوَ شِيْعِيٌّ؟ قَالَ شِيْعِيٌّ ثِقَةٌ ۔ یحیٰ بن معین سے پوچھا گیا کہ کیا وہ شیعی تھا تو انھوں نے کہا: شیعی ثقہ تھا۔

پھر امام ذہبی نے ان کو دیوان الضعفاء میں ذکر کیا ہے (ضعیف راوی شمار کیا ہے)۔

تیسرا راوی:

الولید بن یسار الہمدانی مجہول ہے۔ کتب رجال وطبقات میں اُس کی توثیق وتجریح کا کچھ اتا پتا نہیں۔

چوتھا راوی:

علی بن ابی طلحہ موسیٰ بن اُمَیَّہ ، یہ راوی کون ہے؟ اس کا حال بھی کتب تراجم وطبقات میں نہیں ملتے ہیں، لہٰذا یہ بھی مجہول ہے۔

حکمِ روایت:

روایتِ مذکورہ کا پہلا راوی غالی شیعہ، صحابہ کو گالیاں دینے والا تھا۔ دوسرا راوی ثقہ ہونے کے باوجود غالی شیعی تھا، جب کہ تیسرے اور چوتھے راوی کے احوال نامعلوم ہیں۔

کوئی دوسری روایت بھی اِس کی تائید وتوثیق میں موجود نہیں۔ لہٰذا اِس روایت کی سند ضعیف منکر ونامقبول ہے۔ اتنی کمزور سند والی روایت کو بنیاد بنا کر ایک صحابیِ رسول پر اتنا بڑا الزام رکھنا کہ وہ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کو سب سے زیادہ گالیاں دیتے تھے، کیوں کر صحیح ہوگا؟ ظاہر ہے کہ یہ روایت غالی شیعہ کی گڑھی ہوئی ہے۔ اِس بات کو تقویت اِس سے بھی ملتی ہے کہ صحابیِ رسول معاویہ بن حُدیج حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے محبین میں تھے اور غالی شیعہ سبائی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے معاند اور دشمن بلکہ قاتل تھے۔

معاویہ بن حدیج قاتلینِ عثمان کے قصاص کا مطالبہ کرنے والے صحابہ کی جماعت میں

تھے اور جنگ صفین میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ لہٰذا ظاہر ہے کہ یہ روایت اُن کے تعصب میں گڑھی گئی ہے۔

❁ ہیثمی نے مجمع الزوائد میں اس روایت کے تعلق سے یہ لکھا ہے:

رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ بِاسْنَادَيْنِ فِيْ اَحَدِهِمَا عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَلْحَةَ مَوْلٰى بَنِيْ اُمَيَّةَ وَ لَمْ اَعْرِفْهُ وَ بَقِيَّةُ رِجَالِهٖ ثِقَاتٌ وَالْاٰخَرُ ضَعِيْفٌ۔

ترجمہ:

طبرانی نے اِس روایت کو دو سندوں سے روایت کیا ہے۔ ایک سند میں ابوطلحہ مولیٰ بنی امیہ ہے جس کو میں نہیں جانتا اور باقی رجال ثقہ ہیں، اور دوسری سند ضعیف ہے۔

(مجمع الزوائد:۹/۱۳۱)

❁ امام حاکم کی المستدرک میں یہ روایت اِن الفاظ کے ساتھ ہے۔ ''كَانَ مِنْ اَسَبِّ النَّاسِ لِعَلِيٍّ'' معاویہ بن حدیج حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کو سب سے زیادہ بُرا بھلا کہنے والے تھے۔ نیز اُس میں یہ ہے کہ حضرت امام حسن نے جب پوچھا کہ کیا تو علی (رضی اللہ عنہ) کو بُرا بھلا کہتا ہے تو انھوں نے جواب دیا: مَا فَعَلْتُ۔ میں نے ایسا نہیں کیا ہے۔

امام حاکم نے اِس روایت کو صحیح الاسناد کہا ہے۔ لیکن امام ذہبی نے اپنی ''تعلیقات'' میں اس کو مُنکَر اور واہی (بہت کمزور) لکھا ہے۔

(المستدرک علی الصحیحین مع تعلیقات الذہبی: حدیث 4669)

اگر اِس روایت کو صحیح تسلیم کرلیا جائے تو پہلی بات تو یہ ہے کہ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کو سب وشتم فرمایا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر یہ ثابت بھی ہو تو یہاں لفظ سَبّ کا معنی کیا ہوگا اور روایت مذکورہ کا کیا جواب ہوگا؟ وہ امام ذہبی کے الفاظ میں ملاحظہ کیجئے۔ لکھتے ہیں:

قُلْتُ: كَانَ هٰذَا عُثْما نِيًّا وَ قَدْ كَانَ بَيْنَ الطَّائِفَتَيْنِ مِنْ اَهْلِ صِفِّيْنن مَا هُوَ

اَبْلَغُ مِنَ السَّبِّ السَّیْفُ، فَاِنْ صَحَّ شَیْءٌ فَسَبِیْلُنَا الْکَفُّ وَالْاِسْتِغْفَارُ لِلصَّحَابَۃِ وَ لَا نُحِبُّ مَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْہُ وَ نَتَوَلّٰی اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلِیًّا۔

ترجمہ:

یہ (معاویہ بن حُدیج) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا بدلہ طلب کرنے والے صحابہ میں تھے اور جنگ صفین میں دو گروہوں میں آپسی سب وشتم سے زیادہ خطرناک چیز یہ تھی کہ اُن میں تلواریں چل گئی تھیں۔ لہٰذا اگر کوئی ایسی صحیح روایت بھی مل جائے (جس میں یہ ذکر ہو کہ دونوں مسلمان گروہِ صحابہ نے ایک دوسرے کو بُرا بھلا کہا ہے) تو ہم اہل سنت کا طریقہ یہ ہونا چاہیے کہ صحابہ کو بُرا بھلا کہنے سے اپنی زبانوں کو روکیں اور اُن کے لئے اللہ سے استغفار کریں۔ اُن کے مابین ہونے والی جنگوں کو ہم پسند نہیں کرتے۔ ہم ایسی جنگ سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں اور امیر المومنین علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ سے محبت کرتے ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء: ۳/۳۹)

امام ذہبی کا موقف بالکل واضح ہے۔ یہی اہل سنت و جماعت کا موقف ہے۔ یہ اُن کا خود ساختہ موقف نہیں بلکہ اِس موقف کی دلیل رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث طیبہ میں ہے کہ آقائے کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے صحابۂ کرام کو بُرا بھلا کہنے اور ان کو لعن طعن کرنے سے منع فرمایا ہے۔

صحابۂ کرام معصوم نہیں ہیں، لیکن قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے مغفرت اور جنت کا وعدہ فرما لیا ہے۔ لہٰذا انھیں فاسق و بُرا کہنا قرآن و حدیث سے ثابت شدہ مسلّمہ اجماعی عقیدے کے خلاف ہے۔

اگر رافضیوں کے کہنے کے مطابق حضرت امیر معاویہ اور اُن کے حامی صحابۂ کرام (رضی اللہ عنہم) کو بُرا کہنے سے منع کرنے والا شخص ناصبی و خارجی ہے تو کیا امام ذہبی بھی رافضیوں کے نزدیک ناصبی و خارجی ہیں؟ کیوں کہ امام ذہبی بھی ان صحابہ کو بُرا کہنے سے منع کرنے والے ہیں۔ جیسا کہ اوپر حوالہ گزرا۔

اعتراض: ﴿9﴾

امیر معاویہ نے حضرت محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو قتل کرایا تھا؟

معاویہ بن ابی سفیان (رضی اللہ عنہ) کے گورنر عمرو بن عاص (رضی اللہ عنہ) نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے محمد بن ابی بکر کو بڑی بے دردی کے ساتھ قتل کیا تھا۔ وہ خوف سے ایک مردہ گدھے کے ڈھانچے میں چھپ گئے تھے لیکن اُن کو اُسی حالت میں آگ لگا کر جلا دیا گیا تھا۔ کیا تم اہل سنت کے نزدیک یہ بھی خطائے اجتہادی تھی۔ اِس پر تم لوگ معاویہ اور عمرو بن عاص کو کتنا ثواب دو گے؟ (ایک رافضی کی فیس بک پوسٹ)

جواب:

اہل سنت و جماعت کے عقیدے کے مطابق کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنے والا مسلمان گناہ گار ہے کافر نہیں۔ صحابۂ کرام کے درمیان ہونے والی جنگوں میں قتل ہونے والے اور قتل کرنے والے صحابہ کرام اللہ تعالیٰ کی جانب سے مغفور و جنتی ہیں کیوں کہ بغیر استثنا کے تمام صحابہ کے مغفور ہونے کا ذکر نص قرآنی میں موجود ہے۔

اگر اجتہادی خطا کی بنا پر کسی صحابی نے دوسرے صحابی کو قتل کیا ہے مثلاً قتل کرنے والے صحابی نے کسی صحابی کو واجب القتل جرم کا مرتکب سمجھ کر قتل کر دیا حالاں کہ حقیقت میں موجبِ قتل جرم نہیں تھا تو اگر چہ حقیقتاً یہ بھی قتلِ ناحق ہے اور قتل کرنے والے صحابی کا امیر المسلمین کو شرعی فیصلہ کرنے کا اختیار ہے لیکن کسی غیر صحابی کو شرعاً یہ حق حاصل نہیں کہ اُس صحابی کو سب وشتم کرے۔ اُسے جہنمی کہے۔

خطائے اجتہادی پر ایک اجر ملنے کا ذکر حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی حدیث میں موجود ہے۔ خطائے اجتہادی پر ایک اجر ملنے کا مطلب حسنِ نیت پر ایک اجر ملنا ہے۔ جن صحابۂ

کرام نے آپسی جنگوں میں ایک دوسرے کو قتل کیا ہے اُن میں ہر گروہ اپنے آپ کو حق پر تصور کرتا تھا اور ابطالِ باطل ہر ایک کا مقصد تھا۔لہٰذا اِس حسنِ نیت (احقاق حق کی نیت) کا انھیں ایک اجر ضرور ملے گا اور اہل حق کو دوہرا اجر ملے گا۔صحابہ کرام بارگاہ رسول کے تربیت یافتہ تھے اس لیے ان کے تعلق سے حسن ظن رکھنا واجب ہے کہ انھوں نے محض ذاتی مخاصمت کی بنا پر کسی مسلمان بھائی کو قتل نہیں کیا ہے۔یہی صورت حضرت محمد بن ابی بکر کے قتل کی تھی۔

حضرت محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے قتل کا سبب یہ تھا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خون کا بدلہ چاہنے والے صحابہ کرام حضرت محمد بن ابی بکر کو قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ میں شامل مانتے تھے۔ صحابیِ رسول حضرت معاویہ بن حدیج نے حضرت محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قاتل سمجھ کر جنگ میں انھیں قتل کیا تھا۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو سبائی بلوائیوں نے اُن کے گھر کے اندر گھس کر بے دردی کے ساتھ قتل کیا تھا۔بعض روایتوں میں قاتلینِ عثمان رضی اللہ عنہ میں حضرت محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کا نام بھی آیا ہے کہ وہ بھی قاتلینِ عثمان میں سے تھے۔ اِس میں روایتوں کا اختلاف ہے لیکن اکثر روایات میں یہ آیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر میں سبائی بلوائیوں کے ساتھ حضرت محمد بن ابی بکر بھی داخل ہوئے تھے۔بعض مؤرّخین نے لکھا ہے کہ وہ بھی قتل عثمان میں شریک تھے اور بعض نے یہ لکھا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے محمد بن ابی بکر کو بھی بلوائیوں کے ساتھ دیکھا تو یہ فرمایا: **لَوْ رَاکَ اَبُوکَ لَمْ یَرْضَ ھٰذَا الْمَقَامَ مِنْکَ**۔اگر تمہارے باپ (عمر رضی اللہ عنہ) تمہیں دیکھتے تو اِس مقام پر تمہارے آنے کو پسند نہ کرتے۔کہا جاتا ہے کہ یہ سُن کر محمد بن ابی بکر واپس چلے گئے تھے اور بعض نے کہا ہے کہ خود تو نکل آئے تھے لیکن اپنے ساتھیوں کو قتل کا اشارہ کر دیا تھا۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب لابن عبدالبر:۳/۱۳۶۷)

امام ذہبی نے محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما کی سیرت میں یہ لکھا ہے:

ثُـمَّ سَـارَ لِـحِـصَارِ عُثْمَانَ وَ فَعَلَ اَمْرًا كَبِيْرًا فَـكَـانَ اَحَدَ مَنْ تَوَثَّبَ عَلٰى عُثْـمَـانَ حَتّٰـى قُتِلَ ثُمَّ انْضَمَّ اِلٰى عَلِيٍّ فَكَانَ مِنْ اُمَرَاءِهٖ فَسَيَّرَهٗ عَلٰى اِمْرَةِ مِصْرَ سَنَةَ سَبْعٍ وَّ ثَلاثِيْنَ فِيْ رَمَضَانَ فَالْتَقٰى هُوَ وَ عَسْكَرُ مُعَاوِيَةَ فَانْهَزَمَ جَمْعُ مُحَمَّدٍ وَاخْتَـفٰـى هُـوَ فِيْ بَيْتِ مِصْرِيَّةٍ فَدَلَّتْ عَلَيْهِ فَقَالَ: اِحْفَظُوْنِيْ فِيْ اَبِيْ بَكْرٍ فَقَالَ مُـعَاوِيَةُ بْنُ حُدَيْجٍ قَتَلْتَ ثَمَانِيْنَ مِنْ قَوْمِيْ فِيْ دَمِ الشَّهِيْدِ عُثْمَانَ وَ اَتْرُكُكَ وَ اَنْتَ صَاحِبُهٗ فَقَتَلَهٗ وَ دَسَّهٗ فِيْ بَطْنِ حِمَارٍ مَيِّتٍ وَ اَحْرَقَهٗ وَ قَالَ عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ: اُتِيَ بِمُحَمَّدٍ اَسِيْرًا اِلٰى عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ فَقَتَلَهٗ يَعْنِيْ بِعُثْمَانَ۔

ترجمہ:

پھر محمد بن ابی بکر (رضی اللہ عنہ) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے محاصرہ کے لیے چلے اور امر عظیم کے مرتکب ہوئے۔ وہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر حملہ کرنے والوں میں ایک تھے۔ یہاں تک کہ حضرت عثمان شہید کر دئے گئے۔ پھر محمد بن ابی بکر حضرت علی کے پاس چلے گئے اور اُن کے امرا (وزرا) میں شامل ہوئے۔ حضرت علی نے ان کو 37 ھ میں مصر کا امیر بنایا۔ اُسی سال رمضان میں اُن کے اور حضرت معاویہ کے لشکر میں مقابلہ ہوا۔ محمد بن ابوبکر کے لشکر کو شکست ہوئی اور وہ ایک مصری عورت کے گھر میں چھپ گئے۔ مصری عورت نے پتا بتا دیا تو انھوں نے کہا: مجھے ابوبکر کے واسطے سے بچالو۔ معاویہ بن حدیج نے کہا: تو نے شہید عثمان کے خون کا بدلہ چاہنے والے میری قوم کے اسّی (80) افراد کو قتل کیا ہے اور میں تجھے چھوڑ دوں، جب کہ تو قاتلِ عثمان بھی ہے؟ پھر معاویہ بن حُدیج نے اُن کو قتل کر کے ایک مردہ گدھے کے ڈھانچے کے اندر داخل کر کے آگ لگا دی۔ عمرو بن دینار کا قول ہے کہ محمد بن ابی بکر کو قید کر کے عمرو بن عاص کے پاس لایا گیا تو انھوں نے خونِ عثمان کے بدلے میں انھیں قتل کر دیا۔ (سیر اعلام النبلاء: ۴۸۲/۳)

زرکلی نے یہ لکھا ہے کہ معاویہ بن حُدیج نے محمد بن ابی بکر کو اِس لیے قتل کیا تھا کہ وہ

قتلِ عثمان غنی میں شریک تھے۔ انھوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ بعض روایتوں میں ہے کہ انھوں نے لاش کو جلایا نہیں تھا بلکہ ان کے جسد خاکی کو ''**مسجد زمام**'' جو شہر فسطاط کے باہر تھی، میں دفن کیا تھا۔ ابن سعید نے کہا ہے کہ **و قد زُرتُ قبرَہ فی الفُسطاطِ** (میں نے محمد بن ابو بکر کی قبر کی زیارت مقام فسطاط میں کی ہے)۔

تاریخی روایات کی بنا پر اگر معاویہ بن حُدیج یا عمرو بن عاص یا امیر معاویہ رضی اللہ عنہم کو حضرت محمد بن ابی بکر کے قتل کا ذمہ دار ٹھہرا کر روافض انھیں لعن طعن کرتے ہیں تو اُن تاریخی روایات کے بارے میں وہ کیا کہیں گے جن کے مطابق حضرت محمد بن ابی بکر پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قتل کا الزام تھا اور یہی نہیں بلکہ معاویہ بن حُدیج، محمد بن ابی بکر کو خونِ عثمان کا بدلہ چاہنے والے 80 افراد کے قتل کا ذمہ دار سمجھتے تھے؟

تاریخی روایات میں بہت زیادہ اختلاف اور تضاد ہے لہٰذا امت کے عقیدے کی سلامتی کا وہی راستہ ہے جو اسلافِ اہل سنت کا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ایسے واقعات کے بارے میں زبان کو بند رکھا جائے اور صحابۂ کرام کی عزّت و احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے اُن کے نزاعی معاملات اور ناپسندیدہ واقعات کو موضوعِ بحث بنا کر امت مسلمہ کو انتشار و افتراق میں مبتلا نہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو خیر و صلاح کی توفیق عطا فرمائے۔

اعتراض:《10》

امام حاکم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بُرا کہتے تھے؟

ابن طاہر کہتے ہیں: امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ معاویہ سے روگردان اور منحرف تھے اور معاویہ اور اس کے خاندان کی توہین کرنے میں غلو کرتے تھے اور کبھی بھی اس بات سے پشیمان نہیں ہوتے تھے۔

ابوعبدالرحمٰن سلمی بیان کرتے ہیں: میں ابوعبداللہ الحاکم کے پاس گیا جب کہ وہ ابو عبداللہ الکرام کے پیروکاروں کے مظالم کی وجہ سے اپنے گھر میں محصور ہو کر رہ گئے تھے۔ اُن کا مسجد کی طرف نکلنا ممکن نہیں تھا اور یہ اِس لیے کہ ان لوگوں نے اُن کا منبر توڑ دیا تھا اور باہر نکلنے سے منع کر دیا تھا۔ میں نے امام حاکم سے عرض کیا: اگر آپ اُس شخص یعنی معاویہ کے فضائل میں کچھ روایت کر دیں اور املا کروا دیں تو آپ اِس مصیبت سے نجات پا جائیں گے۔ انھوں نے فرمایا: میرا دل نہیں مانتا میرا دل نہیں مانتا۔

(سیر اعلام النبلاء: ۱۶۶/۳، طبع بیروت)

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ صاحبِ مستدرک امام حاکم، معاویہ اور اس کے باپ سفیان کو بھی ناپسند کرتے تھے اور اُن کی فضیلت پر کوئی حدیث بیان کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔

(ایک گمنام رافضی کا اعتراض بذریعہ واٹس ایپ)

جواب:

ابن طاہر نے ابواسماعیل عبداللہ بن محمد انصاری کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انھوں نے ابواسماعیل سے امام حاکم کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے کہا: **ثقة في الحديث رافضي خبيث۔** حاکم حدیث میں ثقہ ہے لیکن خبیث قسم کا رافضی ہے۔ پھر ابن طاہر نے یہ بھی کہا کہ حاکم اپنے دل میں شیعانِ علی کا سخت تعصب رکھتے تھے اور خلافت اور

تقدیمِ صحابہ میں اہل سنت کا عقیدہ ظاہر کرتے تھے حالاں کہ وہ اعلانیہ طور پر معاویہ اور اُن کے گھر والوں سے سخت نفرت رکھتے تھے اور اس پر کچھ پشیمانی ظاہر نہیں کرتے تھے۔

اِس روایت کو نقل کرنے کے بعد ابن طاہر نے ایک روایت عبدالرحمٰن سلمی کے حوالے سے ذکر کی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بُرا کہنے کی وجہ سے لوگوں نے امام حاکم کے منبر کو توڑ دیا تھا اور انھیں مسجد آنے سے روک دیا تھا۔ ابوعبدالرحمٰن نے امام حاکم سے کہا کہ آپ معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے فضائل پر روایات لکھوا کر اِس مصیبت سے چھٹکارا کیوں نہیں حاصل کر لیتے؟ امام حاکم نے جواب دیا کہ میرا دل گوارا نہیں کرتا کہ معاویہ کے فضائل بیان کروں۔

معترض اگر ابن طاہر کی روایت مذکورہ کو درست مانتا ہے تو اُس کے مطابق امام حاکم کو رافضی ماننا پڑے گا کیوں کہ ابن طاہر نے صاف طور پر امام حاکم کو رافضی خبیث لکھا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ابن طاہر نے امام حاکم پر جو الزام رکھا ہے اُس سے امام حاکم کا دامن پاک تھا۔ ابن طاہر نے جو کچھ کہا ہے اور جو روایت ابوعبدالرحمٰن سلمی کے حوالے سے نقل کی ہے وہ جھوٹ ہے، مردود ہے۔ امام حاکم کا دامن رافضیت کے داغ سے پاک صاف تھا۔

ابن طاہر کے الزام کا رد کرتے ہوئے امام تاج الدین سبکی وفات: 771ھ اور امام ذہبی نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے اُس کو ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔ امام سبکی کے الفاظ یہ ہیں:

وَ قَطَعْتُ الْقَوْلَ بِاَنَّ كَلَامَ اَبِیْ اِسْمَاعِیْلَ وَ ابْنِ الطَّاهِرِ لَا یَجُوْزُ قَبُوْلُهٗ فِیْ حَقِّ هٰذَا الْاِمَامِ لِمَا بَیْنَهُمْ مِنْ مُّخَالَفَةِ الْعَقِیْدَةِ وَ مَا یُرْمَیَانِ بِهٖ مِنَ التَّجْسِیْمِ اَشْهَرُ مِمَّا یُرْمٰی بِهِ الْحَاكِمُ مِنَ الرَّفْضِ وَ لَا یَغُرَّنَّكَ قَوْلُ اَبِیْ اِسْمَاعِیْلَ قَبْلَ الطَّعْنِ فِیْهِ اَنَّهٗ ثِقَةٌ فِی الْحَدِیْثِ فَمِثْلُ هٰذَا الثَّنَاءِ یُقَدِّمُهٗ مَنْ یُّرِیْدُ الْاِزْرَاءَ بِالْكِبَارِ قَبْلَ الْاِزْرَاءِ عَلَیْهِمْ لِیُوْهِمَ الْبَرَاءَةَ مِنَ الْغَرَضِ وَ لَیْسَ الْاَمْرُ كَذٰلِكَ وَ الْغَالِبُ عَلٰی ظَنِّیْ اَنَّ مَا عَزٰی اِلٰی اَبِیْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ السُّلَمِیْ كَذِبٌ عَلَیْهِ وَ لَمْ یَبْلُغْنَا اَنَّ الْحَاكِمَ یَنَالُ مِنْ مُّعَاوِیَةَ وَ لَا یُظَنُّ

ذَالِکَ فِیہِ وَ غَایَۃُ مَا قِیلَ فِیہِ الْاِفْرَاطُ فِیْ وَلَاءِ عَلِیٍّ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْھَہٗ وَ مُقَامُ الْحَاکِمِ عِنْدَنَا اَجَلُّ مِنْ ذَالِکَ...

ترجمہ:

یہ بات پکّی ہے کہ امام حاکم کے بارے میں ابو اسماعیل اور ابن الطاہر کی بات کو قبول کرنا جائز نہیں۔ کیوں کہ امام حاکم، ابن الطاہر اور ابو اسماعیل کے عقیدے میں اختلاف تھا۔ حاکم پر رفض کے الزام کے مقابلے میں ابن الطاہر اور ابو اسماعیل کے بارے میں یہ بات زیادہ مشہور ہے کہ دونوں تجسیم کا عقیدہ رکھتے تھے (دونوں اللہ تعالیٰ کے لیے جسم مانتے تھے)

تم اِس سے دھوکہ نہ کھاؤ کہ ابو اسماعیل نے امام حاکم کو پہلے حدیث میں ثقہ کہا، اُس کے بعد اُن پر طعن کرتے ہوئے انھیں بدترین رافضی کہہ دیا۔ جو شخص اکابر پر طعن کرنا چاہتا ہے تو طعن کرنے سے پہلے اِس قسم کے تعریفی کلمات کہتا ہے تا کہ لوگوں کو یہ وہم نہ ہو کہ طعن خود غرضی پہ مبنی ہے۔

میرا ظن غالب یہ ہے کہ ابن طاہر نے ابو عبدالرحمٰن سلمی کے حوالے سے امام حاکم کی جانب رافضیت کی جو نسبت کی ہے وہ جھوٹ ہے۔ ہمارے پاس کوئی ایسی روایت نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہو کہ امام حاکم، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بُرا کہتے تھے۔ امام حاکم کے بارے میں ایسا گمان بھی نہیں کیا جا سکتا۔ ہاں اُن کے بارے میں زیادہ سے زیادہ یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے بہت زیادہ محبت کرنے والے تھے، لیکن رافضیت کے الزام سے پاک تھے۔

پھر امام سبکی نے آگے یہ لکھا ہے:

ثُمَّ اِنَّ ھٰذِہٖ حِکَایَۃٌ لَا یَحْکِیْھَا اِلَّا ھٰذَا الَّذِیْ یُخَالِفُ الْحَاکِمَ فِی الْمُعْتَقَدِ فَکَیْفَ یَسِعُ الْمَرْءَ اَنْ یَّقْبَلَ قَوْلَہٗ فِیْھَا اَوْ یَعْتَمِدَ عَلٰی نَقْلِہٖ۔

ترجمہ:

پھر اِس حکایت کو جب صرف اُسی آدمی نے بیان کیا ہے جس کا عقیدہ امام حاکم کے عقیدے کے خلاف ہے، تو حاکم پر اتنی بڑی تہمت کے ثبوت میں ایسے آدمی کی بات کیوں کر مقبول ہوگی یا اُس کی نقل پر اعتماد کیسے کیا جائے گا؟

❁ امام سبکی مزید لکھتے ہیں:

ثُمَّ انّٰی لَهٗ اِطِّلَاعٌ عَلٰی بَاطِنِ الْحَاکِمِ حَتّٰی یَقْضِیَ بِاَنَّهٗ کَانَ یَتَعَصَّبُ لِلشِّیْعَةِ بَاطِنًا۔

ترجمہ:

پھر اُس آدمی کو حاکم کے دل کے اندر کی بات کیوں کر معلوم ہوگئی اور کیسے اُس نے یہ حکم لگا دیا کہ حاکم اپنے دل میں شیعیت کا تعصب رکھتے تھے؟

(طبقات الشافعیۃ الکبریٰ: ۱۶۴/۴)

❁ امام ذہبی نے ابن طاہر کی بات کو نقل کرنے کے بعد یہ لکھا ہے:

قُلْتُ: کَلَّا لَیْسَ هُوَ رَافِضِیًّا بَلٰی یَتَشَیَّعُ۔

ترجمہ:

امام حاکم ہرگز رافضی نہیں تھے، ہاں حضرت مولیٰ علی سے بہت زیادہ محبت رکھتے تھے۔

(سیر اعلام النبلاء: ۱۷۴/۱۷)

تنبیہ:

واضح رہے کہ محدثین کی قدیم اصطلاح میں "تشیّع" فرطِ محبتِ علی رضی اللہ عنہ کے لیے بولا جاتا تھا لیکن آج تشیّع رافضیت کو اور اہل "تشیّع" رافضی کو کہا جاتا ہے۔ امام ذہبی نے امام حاکم کے بارے میں یتشیّع لکھا ہے، اس کا معنی یہ نہیں ہے کہ وہ حبّ مولیٰ علی رضی اللہ عنہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بُرا کہتے تھے۔

❁ امام ابن حجر عسقلانی نے بھی لسان المیزان میں ابن طاہر اور ابو عبدالرحمٰن سلمی کی

روایت کو جھوٹ اور مردود قرار دیا ہے۔

(لسان المیزان:۵/۲۳۳)

جب یہ ثابت ہو گیا کہ ابن طاہر اور ابو عبدالرحمٰن سلمی کی روایت باطل ہے۔امام حاکم حضرت امیر معاویہ اور اُن کے والد حضرت ابوسفیان کو بُرا کہنے والے رافضی نہیں تھے،تو لازماً یہ بات بھی ثابت ہو گئی کہ امام ذہبی، امام ابن حجر عسقلانی، امام سبکی وغیرہ اسلافِ امت کے نزدیک حضرت امیر معاویہ یا کسی بھی صحابی سے بغض رکھنے والا اور انھیں بُرا کہنے والا شخص رافضی ہے۔

اعتراض:《11》

امام احمد بن حنبل امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو کافر سمجھتے تھے؟

اسحاق بن ابراھیم بن ہانی متوفی 375ھ نے مسائل الامام احمد بن حنبل میں یہ قول نقل کیا ہے "مَاتَ وَاللّٰهِ مُعَاوِيَةُ عَلٰى غَيْرِ الْإِسْلَامِ" واللہ معاویہ کی موت اسلام پر نہیں ہوئی ہے۔
(مسائل الامام احمد بن حنبل: ۱۵۴) (ایک گمنام رافضی کی فیس بک پوسٹ سے ماخوذ)

جواب:

یہ قول امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا ہرگز نہیں ہے۔ امام احمد بن حنبل کا قول یہ ہے کہ جو شخص معاویہ رضی اللہ عنہ کو بُرا کہتا ہے وہ گمراہ ہے۔ اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھی جائے گی۔

ابراھیم بن محمد ابن مفلح متوفی 884ھ نے اپنی کتاب ''**المقصد الارشد**'' میں یہ روایت نقل کی ہے کہ اسحاق بن ابراھیم بن ہانی نیساپوری نے کہا کہ میں نے سنا: ابوعبداللہ (امام احمد بن حنبل) سے پوچھا گیا کہ جو شخص معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو گالی گلوچ کرتا ہے اُس کے پیچھے نماز پڑھی جائے؟ تو انھوں نے جواب دیا: لَا وَ لَا كَرَامَةَ۔ نہیں، نماز نہیں پڑھی جائے گی اور ایسے آدمی کے لیے کوئی بزرگی نہیں۔ (المقصد الارشد: ۱/۲۴۱)

❁ ابوالحسین ابن ابی یعلی متوفی 525ھ نے بھی اسحاق بن ابراھیم ابن ہانی کے حوالے سے امام احمد بن حنبل کا یہی قول اپنی کتاب ''**طبقات الحنابلہ**'' میں نقل کیا ہے۔
(طبقات الحنابلۃ: ۱/۱۰۸)

اسحاق بن ابراہیم کے حوالے سے جو قول رافضی معترض نے نقل کیا ہے کہ ''معاویہ کی موت اسلام پر نہیں ہوئی'' وہ قول علی بن جعد کی جانب منسوب ہے۔ علی بن جعد کے تعلق سے ناقدینِ حدیث کے اقوال ملاحظہ کیجیے تو اندازہ ہو جائے گا کہ اس قول کی حیثیت کیا ہے؟

❁ عقیلی نے کہا: قُلْتُ لِعَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَحْمَدَ بْنِ جَنْبَلٍ لِمَ لَا تَكْتُبُ عَنْ عَلِيِّ

بْـنِ الْـجَـعْـدِ؟ قَـالَ: نَهَـانِـیْ اَبِـیْ اَنْ اَذْهَـبَ اِلَیْهِ وَ كَانَ یَبْلُغُهٗ عَنْهُ اَنَّهٗ یَتَنَاوَلُ الصَّحَابَةَ۔

ترجمہ:

میں (عقیلی) نے عبداللہ بن احمد بن حنبل سے کہا: آپ علی بن جعد سے حدیثیں کیوں نہیں لکھتے؟ انھوں نے کہا: میرے والد (امام احمد بن حنبل) نے مجھے اُس کے پاس جانے سے منع کیا ہے۔ میرے والد کو یہ معلوم ہوا تھا کہ علی بن جعد صحابہ کو بُرا بھلا کہتا ہے۔

❁ داوٗد نے کہا: وُسِمَ عَلِیُّ بْنُ الْجَعْدِ بِمِیْسَمِ سُوْءٍ قَالَ: مَا یَسُوْؤُنِیْ اَنْ یُّعَذِّبَ اللّٰهُ مُعَاوِیَةَ۔

ترجمہ:

علی بن جعد پر بدعقیدگی کا داغ تھا۔ اُس کا یہ کہنا تھا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ اللہ معاویہ کو عذاب دے۔

❁ ابواسحاق الجوزجانی (تلمیذ علی بن جعد) نے کہا: عَلِیُّ بْنُ الْجَعْدِ مُتَشَبِّثٌ بِغَیْرِ بِدْعَةٍ زَائِغٌ عَنِ الْحَقِّ۔

ترجمہ:

علی بن جعد متعدد بدعقیدگیوں میں ملوث تھے حق (مسلک اہل سنت) سے بھٹکے ہوئے تھے۔

❁ احمد بن ابراہیم الدورقی نے کہا: قُلْتُ لِعَلِیِّ بْنِ الْجَعْدِ بَلَغَنِیْ اَنَّکَ قُلْتَ: اِبْنُ عُمَرَ ذَاکَ الصَّبِیُّ قَالَ: لَمْ اَقُلْ وَ لٰكِنْ مُعَاوِیَةُ مَا اَكْرَهُ اَنْ یُّعَذِّبَهُ اللّٰهُ۔

ترجمہ:

میں (الدورقی) نے علی بن جعد سے کہا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے ابن عمر (رضی اللہ عنہ) کو لونڈا کہا ہے؟ اُس نے کہا: میں نے نہیں کہا ہے، ہاں میرا دل یہ چاہتا ہے کہ اللہ معاویہ کو عذاب دے۔

❁ ہارون بن سفیان مستملی نے کہا: كُنْتُ عِنْدَ عَلِيِّ بْنِ الْجَعْدِ فَذَكَرَ عُثْمَان فَقَالَ: اَخَذَ مِنْ بَيْتِ الْمَالِ مِائَةَ اَلْفِ دِرْهَمٍ بِغَيْرِ حَقٍّ فَقُلْتُ لَا وَاللّٰهِ مَا اَخَذَهُ اِلَّا بِحَقٍّ اِنْ كَانَ اَخَذَهَا. فَقَالَ: لَا وَاللّٰهِ مَا اَخَذَهَا اِلَّا بِغَيْرِ حَقٍّ۔

ترجمہ:

میں (ہارون بن سفیان) علی بن جعد کے پاس تھا۔ اُس نے حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کا ذکر کرتے ہوئے کہا: عثمان (رضی اللہ عنہ) نے بیت المال سے ناحق ایک لاکھ درہم لے لیے ہیں۔ میں نے کہا: نہیں! واللہ اگر لیا ہے تو ناحق نہیں لیا ہے۔ اُس نے کہا: نہیں واللہ، ناحق لیا ہے۔

(تاریخ الاسلام للذہبی: ۶۳۲/۵)

گمنام رافضی معترض نے اسحاق بن ابراہیم کی جس روایت کو پیش کیا ہے اُس میں ایک راوی زیاد بن ایوب المعروف لَدُ وَیہ ہے جو ثقہ مقبول راوی ہے، اس نے خود علی بن جعد کی بدعقیدگی کے ثبوت میں امام احمد بن حنبل کا یہ قول نقل کیا ہے: سَأَلَ رَجُلٌ اَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْجَعْدِ فَقَالَ اَحْمَدُ: وَ يَقَعُ فِيْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ۔

ترجمہ:

ایک آدمی نے احمد بن حنبل سے علی ابن الجعد کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے کہا: علی ابن الجعد نبی کریم ﷺ کے صحابہ کو بُرا بھلا کہتا تھا۔

(تاریخ بغداد: ترجمہ علی بن الجعد، ۲۸۱/۱۳)

ایک شبہ کا ازالہ:

کوئی یہ شبہ پیش کرسکتا ہے کہ علی ابن الجعد تو امام بخاری کا شیخ ہے۔ اُس کو ثقہ، ثبت، حافظ الحدیث اور ثانیِ شعبہ بھی کہا گیا ہے، پھر اُسے مجروح و نامقبول ٹھہرانے کا کیا معنیٰ؟

اِس شبہ کا جواب یہ ہے کہ کسی راوی کا حافظ الحدیث، ثقہ، متقن ہونا اور ہے اور اُس کا

صحیح العقیدہ ہونا اور ہے۔کوئی راوی حافظ الحدیث، حدیث میں ثقہ متقن ہو تو لازم نہیں کہ اُس کا عقیدہ بھی اہل سنت و جماعت کے مطابق ہو۔بخاری کے بعض راوی قدریہ فرقہ سے تعلق رکھنے والے بھی ہیں۔حجاج بن یوسف ظالم و جابر تھا۔حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا کہ اگر روئے زمین کے تمام لوگوں کے گناہوں کو ایک طرف اور حجاج کے ظلم وستم کو ایک طرف رکھا جائے تو حجاج کے گناہ سب کے گناہوں پر بھاری ہوں گے۔ایسا ظالم و جابر فاسق و فاجر شخص مسلم اور ابوداؤد کا راوی ہے۔ذہبی نے اس کو حافظ الحدیث لکھا ہے۔ ابن ابوحاتم نے ثقہ حافظ لکھا ہے۔ (سیر اعلام النبلاء:۱۲/۱/۳۰۱)

معلوم ہوا کہ حافظ الحدیث اور روایتِ حدیث میں ثقہ ہونا اور ہے اور صحیح العقیدہ ہونا اور ہے۔

بدعقیدہ شخص سے روایتِ حدیث کا درست ہونا نہ ہونا ائمہ حدیث کے مابین مختلف فیہ ہے لیکن بدعقیدہ راوی سے روایت لینے سے وہ خوش عقیدہ نہیں ہو جائے گا۔

اِس بات پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ کسی بدعقیدہ راوی کی روایت اگر اُس کی بدعقیدگی کی تائید میں ہے تو وہ نامقبول ہے۔علی بن جعد کی روایتِ مذکورہ روافض کی تائید میں ہے لہٰذا وہ نامعتبر ہے۔

مروان بن حکم بدبخت، دشمنِ اہل بیت تھا لیکن صحیح مسلم کے سوا پانچ کتب صحاح کے راویوں میں اُس کا نام بھی ہے۔ثابت ہوا کہ کسی کا ثقہ محدث ہونا اور ہے اور سنّی صحیح العقیدہ ہونا اور ہے۔علی ابن الجعد کو اگرچہ ناقدینِ حدیث نے ثقہ حافظ الحدیث کہا ہے لیکن جمہور ناقدینِ حدیث نے اس کو شیعہ رافضی، صحابہ کو بُرا کہنے والا لکھا ہے۔

اب قارئین خود انصاف سے بتائیں! ایسے شخص کے قول کو گمنام رافضی معترض، حضرت امیر معاویہ کے کفر پر موت کی دلیل مانتا ہے جس کو ناقدینِ حدیث نے رافضی بدعقیدہ لکھا ہے اور جو امیر معاویہ کا دشمن تھا۔ایسا لگتا ہے کہ رافضی معترض کے نزدیک علی بن جعد کا قول قرآن کی کوئی آیت ہے۔استغفر اللہ العظیم

حیرت ہے رافضی معترض کی سمجھ پر کہ امام احمد بن حنبل تو علی بن جعد کی بدعقیدگی کو بیان فرمارہے ہیں کہ اُس نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی کی انتہا کرتے ہوئے یہاں تک کہہ دیا ہے کہ اُن کی موت اسلام پر نہیں ہوئی ہے، لیکن امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی اِس روایت کو ایک گمنام رافضی اپنی رافضیت کے ثبوت کی دلیل بنارہا ہے۔

حالاں کہ حضرت امیر معاویہ کے گستاخ کے تعلق سے امام احمد بن حنبل کا موقف یہ ہے کہ ایسا شخص گمراہ ہے، اُس کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے اور علی ابن الجعد بھی امام احمد بن حنبل کے نزدیک حضرت امیر معاویہ بلکہ دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان میں بھی بے ادبی کرنے والا تھا، لہٰذا انھوں نے اپنے بیٹے عبداللہ کو علی ابن الجعد کے پاس جانے اور اُس سے حدیث لینے سے منع کر دیا تھا۔

اعتراض:﴿12﴾

ابن کثیر نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ناصبی لکھا ہے؟

حافظ ابن کثیر نے یہ اعتراف کیا ہے کہ معاویہ بن ابی سفیان ''ناصبی'' (دشمنِ اہل بیت) تھا۔ چناں چہ ابن کثیر کی کتاب ''**البدایہ والنہایہ**'' کے یہ اشعار پڑھئے:

وَ هٰـكَـذَا خُـلَـفَـاءُ بَـنِـیْ اُمَیَّة عِـدَّتُهُـمْ كَـعِـدَّةِ الـرَّافِـضَة
وَ لٰكِنِ الْـمُـدَّةُ كَـانَتْ نَاقِصَة عَنْ مِّـائَةٍ مِـنَ السِّنِیْنَ خَـالِصَة
وَ كُـلُّهُـمْ قَدْ كَـانَ نَـاصِبِیًّـا اِلَّا الْاِمَـامَ عُـمَـرَ التَّـقِیَّـا
مُـعَـاوِیَةُ ثُـمَّ ابْـنُـهُ یَـزِیْـد وَ ابْـنُ اِبْـنِـهٖ مُـعَـاوِیْ السَّدِیْد
مَـرْوَانُ ثُـمَّ ابْنُ لَهٗ عَبْدُ الْمَلِكْ مُـنَـابِذٌ لِاِبْنِ الزُّبَیْرِ حَتّٰی هَلَكْ

ترجمہ:

اسی طرح خلفاء بنی امیہ کی تعداد رافضی خلفا (فاطمی خلفا) کی تعداد کے برابر تھی۔ لیکن ان کی مدت خلافت سو سال سے کم تھی۔ تمام خلفائے بنی امیہ ناصبی (دشمن اہل بیت) تھے، سوا امام عمر متقی (عمر بن عبدالعزیز) کے۔ معاویہ، پھر اس کا بیٹا یزید تھا پھر یزید کا پوتا معاویہ جو ٹھیک ٹھاک تھا۔ پھر مروان پھر اس کا بیٹا عبدالملک جو ابن زبیر کا مقابل تھا، یہاں تک کہ ہلاک ہو گیا۔ (ایک رافضی کی پوسٹ)

جواب:

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کا ہرگز یہ موقف نہیں کہ حضرت امیر معایہ رضی اللہ عنہ ناصبی تھے۔ رافضی معترض کی یا تو یہ جہالت ہے یا دھوکہ دھڑی۔

معترض نے جو اشعار پیش کیے ہیں وہ ایک طویل قصیدہ کے اشعار ہیں۔ وہ قصیدہ ابن کثیر کا

نہیں بلکہ کسی نا معلوم شاعر کا ہے جس کو ابن کثیر نے صرف اِس مقصد سے اپنی کتاب البدایہ والنھایہ میں نقل کیا ہے کہ اِس قصیدے کے اشعار میں خلفائے راشدین سے لے کر خلفائے بنو امیہ و بنو عباسیہ اور عبیدی فاطمی رافضی خلفا کے اسما بھی ذکر کیے گئے ہیں۔ لہٰذا اگر کوئی شخص سب کے نام کو یکجا دیکھنا اور جاننا چاہتا ہے تو اِس قصیدے میں دیکھ سکتا ہے۔

چناں چہ ابن کثیر قصیدے کو نقل کرنے سے پہلے لکھتے ہیں: **وَ هٰذِهٖ اُرْجُوْزَةٌ بَعْضِ الْفُضَلَاءِ ذَكَرَ فِيْهَا جَمِيْعَ الْخُلَفَاءِ**۔ یہ کسی فاضل کا قصیدہ ہے جس میں انھوں نے تمام خلفاء کا ذکر کر دیا ہے۔

ابن کثیر مذکورہ قصیدہ کے تمام اشعار کے مضامین و مفاہیم سے متفق نہیں تھے۔ مثلاً جس شعر میں شاعر نے بنو امیہ کے تمام خلفا کو بشمول حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے، ناصبی لکھا ہے اُس سے حافظ ابن کثیر متفق نہیں تھے۔ اگر اُس شعر سے وہ متفق ہوتے تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا قول نہ کرتے اور انھیں ''رضی اللہ عنہ'' نہ لکھتے، انھیں اسلام کا سب سے پہلا بہترین بادشاہ نہ لکھتے۔ البدایہ والنھایہ میں ابن کثیر نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب کا عنوان بھی قائم کیا ہے۔

دیکھیے البدایہ والنھایہ جلد 8 صفحہ 125 پر یہ عنوان ہے: **وَ هٰذِهٖ تَرْجَمَةُ مُعَاوِيَةَ وَ ذِكْرُ شَيْءٍ مِّنْ اَيَّامِهٖ وَ مَا وَرَدَ فِيْ مَنَاقِبِهٖ وَ فَضَائِلِهٖ**۔ نیز اس عنوان کے تحت حضرت ابوسفیان کے تعلق سے یہ لکھا ہے:

وَ كَانَ اَبُوْهُ مِنْ سَادَاتِ قُرَيْشٍ وَ تَفَرَّدَ بِالسُّؤْدَدِ بَعْدَ يَوْمِ بَدْرٍ ثُمَّ لَمَّا اَسْلَمَ حَسُنَ بَعْدَ ذَالِكَ اِسْلَامُهٗ وَ كَانَ لَهٗ مُوَاقِفُ شَرِيْفَةٌ وَ آثَارٌ مَحْمُوْدَةٌ فِيْ يَوْمِ الْيَرْمُوْكِ وَ مَا قَبْلَهٗ وَ مَا بَعْدَهٗ۔

ترجمہ:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے والد (حضرت ابوسفیان) قریش کے سرداروں میں تھے۔

جنگ بدر کے بعد تن تنہا سردار تھے۔ پھر جب (فتح مکہ کے موقع پر) اسلام لائے تو اچھے مسلمان ہوئے۔ جنگ یرموک کے دن اور اُس سے پہلے اور اُس کے بعد انھوں نے بڑے کارنامے انجام دیے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فتوحات کا ذکر کرتے ہوئے ابن کثیر لکھتے ہیں:

"فَلَمْ یَزَلْ مُعَاوِیَةُ نَائِبًا عَلَی الشَّامِ فِی الدَّوْلَةِ الْعُمَرِیَّةِ وَالْعُثْمَانِیَّةِ مُدَّةَ خِلَافَةِ عُثْمَانَ وَافْتَتَحَ فِیْ سَنَةِ سَبْعٍ وَّ عِشْرِیْنَ جَزِیْرَةَ قُبْرُصَ وَ سَکَنَهَا الْمُسْلِمُوْنَ قَرِیْبًا مِّنْ سِتِّیْنَ سَنَةً فِیْ اَیَامِهٖ وَ مِنْ بَعْدِهٖ وَ لَمْ تَزَلِ الْفُتُوْحَاتُ وَالْجِهَادُ قَائِمًا عَلٰی سَاقِهٖ فِیْ اَیَّامِهٖ فِیْ بِلَادِ الرُّوْمِ وَ الْفَرَنْجِ وَغَیْرِهَا"

ترجمہ:

حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے دور خلافت میں مسلسل حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ شام کے امیر رہے۔ 27ھ میں قلعہ قُبرص کو فتح کیا۔ وہاں اُن کے زمانے میں اور بعد میں مسلمان ساٹھ سال تک قابض رہے۔ حضرت معاویہ کے زمانے میں بلاد روم اور فرنگ میں انھیں کے بَل پر فتوحات اور جہاد کا سلسلہ جاری رہا۔ (البدایہ والنھایہ: ترجمہ معاویہ، ۸/۱۲۷)

پھر ابن کثیر نے صلح امام حسن رضی اللہ عنہ کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کا ذکر کرتے ہوئے یہ لکھا ہے:

وَ کَذَالِکَ مَا بَعْدَهٗ اِلٰی وَقْتِ اصْطِلَاحِهٖ مَعَ الْحَسَنِ بْنِ عَلِیٍّ کَمَا تَقَدَّمَ فَانْعَقَدَتِ الْکَلِمَةُ عَلٰی مُعَاوِیَةَ وَاَجْمَعَتِ الرِّعَایَا عَلٰی بَیْعَتِهٖ فِیْ سَنَةِ اِحْدٰی وَ اَرْبَعِیْنَ کَمَا قَدَّمْنَا فَلَمْ یَزَلْ مُسْتَقِلًّا بِالْاَمْرِ فِیْ هٰذِهِ الْمُدَّةِ اِلٰی هٰذِهِ السَّنَةِ الَّتِیْ کَانَتْ فِیْهَا وَفَاتُهٗ وَالْجِهَادُ فِیْ بِلَادِ الْعَدُوِّ قَائِمٌ وَ کَلِمَةُ اللّٰهِ عَالِیَةٌ وَالْغَنَائِمُ تَرِدُ عَلَیْهِ مِنْ اَطْرَافِ الْاَرْضِ وَالْمُسْلِمُوْنَ مَعَهٗ فِیْ رَاحَةٍ وَ عَدْلٍ وَ صَفْحٍ وَ عَفْوٍ۔

ترجمہ:

اُسی طرح امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے صلح کے زمانے تک جہاد کا سلسلہ قائم رہا۔ پھر 41 ھ میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت پر اتفاق ہو گیا۔ اُس مدت سے لے کر اُن کے سنِ وفات تک دشمنانِ اسلام کے شہروں میں جہاد کا سلسلہ جاری رہا اور کلمۂ توحید بلند ہوتا رہا۔ زمین کے تمام اطراف سے غنیمت کے اموال آتے رہے۔ اُس وقت مسلمان انصاف، راحت، فراخ دلی اور عفو درگزر کے ماحول میں زندگی گزار رہے تھے۔ (حوالۂ سابق)

کیا مذکورہ بالا شواہد کے ہوتے ہوئے رافضی معترض یہ کہے گا کہ حافظ ابن کثیر کا یہ موقف تھا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ناصبی تھے؟

کچھ بعید نہیں کہ معترض بہادری دکھاتے ہوئے اب حافظ ابن کثیر کو بھی ناصبی و خارجی کہنے لگے۔ کیوں کہ ابن کثیر نے حضرت امیر معاویہ کو صحابیِ رسول، رضی اللہ عنہ لکھا ہے۔ اُن کے فضائل و مناقب بیان کئے ہیں۔ بلکہ آپ کے والد حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کو بھی صحابی لکھا ہے اور ان کی بھی تعریف و توصیف کی ہے اور رافضیوں کے نزدیک حضرتِ امیر معاویہ اور حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہما کی تعریف و توصیف کرنے والا، انھیں صحابی سمجھنے والا ناصبی و خارجی ہے۔

اور ہاں گمنام معترض کو البدایہ والنھایہ کے مذکورہ بالا اشعار بہت پسند ہیں تو ذرا سوچ کے بتائے کہ جس شعر میں بنو امیہ کے تمام خلفا کو ناصبی کہا گیا ہے اُسی میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کو ''متقی'' لکھا گیا ہے، حالاں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امیر معاویہ کو بُرا بھلا کہنے پر ایک شخص کو کوڑے لگوائے تھے۔ کیا گمنام رافضی معترض اب پلٹ کروار کرتے ہوئے یہ کہے گا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز بھی ناصبی و خارجی تھے؟

اعتراض:《13》

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے لفظ خلافت کا استعمال منع ہے؟

سنت یہ ہے کہ معاویہ کو بادشاہ کہا جائے خلیفہ نہیں۔ ابن کثیر نے البدایہ والنھایہ میں یہ لکھا ہے:

وَالسُّنَّةُ اَنْ يُّقَالَ لِمُعَاوِيَةَ مَلِكٌ وَ لَا يُقَالَ لَهُ خَلِيْفَةٌ لِحَدِيْثِ سَفِيْنَةَ اَلْخِلَافَةُ بَعْدِيْ ثَلَاثُوْنَ سَنَةً ثُمَّ تَكُوْنُ مُلْكًا عَضُوْضًا۔

ترجمہ:

سنت یہ ہے کہ معاویہ کو بادشاہ کہا جائے، خلیفہ نہ کہا جائے۔ کیوں کہ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے: خلافت میرے بعد تیس سال رہے گی پھر ظلم والی بادشاہت ہوگی۔ (البدایہ والنھایہ: ۱۴۴/۸)

جواب:

ابن کثیر کے قولِ مذکور کی بنا پر اگر یہ کہا جائے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ کہنا سنت کے خلاف ہے تو سوال یہ ہے کہ خود ابن کثیر نے البدایہ والنھایہ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ لکھا ہے، اِس کا کیا جواب ہوگا؟

ابن کثیر کے الفاظ یہ ہیں:

فَلَمَّا اسْتَقَرَّتِ الْخِلَافَةُ لِمُعَاوِيَةَ كَانَ الْحُسَيْنُ يَتَرَدَّدُ اِلَيْهِ مَعَ اَخِيْهِ الْحَسَنِ فَيُكْرِمُهُمَا مُعَاوِيَةُ اِكْرَامًا زَائِدًا وَ يَقُوْلُ لَهُمَا مَرْحَبًا وَّ اَهْلًا وَّ يُعْطِيْهِمَا عَطَاءً جَزِيْلًا۔

ترجمہ:

جب حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے لیے خلافت مقرر ہوئی تو حضرت حسین (علی جدہ و علیہ السلام) اپنے بھائی حضرت حسن (علی جدہ و علیہ السلام) کے ساتھ حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ)

کے پاس آنا جانا کرتے تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ دونوں کا پُر تپاک استقبال کرتے، دونوں کی خوب تعظیم و تکریم کرتے اور دونوں کو بیش بہا انعامات دیتے تھے۔

(البدایہ والنھایہ:۸/۱۶۱)

ابن کثیر نے اپنی کتاب ''البدایہ والنھایہ'' میں ایک مقام پر یہ لکھا ہے کہ سنت یہ ہے کہ حضرت معاویہ کو خلیفہ نہ کہا جائے بلکہ بادشاہ کہا جائے۔ پھر اُسی کتاب میں دوسرے مقام پر یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے ''خلافت مقرر و ثابت ہوگئی''۔ اِس تضاد سے نکلنے کی کیا صورت ہے؟ ابن کثیر کی دونوں باتیں درست نہیں ہوسکتیں۔ ایسا ممکن نہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوں بھی اور نہ بھی ہوں۔ یہ بھی ممکن نہیں کہ دونوں باتیں غلط ہوں۔ کیوں کہ اگر ان کا خلیفہ ہونا ثابت ہوگا تو خلیفہ نہ ہونا باطل ہوگا اور خلیفہ نہ ہونا ثابت ہو تو خلیفہ ہونا باطل ہوگا۔

روافض کے فہم و فکر پر پردہ ہے اِس لئے وہ ابن کثیر کی بات کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ اگر سمجھتے بھی ہیں تو اُس کے اظہار کی توفیق سے محروم ہیں، لہٰذا اظہارِ حق کے طور پر ہم عرض کرتے ہیں۔ ہم نے اس سے پہلے بھی ذکر کیا ہے کہ ایک ہے خلافت خاصہ خلافتِ راشدہ، یعنی منہاجِ نبوت پر قائم ہونے والی خلافت۔ اِس خلافت کی مدّت قولِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق 30 سال ہے جو حضرت امام حسن علی جدہ وعلیہ السلام پر ختم ہوئی۔ جس خلافت کی مدت 30 سال ہے اُس کے آخری خلیفہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ تھے لہٰذا اِس معنی کے لحاظ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ کہنا سنت (حدیث) کے خلاف ہے۔ ابن کثیر نے جو یہ لکھا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نہ کہا جائے اُس کا معنی یہی ہے کہ حدیث شریف میں جس خلافت (خلافتِ خاصہ) کی مدت ۳۰ سال بیان کی گئی ہے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اُس خلافت خاصہ کا حامل خلیفہ نہ کہا جائے۔ لیکن ایک خلافت وہ ہے جس کا ذکر صحیح احادیث میں آیا ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ دین کا معاملہ قائم و درست رہے گا جب تک میری امت میں بارہ خلفا نہیں گزریں گے۔ اِس خلافت کے حامل بعض خلفا گزر چکے

ہیں اور آخری خلیفہ حضرت امام مہدی علی جدہ وعلیہ الصلاۃ والسلام ہوں گے۔

امام ابن کثیر نے جس خلافت کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے ثابت ومقرر مانا ہے اُس سے مراد وہی خلافت ہے جس کا ذکر اِس حدیث میں ہے کہ قیامت تک دین قائم ومضبوط رہے گا یہاں تک کہ بارہ خلفا گزر جائیں۔ ابن کثیر نے جس معنی میں حضرت امیر معاویہ کو خلیفہ کہا ہے اُس معنی میں حضرت عمر بن عبد العزیز کو بھی خلیفۃ المسلمین کہا جاتا ہے۔ لہٰذا ابن کثیر کے حوالے سے یہ کہنا درست نہیں ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ کہنا سنت کے خلاف ہے۔ یقیناً حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اسلامی سلطنت کے سب سے پہلے بہترین سلطان اور حکمراں تھے، جیسا کہ ابن کثیر نے انھیں اَوَّلُ خِیَارِ مُلُوْکِ الْاِسْلَامِ لکھا ہے اور سلطانِ عادل اور امیر المسلمین ہونے کے لحاظ سے انھیں خلیفۃ المسلمین کہنا بھی صحیح ہے۔ امام ابن کثیر اس کے منکر نہیں۔

ابن کثیر کے علاوہ جن ائمہ محدثین ومؤرخین نے حضرت امیر معاویہ کے لیے خلافت کا لفظ استعمال کیا ہے اُن کے نام کتابوں کے حوالوں کے ساتھ ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں۔

- امام ابو بکر ابن ابی عاصم متوفی 287ھ نے اپنی کتاب ''الآحاد والمثانی'' میں تقریباً 7 مقامات پہ حضرت امیر معاویہ کے لیے لفظ خلافت تحریر کیا ہے۔
- امام نسائی نے السنن الکبری حدیث 4625 میں نافع سے یہ روایت نقل کی ہے:

اِنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يُكْرِيْ مَزَارِعَهٗ حَتّٰى بَلَغَهٗ فِيْ آخِرِ خِلَافَةِ مُعَاوِيَةَ اَنَّ رَافِعَ بْنَ خَدِيْجٍ يُخْبِرُ فِيْهَا بِنَهْيٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ۔ (السنن الکبری: ۴/۱۰۴)

ترجمہ:

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنے کھیت کو کرایہ پر دیتے تھے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخری ایام میں انھیں یہ خبر ملی کہ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔

نوٹ:

حدیث میں کھیت کو کرایہ پر دینے کی جو ممانعت ہے اُس سے مراد اِس طور پر کھیت کو کرایہ پر دینا ہے کہ کھیت کے کسی خاص حصے کی پیداوار کو بطور کرایہ کھیت کا مالک اپنے لیے متعین کر لے جیسا کہ بخاری کی روایت میں اس کی صراحت موجود ہے۔

❁ امام حاکم کی المستدرک میں حدیث 5752 کے تحت ہے:

وَ تُوُفِّیَ عَبْدُاللّٰہُ بْنُ سَلَامٍ بِالْمَدِیْنَۃِ فِیْ اَقَاوِیْلِ جَمِیْعِھِمْ سَنَۃَ ثَلَاثٍ وَّ اَرْبَعِیْنَ فِیْ خِلَافَۃِ مُعَاوِیَۃَ۔ (المستدرک: ۳/۴۶۸)

ترجمہ:

تمام اصحاب سیر و تاریخ کے مطابق حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی وفات مدینہ طیبہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں 43ھ کو ہوئی ہے۔

❁ حضرت عاصم بن عدی کی وفات کے بارے میں لکھا: وَ مَاتَ سَنَۃَ خَمْسٍ وَّ اَرْبَعِیْنَ فِیْ خِلَافَۃِ مُعَاوِیَۃَ۔

❁ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھا کہ ستر سال کی عمر میں 50ھ ''خلافت معاویہ'' کے زمانے میں ان کی وفات ہوئی۔

❁ حضرت عقیل کے بارے میں لکھا: وَ مَاتَ ''فِیْ خِلَافَۃِ مُعَاوِیَۃَ''۔

❁ حضرت زیاد بن لبید بدری کے بارے میں لکھا: وَ مَاتَ فِیْ اَوَّلِ خِلَافَۃِ مُعَاوِیَۃَ۔

❁ حضرت بُسر بن ارطاۃ کے تعلق سے لکھا: مَاتَ ''فِیْ خِلَافَۃِ مُعَاوِیَۃَ''۔

❁ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے تعلق سے لکھا مَاتَ بِالْمَدِیْنَۃِ فِیْ آخِرِ ''خِلَافَۃِ مُعَاوِیَۃَ''۔

❁ امام طبرانی نے ''المعجم الکبیر'' میں حدیث 4242 کے تحت لکھا ہے کہ حضرت رافع رضی اللہ عنہ کی وفات حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ہوئی۔

❁ حضرت یزید بن رُکانہ کے بارے میں لکھا: تُوُفِّیَ فِیْ خِلَافَۃِ مُعَاوِیَۃَ

(معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ان کی وفات ہوئی)۔

❁ محدث ابن شبہ کی کتاب ''تاریخ المدینہ'' میں نعمان بن بشیر کے بارے میں ہے:

وَ هُوَ اَمِيْرٌ فِيْ خِلَافَةِ مُعَاوِيَةَ (وہ خلافتِ معاویہ میں گورنر تھے)۔ (تاریخ المدینہ لابن شبہ: ۱۱۰۶/۳)

اس کے علاوہ ''سنن الدارمی'' میں حدیث 46 کے تحت، ''شرح السنّہ'' باب فضل العلم میں، امام طحاوی کی ''شرح مشکل الآثار'' میں حدیث 1486 کے تحت، صحیح مسلم باب کراء الارض میں حدیث ابن عمر میں، مسند احمد میں مسند جابر کے اندر، اسی میں مسند ابوثعلبہ الخشنی کے اندر، مصنف عبدالرزاق بَابُ قَتْلِ السَّاحِرِ میں اور دیگر بہت سی کتب اسلاف میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی اِمارت کے لیے لفظ ''خلافت'' مذکور ہے۔ اُن کُتُبِ حدیث میں متعدد صحابۂ کرام نے اپنی روایات میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے ''خلافت'' کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ مثلاً صحیح مسلم میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يُكْرِيْ مَزَارِعَهٗ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَ فِيْ اِمَارَةِ اَبِيْ بَكْرٍ وَ عُمَرَ وَ عُثْمَانَ وَ صَدْرًا مِنْ خِلَافَةِ مُعَاوِيَةَ۔

ترجمہ:

حضرت نافع سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کی ''امارت'' (خلافت) کے زمانے میں اور معاویہ (رضی اللہ عنہ) کی ''خلافت'' کے ابتدائی دور میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اپنے کھیتوں کو کرایہ پر دیتے تھے۔
(صحیح مسلم: باب کراء الارض، ۱۱۸۰/۳)

اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے لفظ ''خلافت'' استعمال کرنا ناصبیت یا خارجیت ہے تو اُن تمام محدثین پر کیا حکم لگے گا جن کی کتابوں میں حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے لیے لفظِ ''خلافت'' موجود ہے۔ نیز حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما پر کیا فتویٰ لگے گا، کہ انھوں نے بھی حضرت امیر معاویہ کو خلیفہ کہا ہے؟

اعتراض:《14》

امام عسقلانی کے نزدیک معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ کہنا درست نہیں؟

معاویہ خلیفہ نہیں بادشاہ ہیں۔ اُن کا طریقہ بادشاہوں والا تھا۔ ابن حجر عسقلانی نے ''فتح الباری'' میں یہ لکھا ہے: اَمَّا مُعَاوِيَةُ وَ مَنْ بَعْدَهُ فَكَانَ اَكْثَرُهُمْ عَلٰى طَرِيْقَةِ الْمُلُوْكِ وَ لَوْ سُمُّوْا خُلَفَاءَ (معاویہ اور ان کے بعد جو خلفاء کہلائے جاتے ہیں ان میں اکثر بادشاہوں کے طریقے پر ہیں)۔

جواب:

معترض نے امام ابن حجر عسقلانی کی بات کو سیاق وسباق سے کاٹ کر پیش کیا ہے۔

امام ابن حجر عسقلانی کی اِس عبارت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اُن کے نزدیک حضرت امیر معاویہ کو خلیفہ کہنا منع ہے، بلکہ اُن کی پوری عبارت کو سامنے رکھا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے نزدیک حضرت امیر معاویہ کو خلیفہ کہنا منع نہیں ہے۔ ہاں حضرت امیر معاویہ کو خلیفہ اُس معنی میں نہیں کہا جاسکتا جس معنی میں پانچوں خلفائے راشدین کو خلیفہ کہا جاتا ہے۔

دراصل امام ابن حجر عسقلانی نے اِس ضمن میں یہ بات کہی ہے کہ بعض لوگوں نے غزوۂ بحر والی حدیث کی بنا پر یہ دعویٰ کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بشارت اِس بات کی دلیل ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے خلافت (خلافتِ نبوت) صحیح ہے۔ امام ابن حجر عسقلانی نے اس پر یہ فرمایا: فِيْهِ نَظْرٌ (یہ بات محلِ نظر ہے)۔ کیوں کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے غزوۂ بحر کیا تھا اُس زمانے میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلیفہ تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ شام کے امیر تھے تو اُن کے لیے خلافت کیوں کر صحیح ہوگی؟ علاوہ ازیں حدیث میں نہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلافت کا ثبوت ہے نہ اُس کی نفی ہے بلکہ مستقبل کی پیشین گوئی ہے۔ چناں چہ حضور علیہ السلام نے جیسی خبر دی تھی ویسا ہی واقعہ پیش آیا (حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے غزوۂ بحر

کیا اور اس میں حضرت اُمِّ حَرَام رضی اللہ عنہا شریک رہیں)۔

اس کے بعد امام عسقلانی نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے:

وَ لَوْ وَقَعَ ذَالِکَ فِی الْوَقْتِ الَّذِیْ کَانَ مُعَاوِیَۃُ خَلِیْفَۃً لَمْ یَکُنْ فِیْ ذَالِکَ مُعَارَضَۃُ لِحَدِیْثِ" اَلْخِلَافَۃُ بَعْدِیْ ثَلاثُوْنَ سَنَۃً "لِاَنَّ الْمُرَادَ بِہٖ خِلَافَۃُ النُّبُوَّۃِ وَ اَمَّا مُعَاوِیَۃُ وَ مَنْ بَعْدَہٗ فَکَانَ اَکْثَرُھُمْ عَلٰی طَرِیْقَۃِ الْمُلُوْکِ وَ لَوْ سُمُّوْا خُلَفَاءَ و اللہ اعلم۔

ترجمہ:

اگر حضور ﷺ کی پیشین گوئی اُس وقت ثابت ہوتی جب معاویہ رضی اللہ عنہ خلیفہ تھے (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خلیفہ ہونے کے بعد غزوۂ بحر کرتے) تو بھی حدیث "میرے بعد خلافت تیس سال ہوگی" کی مخالفت لازم نہ آتی، کیوں کہ حضور کی حدیث "میرے بعد خلافت تیس سال رہے گی" میں خلافت سے مراد خلافتِ نبوت ہے اور خلافت نبوت کے بعد یقیناً حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ و دیگر حکامِ اسلام میں اکثر بادشاہوں کے طریقے پر تھے اگر چہ انھیں خلیفہ کہا گیا ہے۔ (فتح الباری:۱۲/۳۹۲)

عربی زبان کی معمولی سوجھ بوجھ رکھنے والا آدمی امام ابن حجر عسقلانی کی عبارت سے یہ سمجھ سکتا ہے کہ امام ابن حجر عسقلانی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مان رہے ہیں لیکن "خلافتِ نبوت" والے خلیفہ نہیں، بلکہ خلیفہ بمعنی امیر المومنین مان رہے ہیں۔ یہی بات ابن کثیر نے بھی اپنی کتاب البدایہ والنہایہ میں لکھی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ "خلافتِ نبوت" یعنی خلافت راشدہ والے خلیفہ نہیں تھے بلکہ شاہانِ اسلام میں سب سے پہلے بہترین بادشاہ اور امیر المسلمین تھے۔ چناں چہ امام بخاری کی روایت میں انھیں امیر المومنین کہا گیا ہے۔

راقم اپنے محدود مطالعہ کی بنیاد پر کہتا ہے کہ امام ابن حجر عسقلانی کی کتاب "فتح الباری" میں تقریباً دو درجن مقامات پہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے لفظ "خلیفہ" لکھا گیا ہے۔

اہل سنت و جماعت، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلفائے راشدین میں نہیں مانتے، بلکہ اُن کے بعد آنے والے اُن عادل خلفا (امیر المسلمین) میں اول خلیفہ مانتے ہیں جن کے تعلق سے حدیث میں آیا ہے کہ دین قیامت تک قائم رہے گا یہاں تک کہ بارہ خلفا گزر جائیں گے۔ امام ابن کثیر نے حضرت معاویہ کے تعلق سے یہ لکھا ہے: هُوَ اَوَّلُ خِيَارِ مُلُوكِ الْاِسْلَامِ ۔حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اچھے مسلمان بادشاہوں میں سب سے اول درجے میں تھے۔ کیوں کہ صحابی رسول تھے اور کوئی غیر صحابی، صحابی کے درجے کا نہیں ہے۔

اعتراض:《15》

معاویہ رضی اللہ عنہ نے سعد رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کو برا کہیں؟

معاویہ بن ابی سفیان نے سعد بن ابی وقاص کو حکم دیا کہ وہ مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیں۔
امام مسلم صحیح مسلم میں روایت کرتے ہیں:

عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ: اَمَرَ مُعَاوِیَۃُ بْنُ اَبِیْ سُفْیَانَ سَعْدًا فَقَالَ: مَا مَنَعَکَ اَنْ تَسُبَّ اَبَاالتُّرَابِ فَقَالَ: اَمَّا مَا ذَکَرْتُ ثَلاثًا قَالَھُنَّ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ فَلَنْ اَسُبَّہٗ الخ۔

ترجمہ:

معاویہ بن سفیان نے سعد رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ علی رضی اللہ عنہ پر "لعنت کرو" اور سعد رضی اللہ عنہ کے لعنت نہ کرنے پر کہا کہ تمہیں کس چیز نے روکا ہے کہ تم ابوتراب پر "سب" نہ کرو۔ اس پر سعد جلال میں آ گئے اور کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علی کے متعلق تین ایسی باتیں سنی ہیں کہ جس کے بعد میں کبھی علی پر "سب" نہیں کہہ سکتا۔

(ایک گمنام رافضی کے واٹس ایپ سے بلفظہٖ ماخوذ)

جواب:

سندِ حدیث کے قوی ہونے سے متن حدیث کا صحیح ہونا ضروری نہیں (مثال)

پہلے یہ اصولی بات ملحوظ رہے کہ سند کے اعتبار سے کوئی حدیث صحیح ہو تو یہ ضروری نہیں ہے کہ متن کے لحاظ سے بھی صحیح ہو۔ متن کے لحاظ سے وہ ضعیف معلل یا شاذ ہو سکتی ہے۔ بسا اوقات حدیث سنداً صحیح ہوتی ہے لیکن اُس کے متن میں علّت خفیہ ہوتی ہے جس کو ناقدین و ماہرین سمجھ لیتے ہیں۔ مثلاً صحیح بخاری میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک حدیث مروی ہے کہ "ایک مرتبہ ازواج مطہرات میں سے کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

پوچھا: یا رسول اللہ! ہم میں سے کون سب سے پہلے آپ سے ملاقات کریں گی؟ (آپ کے وصال کے بعد سب سے پہلے کس بیوی کا انتقال ہوگا؟) حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: اَطْوَلُکُنَّ یَدًا۔ تم میں سب سے زیادہ لمبے ہاتھ والی سب سے پہلے مجھ سے ملاقات کرے گی۔ ازواج مطہرات نے اپنا اپنا ہاتھ ماپنا شروع کیا تو سودہ (رضی اللہ عنہا) سب سے زیادہ لمبے ہاتھ والی تھیں۔ سودہ صدقہ دینے کو پسند کرتی تھیں۔ جب سب سے پہلے اُن کی وفات ہوئی تو ہم کو معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی مراد یہ تھی کہ جو سب سے زیادہ صدقہ کرنے والی ہیں انھیں کا سب سے پہلے انتقال ہوگا۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے الفاظ بخاری میں یوں مذکور ہیں: وَ کَانَتْ اَسْرَعَنَا لُحُوْقًا بِہٖ۔ سودہ حضور ﷺ کے بعد ہم میں سب سے پہلے انتقال کرنے والی تھیں۔

(صحیح البخاری: باب فضل صدقۃ الشحیح الصحیح ۲/۱۱۰)

بخاری کی التاریخ الصغیر میں یہ الفاظ ہیں: فَکَانَتْ سَوْدَۃُ اَسْرَعَنَا الخ۔ حضرت سودہ سب سے پہلے انتقال کرنے والی تھیں۔ ابن حبان کی صحیح میں بھی مذکور ہے کہ حضور کے وصال کے بعد ازواج مطہرات میں سب سے پہلے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیثِ مذکور، سند کے اعتبار سے صحیح ہے لیکن متن کے اعتبار سے معلل و منکر ہے۔ کیوں کہ تمام اہل سیر کا اس بات پر اتفاق ہے کہ رسول پاک ﷺ کی وفات کے بعد ازواج مطہرات میں سب سے پہلے انتقال فرمانے والی ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں۔ جیسا کہ صحیح مسلم میں یہ الفاظ ہیں: فَکَانَتْ اَطْوَلُنَا یَدًا زَیْنَبَ لِاَنَّھَا کَانَتْ تَعْمَلُ بِیَدِھَا وَ تَصَدَّقُ۔

ترجمہ:

زینب ہم میں سب سے زیادہ لمبے ہاتھ والی تھیں کیوں کہ وہ خود دست کاری کے ذریعہ کماتی اور صدقہ کرتی تھیں۔

مستدرکِ حاکم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی یہ حدیث اِس طرح ہے: حَتّٰی تُوَفِّیَتْ زَیْنَبُ بِنْتُ جَحَشٍ زَوْجُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ وَ کَانَتْ اِمْرَأَۃً قَصِیْرَۃً وَ لَمْ تَکُنْ اَطْوَلَنَا فَعَرَفْنَا حِیْنَئِذٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اِنَّمَا اَرَادَ بِطُوْلِ الْیَدِ الصَّدَقَۃَ۔

ترجمہ:

جب نبی کریم ﷺ کی بیوی زینب بن جحش (رضی اللہ عنہا) کی وفات ہوئی۔ وہ پست قد عورت تھیں، ہم میں سب سے لمبی نہیں تھیں۔ تو ہم کو معلوم ہو گیا کہ نبی کریم ﷺ کے قول ''لمبے ہاتھ والی'' سے مراد زیادہ صدقہ کرنے والی تھی۔ حاکم نے اس روایت کو صحیح شرطِ مسلم پر کہا ہے اور ذہبی نے اُن کی موافقت کی ہے۔

اس سے متعلق متعدد روایات کا حوالہ دیتے ہوئے ابن حجر عسقلانی نے یہ لکھا ہے:

وَ یَحْصُلُ مِنْ مَجْمُوْعِھَا اَنَّ فِیْ رِوَایَۃِ اَبِیْ عَوَانَۃَ وَھْمًا۔

ترجمہ:

تمام روایات کے مجموعہ کا حاصل یہ ہے کہ ابوعوانہ کی روایت جو بخاری وغیرہ میں ہے اُس میں ''وہم'' ہے۔ راوی کو یہ وہم ہوا ہے کہ سب سے پہلے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی ہے۔ صحیح یہ ہے کہ سب سے پہلے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی ہے۔ (فتح الباری: ۲۸۸/۳)

اِس حدیث کے تعلق سے ابن الجوزی نے یہ کہا ہے: ھٰذَا الْحَدِیْثُ غَلَطٌ مِنْ بَعْضِ الرُّوَاۃِ وَالْعَجَبُ مِنَ الْبُخَارِیِّ کَیْفَ لَمْ یُنَبَّہْ عَلَیْہِ وَ لَا اَصْحَابُ التَّعَالِیْقِ وَ لَا عَلِمَ بِفَسَادِ ذَالِکَ الْخَطَّابِیُّ فَاِنَّہٗ فَسَّرَہٗ وَ قَالَ: لُحُوْقُ سَوْدَۃَ بِہٖ مِنْ اَعْلَامِ النُّبُوَّۃِ وَ کُلُّ ذَالِکَ وَھَمٌ وَ اِنَّمَا ھِیَ زَیْنَبُ۔

ترجمہ:

یہ بات (کہ سب سے پہلے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی) غلط ہے۔ کسی راوی کی یہ غلطی ہے۔ تعجب ہے، بخاری کو کیوں کر اس پر اطلاع نہ ہوئی اور نہ بخاری کے حاشیہ نگاروں کو اس پر آگاہی ہوئی۔ خطّابی کو بھی اِس کے فساد کا علم نہیں ہوا اور انھوں نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے یہ کہہ دیا کہ حضرت سودہ کا سب سے پہلے وفات پانا نبی پاک ﷺ کی نبوت کے معجزات میں سے ہے، حالاں کہ یہ بالکل وہم ہے۔ سب سے پہلے وفات پانے والی حضرت زینب رضی اللہ عنہا تھیں۔ (مصدر سابق)

جس طرح صحیح بخاری کی روایتِ مذکورہ سند کے اعتبار سے صحیح ہے لیکن متن کے لحاظ سے معلّل و مُنکر ہے، اُسی طرح صحیح مسلم کی جس روایت کو گمنام رافضی نے اپنے مدعا کے ثبوت پر پیش کیا ہے وہ بھی متن کے اعتبار سے معلل وشاذ ہے، اُسے صحیح کہنا درست نہیں ہے۔ کیوں کہ حدیثِ صحیح کے لیے غیر معلل اور غیر شاذ ہونا شرط ہے۔

یہ بات بھی واضح رہے کہ حدیثِ مذکور کا پہلا ٹکڑا شاذ (ضعیف) ہے۔ پہلا ٹکڑا یہ ہے "اَمَرَ مُعَاوِيَةُ بْنُ اَبِىْ سُفْيَانَ سَعْدًا" یعنی معاویہ بن ابی سفیان نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ علی رضی اللہ عنہ کے عیب بیان کرو۔ (رافضی معترض نے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے: علی پر لعنت کرو۔ یہ ترجمہ غلط ہے م۱۲)۔

روایت کے اس ٹکڑے کے غلط ہونے کی دلیل یہ ہے کہ یہ قول عامر بن سعد بن ابی وقاص کا ہے، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا نہیں۔ اگر سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا قول ہوتا تو یوں ہوتا "اَمَرَنِىْ مُعَاوِيَةُ بْنُ اَبِىْ سُفْيَانَ" مجھے معاویہ بن ابی سفیان نے حکم دیا۔ سعد بن ابی وقاص کا قول روایت کا دوسرا جز ہے، وہ یہ ہے: فَقَالَ: مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسُبَّ اَبَاالتُّرَابِ؟ معاویہ نے کہا کہ تم ابوتراب کے عیب کیوں بیان نہیں کرتے؟

سننِ نسائی کی روایت سے بھی ظاہر ہے کہ روایت کا پہلا حصہ عامر بن سعد کا قول ہے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا قول نہیں۔ چناں چہ سنن نسائی میں یہ ہے: عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ: اَمَرَ مُعَاوِیَةُ سَعْدًا۔ اِس قول کو عامر نے اپنے والد سعد کے حوالے سے بیان نہیں کیا ہے۔ جب روایت کا پہلا جز (اَمَرَ مُعَاوِیَةُ بْنُ اَبِیْ سُفْیَانَ سَعْدًا) حضرت سعد کا قول نہیں بلکہ عامر بن سعد کا قول ہے تو اُس سے یہ کیسے ثابت کیا جا سکتا ہے کہ حضرتِ معاویہ نے حضرت سعد کو حکم دیا تھا کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عیب بیان کریں؟

حضرت سعد نے عامر بن سعد سے یہ نہیں کہا تھا کہ مجھے معاویہ بن ابی سفیان نے علی رضی اللہ عنہ کو بُرا کہنے کا حکم دیا بلکہ اُنھوں نے عامر سے یہ بیان کیا کہ اُن سے معاویہ بن ابی سفیان نے یہ کہا: مَا مَنَعَکَ اَنْ تَسُبَّ اَبَا التُّرَابِ؟ (تم کو ابوتراب کے عیب بیان کرنے سے کون سی چیز مانع ہے؟) ظاہر ہے کہ یہ حکم نہیں ہے بلکہ استفسار ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے یہ استفسار کر رہے تھے کہ

"تم میری حمایت کیوں نہیں کرتے اور عثمان غنی (رضی اللہ عنہ) کے خون کا بدلہ طلب کرنے میں میرا ساتھ کیوں نہیں دیتے؟ تم جانتے ہو کہ علی (رضی اللہ عنہ) قاتلینِ عثمان سے بدلہ بھی نہیں لیتے اور قاتلین کو ہمارے حوالے بھی نہیں کرتے تو تم اس چیز کو معیوب کیوں نہیں سمجھتے؟"

لیکن جب حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے قصاص کے اِس نزاعی معاملے سے پہلو تہی کرتے ہوئے حضرت مولائے کائنات علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ الکریم کے خصوصی فضائل بیان کیے اور صاف صاف کہہ دیا کہ میں ہرگز علی پر کوئی عیب نہیں رکھ سکتا تو حضرت معاویہ نے خاموشی اختیار کر لی اور انھیں اپنے موقف کو قبول کرانے پر کسی قسم کا دباؤ نہیں ڈالا۔ حالاں کہ اُس وقت وہ امیر المومنین ہو چکے تھے اور صاحب اقتدار تھے۔

توجیہِ مذکور کی تائید حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی اُس روایت سے ہوتی ہے جس کو امام آجری نے اپنی کتاب "الشریعة" میں نقل کیا ہے۔ اُس میں یہ الفاظ منقول ہیں:

”عَنْ سَعْدٍ اَنَّهُ اَتٰى مُعَاوِيَةَ فَقَالَ لَهُ مُعَاوِيَةُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَخْرُجَ مَعَنَا؟
یعنی حضرت معاویہ بن ابی سفیان نے حضرت سعد سے استفسار کرتے ہوئے کہا: تم خونِ عثمان کا بدلہ لینے کے لئے علی کے خلاف ہمارا ساتھ کیوں نہیں دیتے ہو؟“

اِس روایت میں تَسُبَّ کا لفظ نہیں ہے بلکہ ”مَامَنَعَكَ اَن تَخْرُجَ مَعَنَا“ (خونِ عثمان کا بدلہ لینے کے لیے ہمارے ساتھ کیوں نہیں نکلتے ہو؟) ہے۔ اِس سے معلوم ہوا کہ جس روایت میں ”اَن تَسُبَّ“ ہے اُس میں گالی گلوج کرنا مراد نہیں ہے بلکہ حضرت عثمان کے قصاص کے معاملے میں حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے موقف کے خلاف حضرت معاویہ کا ساتھ دینا اور خونِ عثمان کے مطالبہ کے لیے حضرت معاویہ کے ساتھ نکلنا مراد ہے۔
(الشریعۃ للآجری: ۲۰۳۸/۴)

صحیح مسلم کی روایت کا پہلا جز شاذ ہے، اِس کی دلیل یہ بھی ہے کہ مستدرک حاکم اور دیگر کئی کُتُبِ احادیث میں حضرت سعد کی یہی روایت منقول ہے تو اُس میں پہلا جز (حضرت معاویہ نے حضرت سعد کو حکم دیا کہ وہ حضرت علی کے عیب بیان کریں) موجود ہی نہیں ہے۔ مستدرکِ حاکم میں یہ الفاظ ہیں:

بُكَيْرُ بْنُ مِسْمَارٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَامِرَ بْنَ سَعْدٍ يَقُوْلُ: قَالَ مُعَاوِيَةُ لِسَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسُبَّ ابْنَ اَبِيْ طَالِبٍ؟

اس روایت میں یہ نہیں ہے کہ ”حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ پر عیب لگائیں“۔

سنن نسائی کی ایک روایت میں تو بکیر بن مسمار (روایت مذکورہ کا راوی) نے صراحت کے ساتھ یہ کہہ دیا ہے کہ میں نے عامر بن سعد کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ معاویہ بن ابی سفیان نے سعد بن ابی وقاص سے یہ کہا تھا: مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسُبَّ عَلِيًّا ۔یعنی حضرت سعد سے امیر معاویہ نے سبب پوچھا تھا کہ ”تم قتلِ عثمان کے قصاص کے معاملے میں

علی (رضی اللہ عنہ) کے فیصلے کا نقص وعیب کیوں نہیں بیان کرتے ہو؟''

ظاہر ہے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ قتلِ عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کے معاملے میں حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ سے اختلاف رکھتے تھے لہٰذا وہ اپنے اجتہاد کے مطابق مولائے کائنات رضی اللہ عنہ کو قصوروار ٹھہراتے تھے، اگر چہ حضرت امیر معاویہ کا یہ اجتہاد خطا پر مبنی تھا۔ لہٰذا حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کی حمایت کرنے والے صحابیِ رسول حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے حضرت امیر معاویہ نے یہ پوچھا تھا کہ وہ اِس معاملے میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ساتھ کیوں نہیں دیتے ہیں؟ اُن سے الگ کیوں ہیں؟

اِس سے یہ نتیجہ نکالنا غلط ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ سے عداوت ودشمنی رکھتے تھے اور انھیں خود بھی گالیاں دیتے تھے اور دوسروں سے گالیاں دلواتے تھے۔

صحیح مسلم کی حدیثِ مذکور کی شرح میں امام نووی نے یہ تحریر فرمایا ہے:

فَقَوْلُ مُعَاوِيَةَ هٰذَا لَيْسَ فِيْهِ تَصْرِيْحٌ بِاَنَّهٗ اَمَرَ سَعْدًا بِسَبِّهٖ وَ اِنَّمَا سَأَلَهٗ عَنِ السَّبَبِ الْمَانِعِ لَهٗ مِنَ السَّبِّ كَاَنَّهٗ يَقُوْلُ هَلْ اِمْتَنَعْتَ تَوَرُّعًا اَوْ خَوْفًا اَوْ غَيْرَ ذَالِكَ فَاِنْ كَانَ تَوَرُّعًا وَ اِجْلَالًا لَهٗ عَنِ السَّبِّ فَاَنْتَ مُصِيْبٌ مُحْسِنٌ وَ اِنْ كَانَ غَيْرَ ذَالِكَ فَلَهٗ جَوَابٌ اٰخَرُ وَ لَعَلَّ سَعْدًا قَدْ كَانَ فِيْ طَائِفَةٍ يَسُبُّوْنَ فَلَمْ يَسُبَّ مَعَهُمْ وَ عَجَزَ عَنِ الْاِنْكَارِ عَلَيْهِمْ فَسَأَلَهٗ هٰذَا السُّوَالَ وَ قَالُوْا: وَ يَحْتَمِلُ تَاوِيْلًا اٰخَرَ اَنَّ مَعْنَاهُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تُخَطِّئَهٗ فِيْ رَأْيِهٖ وَاجْتِهَادِهٖ وَ تُظْهِرَ لِلنَّاسِ حُسْنَ رَأْيِنَا وَ اِجْتِهَادِنَا۔

ترجمہ:

حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے اِس قول میں اس بات کی صراحت نہیں ہے کہ انھوں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ پر عیب لگانے کا حکم دیا تھا۔ انھوں نے صرف سعد رضی اللہ عنہ سے عیب بیان نہ کرنے کی وجہ دریافت کی تھی۔ گویا حضرت معاویہ کا یہ کہنا تھا کہ

تمہارے عمل کی وجہ ورع (تقویٰ واحتیاط) ہے یا دنیاوی خوف ہے یا اور کچھ؟ اگر اس کا سبب ورع اور علی ابن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) کا اجلال و بزرگی کا لحاظ ہے تو تمہارا عمل درست ہے اور تم احسان والے ہو۔ اگر اس کے سوا کوئی اور سبب ہے (مثلاً قاتلینِ عثمان سے قصاص نہ لینے کی حمایت کرنا ہے) تو تمہارا جواب دوسرا ہے۔ علاوہ ازیں شاید سعد رضی اللہ عنہ (قتلِ عثمان کا قصاص نہ لینے کے سبب) مولیٰ علی رضی اللہ عنہ پر عیب رکھنے والوں کی جماعت میں ہوتے اور عیب بیان کرنے والوں پر انکار کرنے سے عاجز ہوتے تھے (اور اس پر خاموش رہتے تھے) تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اُن سے اُن کی خاموشی کے بارے میں سوال کیا۔ علماء نے اس کی ایک دوسری تاویل بھی کی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے قول کا معنی یہ ہے کہ انھوں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے یہ سوال کیا کہ کیا سبب ہے کہ تم علی (رضی اللہ عنہ) کو اُن کی رائے و اجتہاد (قاتلینِ عثمان سے قصاص نہ لینے کی رائے و اجتہاد) کو غلط نہیں کہتے ہو اور ہماری رائے و اجتہاد (کہ قاتلینِ عثمان سے فوراً قصاص لیا جائے یا انھیں ہمارے حوالے کیا جائے) کو قابل تحسین کیوں نہیں کہتے ہو؟

(شرح النووی علی مسلم: ۱۵/۱۷۶)

اگر بالفرض یہ تسلیم کرلیا جائے کہ صحیح مسلم کی روایت کا پہلا حصہ (اَمَرَ مُعَاوِيَةُ بْنُ اَبِىْ سُفْيَانَ سَعْدًا) بھی صحیح ہے تو اُس میں لفظ "سَبٌّ" کا معنی وہ نہیں ہے جسے آج کل عرف میں گالی گلوج کہا جاتا ہے بلکہ "سَبٌّ" سے مراد عیب لگانا ہے۔ ظاہر ہے زمانہ فتنہ میں حضرت مولیٰ علی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے اصحاب ایک دوسرے کو حق کے خلاف تصور کرتے تھے۔ حضرت مولیٰ علی اور آپ کے اصحاب یہ سمجھتے تھے کہ قاتلینِ عثمان رضی اللہ عنہ سے فوری طور پر قصاص لینے کا مطالبہ جو معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب کی طرف سے ہو رہا ہے اور اس پر شدت اختیار کی جا رہی ہے حتی کہ لوگ قتال پر آمادہ ہیں یہ طرز عمل حق سے دور ہے، جب کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور اُن کے اصحاب کا یہ گمان تھا کہ وہ اپنے مطالبے میں حق

پر ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اُن کے اصحاب جو اِس مطالبے کے مخالف ہیں اُن کا موقف باطل ہے۔ظاہری بات ہے کہ ایسی صورت میں ایک گروہ نے دوسرے گروہ کی مخالفت کی، دوسرے کی رائے کو باطل قرار دیا۔ باہمی مخالفت شدید ہوئی تو لڑائی کی نوبت بھی آ گئی، ایسی صورت میں ہر گروہ کا اپنے مقابل گروہ کی مذمت بیان کرنا، اُس کو باطل پر کہنا پایا گیا۔ روایت میں لفظ ''سَــبٌّ'' کا یہی معنی مراد ہے۔اِس معنی کر دونوں گروہ کے صحابہ میں نوک جھونک ہوئی ہے۔ ایک نے دوسرے کی مذمت کی ہے، بلکہ اُن کے درمیان قتل وقتال بھی ہوا ہے۔لیکن امت پر لازم ہے کہ اُن ناخوش گوار واقعات کو بنیاد بنا کر صحابۂ کرام سے بغض وعداوت نہ رکھے اور کسی صحابی کی بے ادبی نہ کرے، یہی اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان ہے۔

یاد رہے کہ صحابۂ کرام کے آپس کا سب وشتم اور اختلاف ہمارے لیے صحابۂ کرام کو سب وشتم کرنے کا جواز فراہم نہیں کرتا۔ اگر ایسا ہو جائے تو صرف امیر معاویہ ہی نہیں اور بھی کئی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو سب وشتم کرنا جائز ہوگا۔مثلاً حضرت عمرو بن العاص، حضرت عقبہ بن عامر جُہنی ، حضرت حبیب بن مسلمہ فہری، حضرت حارث بن عبداللہ الدوسی، حضرت مسلمہ بن مخلد الانصاری، حضرت مغیرہ بن شعبہ وغیرھم رضی اللہ عنہم کو بھی سب وشتم کرنا اور لعن طعن کرنا درست ہوگا، کیوں کہ یہ سارے صحابۂ کرام حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حامی تھے۔ بلکہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور دیگر صحابۂ کرام جو خونِ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مطالبے کے لیے جنگ جمل وصفین میں حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں آ گئے تھے، اُن پر بھی زبان درازی روا ہوگی۔

روافض اُن حضرات صحابہ پر زبان درازی کرتے ہیں۔انھیں لعن طعن کرتے ہیں لیکن یہ طرز فکر اہل سنت وجماعت کے نظریہ کے خلاف ہے۔

مشہور صحابیِ رسول، صاحبِ بیعتِ رضوان حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے تعلق سے علامہ مغلطائی نے ''اکمال تھذیب الکمال'' میں یہ لکھا ہے کہ وہ تمام جنگوں میں حضرت امیر

معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ حضرت امیر معاویہ کی طرف سے کوفہ کے گورنر تھے۔ اُن کے تعلق سے طبرانی کی المعجم الکبیر میں، ابونعیم کی حلیۃ الاولیاء میں، مسند احمد میں، مصنف ابن ابی شیبہ میں، معجم ابن الاعرابی میں اور مستدرک حاکم میں یہ روایت موجود ہے:

عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ عَنْ عَمِّهِ اَنَّ الْمُغِيْرَةَ بْنَ شُعْبَةَ سَبَّ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ فَقَامَ اِلَيْهِ زَيْدُ بْنُ اَرْقَمَ فَقَالَ يَا مُغِيْرَةُ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ نَهٰى عَنْ سَبِّ الْاَمْوَاتِ فَلِمَ تَسُبّ عَلِيًّا وَ قَدْ مَاتَ؟

ترجمہ:

زیاد بن علاقہ سے روایت ہے اُن کے چچا سے، کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ پر عیب لگایا تو زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور بولے اے مغیرہ! کیا تم نہیں جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مُردوں کے عیب بیان کرنے سے منع کیا ہے؟ تم علی کے عیب کیوں بیان کرتے ہو؟ حالاں کہ اُن کی وفات ہوگئی ہے؟

(المستدرک کتاب الجنائز: ۱/۵۴۱)

امام حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح مسلم کی شرط پر ہے۔

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ چوں کہ حضرت امیر معاویہ کے حامی تھے لہٰذا ظاہر یہی ہے کہ انھوں نے جنگ صفین اور جمل سے متعلق اور خونِ عثمان رضی اللہ عنہ کے بدلے سے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ پر کلام کیا ہوگا تو حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے انھیں تنبیہ کی کہ یہ عمل قطعاً درست نہیں، کیوں کہ حضور نے عام مومن اموات کے عیوب بیان کرنے سے منع فرمایا ہے تو حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ پر کلام کرنا کس قدر شدید ممنوع ہوگا؟

حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے تعلق سے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے طرز عمل کی بنا پر حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو ہم بُرا بھلا نہیں کہہ سکتے۔ انھیں مولیٰ علی اور اہل بیت کا دشمن قرار نہیں دے سکتے۔ انھیں بُرا کہنا اور دشمن اہل بیت قرار دینا اہل سنت کے نظریہ کے

خلاف ہے۔ اسی طرح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بھی بُرا کہنا اور دشمنِ اہل بیت قرار دینا اہل سنت کے عقیدے کے خلاف ہے۔

کسی صحابی سے صادر ہونے والی خطا کو بیان کرنا انھیں فاسق و فاجر کہنا عقیدے کی گندگی اور بغضِ صحابہ کی دلیل ہے۔ تمام صحابہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفور ہیں اور سب کے جنتی ہونے کا ذکر قرآن میں موجود ہے۔ رسول پاک ﷺ نے اپنے صحابہ کو بُرا کہنے سے امت کو منع فرمایا ہے۔

اہل سنت کے اسلاف میں جن حضرات نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے تعلق سے یہ لکھا ہے کہ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں اُن سے خطا ہوئی ہے تو ایسا بطورِ اظہار عقیدہ لکھا ہے نہ کہ بطورِ سب وشتم ۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے حضرت امیر معاویہ کو سب وشتم اور لعن طعن کرنے سے منع بھی فرمایا ہے۔ بلکہ اُن کے فضائل ومناقب بھی ذکر کیے ہیں اور انھیں امیر المومنین بھی لکھا ہے۔ لیکن شیعہ وروافض انھیں خطا کار، گناہ گار، جہنمی کہتے ہیں۔ انھیں لعن طعن کرتے ہیں۔ اُن کے ذکر خیر سے چڑھتے ہیں۔ شیعہ روافض کا طرز عمل اور عقیدہ اسلافِ اہل سنت کے عقیدہ اور طرز عمل کے خلاف ہے۔

اعتراض:《16》

امام نسائی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بُرا سمجھتے تھے؟

شیعہ روافض، امام نسائی پر یہ تہمت لگاتے ہیں کہ وہ امیر معاویہ کو بُرا سمجھتے تھے، یہی وجہ ہے کہ انھوں نے امیر معاویہ کے فضائل پر کوئی حدیث نقل نہیں کی، جس کی بنا پر اُن کو مارا پیٹا گیا۔

جواب:

امام نسائی ہرگز ہرگز حضرت امیر معاویہ کو بُرا نہیں سمجھتے تھے۔ امام نسائی نے تو ایسی بات کہی ہے جس نے رافضیوں کا سر کچل دیا ہے۔ امام مزّی نے یہ نقل کیا ہے کہ

"ابوعبدالرحمٰن امام نسائی سے صحابیِ رسول حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا اُن کو بُرا کہنا درست ہے؟ تو امام نسائی نے یہ جواب دیا: **اِنَّمَا الْاِسْلَامُ كَدَارٍ لَهُ بَابٌ فَبَابُ الْاِسْلَامِ الصَّحَابَةُ فَمَنْ آذَى الصَّحَابَةَ اِنَّمَا اَرَادَ الْاِسْلَامَ كَمَنْ نَقَرَ الْبَابَ اِنَّمَا يُرِيْدُ دُخُوْلَ الدَّارِ قَالَ: فَمَنْ اَرَادَ مُعَاوِيَةَ فَاِنَّمَا اَرَادَ الصَّحَابَةَ۔**

(تھذیب الکمال: ۱/۳۳۹، ۳۴۰)

ترجمہ:

اسلام، سمجھو ایک مکان ہے جس کا دروازہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔ جس نے صحابہ کو تکلیف پہنچائی (اُن کو بُرا کہا) اس نے اسلام کو ڈھانے کا ارادہ کیا۔ مثلاً کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا تو اس کا مقصد گھر کے اندر داخل ہونا ہے۔ لہٰذا جس نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنی بُرائی کا ٹارگٹ بنایا اُس نے صحابہ کو ٹارگیٹ بنایا۔

اس سے ثابت ہوا کہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ پر رافضیوں کی یہ تہمت محض جھوٹ و فریب ہے کہ امام نسائی حضرت امیر معاویہ کو بُرا سمجھتے تھے۔ سچائی وہ ہے جس کو ابھی آپ نے اوپر ملاحظہ کیا کہ حضرت امام نسائی کے نزدیک دوسرے صحابہ کی طرح حضرت امیر

معاویہ رضی اللہ عنہ کو بُرا کہنا بھی حرام ہے۔

رہی یہ بات کہ امام نسائی نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل پر کوئی حدیث کیوں نقل نہیں کی تو اس کا سبب یہ ہے کہ امام نسائی کو اُن کی شرائطِ روایت کے مطابق کوئی صحیح روایت نہیں ملی جیسا کہ امام اسحاق ابن راہویہ کو کوئی صحیح روایت نہیں ملی لیکن حدیثِ حسن کے موجود ہونے کا نہ امام نسائی نے انکار کیا ہے اور نہ امام اسحاق بن راہویہ نے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر حدیثِ حسن موجود ہے اور وہ بالاتفاق فضائل میں معتبر ہے۔ امام بخاری کی صحیح میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت موجود ہے جس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو صحابی، امیر المومنین، فقیہ کہا گیا ہے، لہٰذا روافض کا امام نسائی کے قول سے یہ ثابت کرنا درست نہیں ہے کہ حضرت معاویہ کی فضیلت میں کوئی روایت صحیح نہیں اور روافض کا یہ کہنا بھی باطل ہے کہ امام نسائی حضرت معاویہ کو بُرا سمجھتے تھے۔

اعتراض:《17》

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ شراب پیتے تھے؟

اسلام لانے کے بعد اور شراب حرام ہونے کے بعد بھی امیر معاویہ شراب پیا کرتے تھے۔

(مسند احمد بن حنبل)

جواب:

روافض دراصل مسند احمد کی جس روایت کے ذریعہ لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں پہلے ہم اُس روایت کو یہاں پر عربی عبارت اور ترجمہ کے ساتھ نقل کرتے ہیں، پھر دلائل کی روشنی میں یہ ثابت کریں گے کہ روافض کی طرف سے مسند احمد کی جس روایت کو پیش کیا جاتا ہے اُس سے روافض کا مدّعا ہرگز ثابت نہیں ہوتا ہے۔ مسند احمد کی روایت یہ ہے:

حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحبَّابِ حَدَّثَنِي حُسَيْنُ حَدَّثَنا عَبْدُاللّٰهُ بْنُ بُرَيْدَةَ قَالَ: دَخَلْتُ اَنَا وَ اَبِيْ عَلٰى مُعَاوِيَةَ فَاجْلَسَنَا عَلَى الْفُرُشِ ثُمَّ اُتِيْنَا بِالطَّعَامِ فَاَكَلْنَا ثُمَّ اُتِيْنَا بِالشَّرَابِ فَشَرِبَ مُعَاوِيَةُ ثُمَّ نَاوَلَ اَبِيْ ثُمَّ قَالَ: مَا شَرِبْتُهٗ مُنْذُ حَرَّمَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ ثُمَّ قَالَ مُعَاوِيَةُ: كُنْتُ اَجْمَلَ شَبَابِ قُرَيْشٍ وَ اَجْوَدَهٗ ثَغْرًا وَ مَا شَيْءٌ كُنْتُ اَجِدُ لَهٗ لَذَّةً كَمَا اَجِدُهٗ وَ اَنَا شَابٌّ غَيْرَ اللَّبَنِ۔

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن بریدہ فرماتے ہیں کہ میں اور میرے باپ (بریدہ رضی اللہ عنہ) دونوں معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے پاس آئے۔ انھوں نے ہم کو بستر پہ بٹھایا۔ پھر ہمارے سامنے کھانا حاضر کیا۔ ہم نے کھانا کھایا، پھر "مشروب" حاضر کیا گیا۔ معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے پی کر میرے باپ کی طرف بڑھایا پھر کہا: جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کو حرام کیا ہے میں نے نہیں

پیا ہے۔ پھر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں قریش کا سب سے خوبصورت جوان تھا اور سب سے زیادہ عمدہ دانتوں والا تھا۔ میں جس طرح حالت جوانی میں دودھ کو سب سے زیادہ لذیذ سمجھتا تھا اُسی طرح آج بھی اس سے زیادہ کسی دوسری چیز میں لذت نہیں پاتا ہوں۔ (مسند احمد: ۲۶/۳۸)

روایت مذکورہ سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسلام لانے کے بعد شراب پی ہے۔ مسند احمد کی روایت میں جو قول حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا منقول ہے اُس سے ظاہر ہے کہ انھوں نے شراب کے حرام ہونے کے بعد کبھی شراب نہیں پی ہے۔ ان کا قول یہ ہے: مَا شَرِبْتُهُ مُنْذُ حَرَّمَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ ۔ جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کو حرام فرمایا ہے میں نے شراب نہیں پی ہے۔ روایتِ مذکورہ میں لفظ ''شراب'' کے معنی میں اور شربتهٗ کی ضمیر میں التباس پیدا کر کے روافض نے لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے۔

ایک بار قائین کرام روایتِ مذکورہ کی عربی عبارت کو غور سے پڑھیں! حضرت عبداللہ بن بریدہ فرماتے ہیں: ثُمَّ اُتِيْنَا بِالشَّرَابِ فَشَرِبَهُ مُعَاوِيَةُ ثُمَّ نَاوَلَ اَبِیْ ۔ اِس عبارت کا ترجمہ روافض نے یوں کیا ہے: پھر ہمارے پاس شراب لائی گئی اور معاویہ نے اُسے پی کر میرے باپ کو دیا۔ یہ ترجمہ غلط ہے۔ صحیح ترجمہ یہ ہے: پھر ہمارے سامنے مشروب (دودھ) لایا گیا اور معاویہ نے پی کر میرے باپ کو دیا۔

عربی اور اردو زبان کی معمولی شُد بُد رکھنے والا یہ جانتا ہے کہ عربی زبان میں ''شراب'' کا جو مفہوم ہے وہی مفہوم اردو زبان میں نہیں ہے۔ عربی زبان میں ''شراب'' ہر قسم کے مشروب کو کہا جاتا ہے، حلال ہو یا حرام۔ لیکن اردو زبان میں نشہ آور حرام مشروب ہی کو شراب کہتے ہیں۔ عربی زبان میں لفظ ''شراب'' مستعمل ہو تو حسبِ موقع و محل اس کے معنی کی تعیین ہوگی۔

قرآن حکیم میں شہد کو شراب کہا گیا ہے:

لفظ ''شراب'' شہد، انگور کے جوس اور پانی کے لیے بھی استعمال ہوا ہے۔ مثلاً سورۃ النحل آیت 69 میں ہے: یَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَاءٌ لِّلنَّاسِ۔

ترجمہ:

شہد کی مکھیوں کے پیٹ سے مختلف رنگوں کا مشروب (شہد) نکلتا ہے جس میں لوگوں کے لیے شفاء ہے۔

قرآن حکیم میں انگور کے رس کو ''شراب'' کہا گیا ہے:

حضرت عزیر علیہ السلام کا گزر ایک ویران بستی کے پاس سے ہوا جس کے مکانات اجڑے ہوئے تھے۔ انسانوں کی ہڈیاں چمک رہی تھیں۔ انھوں نے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے کہا: اس آبادی کے سارے انسان فنا ہو چکے ہیں۔ آخر انسانوں کے مرنے کے بعد انھیں اللہ دوبارہ کیسے زندہ فرمائے گا؟ اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ نبی کو اپنی قدرت کا مشاہدہ کرانے کے لیے وہیں پہ موت کی آغوش میں پہنچا دیا۔ جب سو سال ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے فرشتے کو بھیجا کہ جاؤ میرے بندے عزیر (علیہ السلام) کے قلب کو پہلے زندہ کرو پھر آنکھوں میں زندگی ڈالو تا کہ میری قدرت کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کریں اور دل میں محفوظ کر لیں۔ فرشتے نے آکر پہلے حضرت عزیر (علیہ السلام) کے دل کو پھر آنکھوں کو زندہ کیا پھر تمام اعضاء کو موجود کر کے ان کو ترتیب دیا۔ پورا جسم تیار ہوا۔ اُس میں گوشت پوست سب کچھ لگا دیا گیا۔ حضرت عزیر (علیہ السلام) اپنی آنکھوں سے یہ سارے مناظر دیکھتے رہے۔ پھر فرشتے نے پوچھا: آپ نے یہاں کتنے دن آرام کیا؟ حضرت عزیر (علیہ السلام) نے فرمایا: ایک دن یا اُس سے کچھ کم۔ فرشتے نے کہا: نہیں بلکہ آپ نے سو سال آرام کیا۔ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَ شَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ۔ (البقرة: 259)۔ آپ اپنے کھانے کو اور انگور کے جوس کو دیکھئے اپنی

حالت پہ ہیں۔وہ خراب نہیں ہوئے ہیں۔یہاں پر قرآن میں انگور کے رس کو ''شراب'' کہا گیا ہے۔

قرآن حکیم میں پانی کو ''شراب'' کہا گیا ہے:

سورہ ص آیت 42 میں ہے:

حضرت ایوب علیہ السلام سے اللہ نے فرمایا: **اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ هٰذَا مُغْتَسَلٌ بَارِدٌ وَ شَرَابٌ**۔اپنا پیر زمین پہ ماریئے۔یہ دیکھئے غسل اور پینے کے لیے ٹھنڈا پانی۔

قرآن حکیم سورۃ الفاطر آیت 12 میں ہے:

وَ مَا يَسْتَوِي الْبَحْرٰنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَائِغٌ شَرَابُهٗ وَ هٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ۔ اور دو دریا ایک جیسے نہیں ہیں۔یہ شیریں فرات ہے جس کا پانی بآسانی حلق سے اترنے والا ہے اور یہ نمکین ہے، آسانی سے حلق میں نہیں اترتا۔

یہاں پر بھی پانی کو شراب کہا گیا ہے۔

کثیر احادیث میں بھی لفظ ''شراب'' حلال مشروب پھلوں کے جوس، دودھ، پانی، شربت وغیرہ کے لیے استعمال ہوا ہے۔مثلاً:

❁ حدیث: صحیح بخاری حدیث نمبر 7497 میں ہے: **عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: اَتٰى جِبْرِيْلُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذِهٖ خَدِيْجَةُ قَدْ اَتَتْ مَعَهَا اِنَاءٌ فِيْهِ اِدَامٌ اَوْ طَعَامٌ اَوْ شَرَابٌ (الی اٰخر الحدیث)**

ترجمہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور بولے: یا رسول اللہ! یہ خدیجہ ہیں، آپ کے پاس ایک برتن میں سالن یا کھانا یا مشروب لائی ہیں۔اِس حدیث میں ''شراب'' سے مراد حلال مشروب ہونے میں کوئی شک نہیں۔

❁ حدیث: سنن الترمذی حدیث 2380 میں ہے: عَنْ مِقْدَامِ بْنِ مَعْدِیْ کَرِبْ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ یَقُوْلُ: مَا مَلَأَ آدَمِیٌّ وِعَاءً شَرًّا مِّنْ بَطْنٍ. بِحَسْبِ ابْنِ اٰدَمَ اُکُلَاتٌ یُقِمْنَ صُلْبَہٗ فَاِنْ کَانَ لَا مُحَالَۃَ فَثُلُثٌ لِطَعَامِہٖ وَ ثُلُثٌ لِشَرَابِہٖ وَ ثُلُثٌ لِنَفْسِہٖ۔

ترجمہ:

حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: سب سے بُرا برتن جسے آدمی بھرتا ہے وہ آدمی کا پیٹ ہے۔ آدمی کے لیے چند لقمے کافی ہیں جو اُس کی پیٹھ سیدھی رکھ سکھیں (چند لقمے جن سے زندگی وصحت قائم رہے) اگر کچھ زیادہ کھانا ہی ہے تو ایک تہائی کھانے کے لیے، ایک تہائی پانی کے لیے اور ایک تہائی سانس کے لیے ہے۔

اِس حدیث میں پانی کو شراب کہا گیا ہے۔

❁ حدیث: وَالْمُسْکِرُ مِنْ کُلِّ شَرَابٍ۔ ہر نشہ آور مشروب حرام ہے۔

یہ صحیح حدیث سنن نسائی، سنن بیہقی، معجم کبیر طبرانی، سنن الدارقطنی، شرح مشکل الآثار، مسند ابوحنیفہ، مسند بزار وغیرہ کتب احادیث میں موجود ہے۔

اِس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ یہاں پر ''شراب'' مطلق مشروب کو بولا گیا ہے۔ یعنی سارے مشروبات حلال ہیں مگر جو مُسْکِرْ (نشہ آور) ہے وہ حرام ہے۔

حدیث:

❁ حضرت عبیدہ کی روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اَحْدَثَ النَّاسُ اَشْرِبَۃً مَا اَدْرِیْ مَا ھِیَ وَ مَا لِیْ شَرَابٌ مُنْذُ عِشْرِیْنَ سَنَۃً اَوْ قَالَ اَرْبَعِیْنَ سَنَۃً اِلَّا الْمَاءَ وَالسَّوِیْقَ غَیْرَ اَنَّہٗ لَمْ یَذْکُرِ النَّبِیْذَ۔

(السنن الکبریٰ للنسائی: 6817)

ترجمہ:

لوگوں نے مختلف قسم کے مشروبات ایجاد کر لئے ہیں۔ مجھے پتہ نہیں وہ کیسے ہیں؟ میرے پاس بیس سال یا فرمایا کہ چالیس سال سے پانی اور ستو کے سوا کوئی مشروب نہیں ہے۔ انھوں نے نبیذ کا ذکر نہیں کیا۔

یہ اور اس طرح کی کثیر احادیث میں حلال مشروب کو شراب کہا گیا ہے۔

رافضی معترض نے جس روایت کو حضرت امیر معاویہ پر تہمت لگانے کے لیے دلیل بنایا ہے اُس میں لفظ شراب سے مراد حلال مشروب ''دودھ'' ہے۔

معترض اگر یہ کہے کہ اِس کی کیا دلیل ہے کہ یہاں مشروب سے مراد دودھ ہے؟ تو ہم کہیں گے کہ اِس روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت بُریدہ رضی اللہ عنہ سے یہ فرمایا کہ مجھے حالت جوانی میں دودھ سب سے زیادہ پسند تھا اور آج بھی میں اُس کو سب سے زیادہ لذیذ محسوس کرتا ہوں۔

مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت میں واضح لفظوں میں موجود ہے کہ وہ مشروب ''دودھ'' تھا۔ حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ کی یہی روایت ''مُصَنَّف'' میں اِن الفاظ کے ساتھ موجود ہے:

مَا شَيْءٌ كُنْتُ اَسْتَلِذُّهُ وَ اَنَا شَابٌّ فَآخُذُهُ الْيَوْمَ اِلَّا اللَّبَنَ فَاِنِّيْ آخُذُهُ كَمَا كُنْتُ آخُذُهُ قَبْلَ الْيَوْمِ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: 3056)

ترجمہ:

حالتِ جوانی میں دودھ کو میں سب سے زیادہ لذیذ پاتا تھا۔ کل کی طرح آج بھی میں دودھ ہی لیتا ہوں۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کے سامنے حضرت امیر معاویہ نے دودھ پیا تھا، شراب نہیں پی تھی۔

حیرت ہے رافضی معترض پر کہ روایت میں حضرت امیر معاویہ کا قول موجود ہے: مَا شَرِبْتُهُ مُنْذُ حَرَّمَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ۔ حضرت معاویہ فرماتے ہیں کہ جب سے رسول اللہ ﷺ نے شراب کو حرام فرمایا ہے میں نے شراب نہیں پی ہے۔ لیکن رافضی معترض یہ کہتا ہے کہ حضرت بریدہ اسلمی کی روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے شراب پی تھی! آنکھوں میں دھول جھونکنے کی اِس سے بڑی مثال اور کیا ہوسکتی ہے؟

اگر معترض یہ کہے کہ روایت کے الفاظ ہیں: مَا شَرِبْتُهُ۔ میں نے اُس کو نہیں پیا۔ ''اُس کو'' سے کیا مراد ہے؟ یہاں پر ''ہ'' ضمیر کا مرجع مذکور نہیں ہے۔ اگر مرجع ہوسکتا ہے تو وہ ''الشراب'' ہے اور اس کے بعد مُنْذُ حَرَّمَهُ کے الفاظ آرہے ہیں اس سے ظاہر ہے کہ وہ مشروب حرام تھا نہ کہ دودھ۔

اس کے جواب میں ہم یہ کہیں گے کہ عربی زبان کے حُسنِ اسلوب میں حذفِ مسندالیہ وحذفِ مسند بھی ہے۔ کبھی شئ مذکور متکلم کے نزدیک اتنی ناپسندیدہ ہوتی ہے کہ اُس کا نام بھی لینا گوارا نہیں ہوتا لہٰذا اُس کو حذف کر کے فہم سامع پر بھروسہ کرتے ہوئے صرف ضمیر ذکر کر دی جاتی ہے۔

کبھی سیاق کلام خود شی پر دال ہوتا ہے لہٰذا اُس کو حذف کر دیا جاتا ہے۔ قرآن حکیم میں ایسا بکثرت واقع ہوا ہے۔ قرآن حکیم میں ہے کہ جب فرشتے نے آ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے (حضرت اسحاق) کی ولادت کی خوش خبری سنائی تو آپ کی سن رسیدہ بیوی جو پردے کی اوٹ سے سن رہی تھیں، تعجب سے چیخ پڑیں اور اپنے چہرے پہ ہاتھ مارتی ہوئی بولیں: میں سن رسیدہ بے اولاد عورت ہوں پھر کیوں کر بچہ پیدا ہوگا؟ فرشتوں نے کہا: یہی تمہارے رب کا فیصلہ ہے۔ وہی حکمت والا، علم والا ہے۔ چنانچہ سورۃ الذاریات آیت 29 میں ہے: ''فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِیْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَ قَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِیْمٌ۔'' یہاں پر قَالَت کے بعد لفظ اَنَا محذوف مانا گیا ہے۔ یعنی حضرت ابراہیم کی بیوی

نے کہا: میں عمر رسیدہ بے اولاد ہوں۔ عَجُوْزٌ عَقِیْمٌ مبتدأ محذوف اَنَا کی خبر ہے۔ کیوں کہ عَجُوْزٌ عَقِیْمٌ کو قَالَتْ کا فاعل ماننے کی صورت میں جملے کا پورا مفہوم سمجھ میں نہیں آئے گا۔

کبھی فہمِ سامع پر اعتماد کرتے ہوئے شئ کو حذف کر کے اُس کی ضمیر ذکر کر دی جاتی ہے۔ مثلاً صاحب فہم مخاطب کے سامنے کہا جائے: نُوْرُهٗ مُسْتَفَادٌ مِنْ نُوْرِ الشَّمْسِ۔ اُس کی روشنی سورج کی روشنی سے حاصل ہوتی ہے۔ تو سمجھ دار مخاطب یہ سمجھ جائے گا کہ ''اُس کی روشنی'' سے مراد چاند کی روشنی ہے۔ کیوں کہ چاند سورج سے روشنی حاصل کرتا ہے۔

کبھی جملے میں مذکور کوئی لفظ خود حذف پر دال ہوتا ہے۔ مثلاً سورۂ یوسف آیت 82 میں ہے: وَاسْأَلِ الْقَرْيَةَ۔ یہاں پر لفظ اَلْقَرْيَةَ سے پہلے ''اَهْلَ'' محذوف ہے۔ یعنی وَاسْأَلْ اَهْلَ الْقَرْيَةَ۔ قریہ والوں سے سوال کرو۔ لفظِ ''سوال'' خود بتا رہا ہے کہ یہاں اہلِ قریہ مراد ہے کیوں کہ سوال اہلِ قریہ سے ہوسکتا ہے قریہ سے سوال کرنا ممکن نہیں۔

معترض کی ذکر کردہ روایت میں مَا شَرِبْتُهٗ کے بعد حَرَّمَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ جملہ خود بتا رہا ہے کہ یہاں پر مَا شَرِبْتُهٗ میں ''ہ'' سے حرام مشروب مراد ہے۔ تو اب مَا شَرِبْتُهٗ مُنْذُ حَرَّمَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ کا معنی یہ ہوا کہ جب سے رسول اللہ ﷺ نے نشہ آور مشروب کو حرام فرمایا ہے میں نے حرام مشروب نہیں پیا ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تو یہ فرما رہے ہیں کہ جب سے رسول اللہ ﷺ نے شراب کو حرام فرمایا ہے میں نے نہیں پی ہے لیکن رافضی معترض حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اِسی قول کو اِس بات کی دلیل بنا رہا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ کے سامنے شراب پی ہے۔

الٹی ہوگئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا
دیکھا اس بیماری دل نے آخر کام تمام کیا (میر تقی میر)

اعتراض ﴿18﴾

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے کفر پر موت کی خبر دی ہے؟

علامہ بلاذری متوفی 279ھ نے اپنی کتاب ''**انساب الاشراف**'' میں صحیح سند کے ساتھ ایک حدیث نقل کی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: اِس گھاٹی سے ایک آدمی آئے گا جو میری ملّت (دین) کے سوا دوسری ملت میں مرے گا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مجھے خوف ہوا کہ کہیں میرے والد کے بارے میں حضور نہ ارشاد فرماتے ہوں۔ اتنے میں دیکھا کہ معاویہ آ گئے۔ (انساب الاشراف: ۲۲۶/۵، باب جواب الحسین علیہ السلام)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ معاویہ بن ابوسفیان کی موت اسلام پر نہیں ہوئی ہے۔

جواب:

بلاذری کے یہ روایت چند وجوہ سے باطل ہے۔

اول: جس بلاذری کی روایت کو سند بنا کر رافضی معترض نے صحابیِ رسول حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے کفر پر موت کو ثابت کرنے کی ناپاک جسارت کی ہے اُس کا حال کیا ہے اور اُس کے بارے میں ناقدینِ احادیث کی آرا کیا ہیں، آگے ملاحظہ کریں:

بلاذری ایک مشہور مورّخ، عالمِ انساب اور کثیر روایات نقل کرنے والے راوی ہونے کے باوجود محدثین کے نزدیک روایتِ حدیث کے معاملے میں قابل حجت اور مقبول نہیں تھے۔

یہ بات علم حدیث کے طالب علموں کو معلوم ہے کہ کسی حدیث کے صحیح ہونے کے لیے اس کے تمام راوی کا عادل ہونا بھی ضروری ہے۔ اگر کسی حدیث کے راوی قوی حافظہ والے حافظ الحدیث ہوں لیکن کوئی راوی عادل نہ ہو تو اُس کی روایت صحیح نہیں ہوگی بلکہ ضعیف ہوگی۔ غیر عادل فاسق راوی کی روایت نامقبول ہوتی ہے، خصوصًا جب کہ اُس سے کسی پر کوئی

الزام قائم ہوتا ہو۔ بلاذری عالم فاضل اور قوی الحافظہ ہونے کے باوجود لوگوں کی بہت زیادہ ہجو کرنے والے، بدزبان اور لوگوں کی عزّت کو نیلام کرنے والے تھے۔ ایسا شخص عادل نہیں۔

❁ یاقوت الحموی متوفی 626ھ نے بلاذری کے تعلق سے یہ لکھا ہے:

وَ كَانَ اَحْمَدُ بْنُ يَحْيٰى بْنِ جَابِرٍ عَالِمًا فَاضِلًا شَاعِرًا رَاوِيَةً نَسَّابًا مُتْقِنًا وَ كَانَ مَعَ ذَالِكَ كَثِيْرَ الْهِجَاءِ بَذِيْءِ اللِّسَانِ اٰخِذًا لِاَعْرَاضِ النَّاسِ۔

ترجمہ:

احمد بن یحییٰ بن جابر (البلاذری) عالم فاضل شاعر، بڑا راوی، علم الانساب کا ماہر اور قوی الحافظہ ہونے کے باوجود لوگوں کی بہت زیادہ برائیاں بیان کرنے والا، بدزبان اور لوگوں کی عزّت کو نیلام کرنے والا تھا۔ (الوافی بالوفیات: ۱۵۵/۸)

علاوہ ازیں آخرِ عمر میں بلاذری دماغی خلل کے شکار ہو چکے تھے۔

❁ امام ذہبی نے المرزبانی کے حوالے سے یہ لکھا ہے:

اِنَّ اَبَا الْحَسَنِ الْبَلَاذَرِیَّ وُسْوِسَ فِیْ اٰخِرِ عُمْرِهٖ لِاَنَّهٗ شَرِبَ الْبَلَاذَرَ فَاَفْسَدَ عَقْلَهٗ۔ ابوالحسن البلاذری کو اخیر عمر میں بلاذر پینے کی وجہ سے جنونی حالت طاری ہو گئی تھی۔ (تاریخ الاسلام: ۵۰۵/۶)

امام ابن حجر عسقلانی نے بھی یہ لکھا ہے:

وُسْوِسَ فِیْ اٰخِرِ اَيَّامِهٖ فَشَدَّ فِی الْمَرْبِسْتَانِ وَ مَاتَ فِيْهِ وَ كَانَ سَبَبُ ذَالِكَ اَنَّهٗ شَرِبَ الْبَلَاذَرَ عَلٰى غَيْرِ مَعْرِفَةٍ فَلَحِقَهٗ مَا لَحِقَهٗ وَ لِهٰذَا قِيْلَ لَهُ الْبَلَاذَرِیُّ۔

ترجمہ:

عمر کے آخری ایام میں اُن کو ذہنی خلل لاحق ہو گیا تھا اور مقام مربستان میں یہ خلل بہت زیادہ ہو گیا تھا۔ وہیں پہ اُن کی موت ہوئی۔ ذہنی خلل کا سبب یہ ہوا کہ انجانے میں انھوں نے بلاذر پی لیا تھا جس سے اُن کے ذہن میں فساد آ گیا تھا۔ اسی سبب سے اُن کو بلاذری کہا گیا ہے۔

(لسان المیزان:۱/۳۲۲)

یہ بات متحقق ہوگئی کہ بلاذری کو عمر کے آخری ایام میں جنون کی سی کیفیت لاحق ہوگئی تھی۔ وہ دوسرے کے کہنے کے مطابق روایت کردیتے تھے۔

بلاذری کی کتاب 'انساب الاشراف' اُن کی عمر کے آخری ایام میں لکھی گئی ہے۔ جیسا کہ عمر بن احمد العقیلی متوفی 660ھ نے اِس کتاب کے تعلق سے یہ لکھا ہے: وَ ھُوَ کِتَابٌ مُمَتِّعٌ کَثِیْرُ الْفَائِدَۃِ وَالنَّفْعِ وَ مَاتَ وَ لَمْ یُتِمَّہٗ۔ 'انساب الاشراف' نفع بخش اور بہت زیادہ مفید ہے لیکن بلاذری کی موت تک یہ مکمل نہ ہوسکی تھی۔

معلوم ہوا کہ بلاذری کی 'انساب الاشراف' مفید ہونے کے باوجود اُس کی وہ روایات نامقبول ہوں گی جن کو تنہا انھوں نے روایت کیا ہے۔ کیوں کہ یہ کتاب بلاذری کی عمر کے آخری ایام میں لکھی گئی ہے اور بلاذری کو عمر کے آخری ایام میں دماغی خلل ہوگیا تھا۔

علاوہ ازیں بلاذری کی کتاب ''**انساب الاشراب**'' کوئی حدیث کی کتاب نہیں ہے۔ ایک ایسی کتاب جو ایسے مصنف کی عمر کے آخری ایام میں لکھی گئی ہے جس کو عمر کے آخری ایام میں دماغی خلل لاحق ہوچکا تھا اُس کی ایک ایسی روایت جس کا کتب احادیث میں کوئی اتا پتا نہیں، اُس کی تائید میں کوئی دوسری روایت بھی نہیں، بھلا کیوں کر کسی مومن وہ بھی صحابی رسول کے کفر وارتداد کی دلیل ہوسکتی ہے؟

'انساب الاشراف' کی جس روایت کو رافضی معترض نے صحابی رسول حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے کفر وارتداد کی دلیل میں پیش کیا ہے اور اُسے صحیح کہا ہے وہ روایت ضعیف منکر نامقبول بلکہ گڑھی ہوئی ہے۔

روایتِ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی اسنادی حیثیت:

دوم: روایت مذکورہ کی سند بھی نامقبول ہے۔ اُس کی اسنادی حیثیت ملاحظہ کیجئے:

روایتِ مذکورہ کی سند یہ ہے:**اسحاق و بکر بن الهيثم قالا حدثنا عبدالرزاق بن همّام انبأنا معمر عن ابن طاؤس عن ابيه عن عبدالله بن عمرو بن العاص قال:** (متن حدیث کا ترجمہ اعتراض میں مذکور ہے)

راویوں کے حالات:

سندِ مذکور کے راویوں کے حالات ملاحظہ کیجئے۔

❁ **اسحاق و بکر ابن الهيثم:** اسحاق بن ابی اسرائیل ثقہ اور دین کے معاملے میں قابل اعتماد ہونے کے باوجود محدثین کے نزدیک روایتِ حدیث کے معاملے میں تنہا نا قابل حجت تھے۔اُن پر ناقدین حدیث کی جروح ملاحظہ کیجئے:

❁ امام بغوی نے کہا:**ثِقَةٌ مَامُوْنٌ اِلَّا اَنَّهٗ كَانَ قَلِيْلَ الْعَقْلِ**۔وہ ثقہ اور دین کے معاملے میں مامون تھے لیکن کم عقل تھے۔

❁ امام ابوحاتم رازی نے کہا:**وَ لَقَدْ تَرَكَهُ النَّاسُ حَتّٰى كُنْتُ اَمُرُّ بِمَسْجِدٍ وَ هُوَ وَحِيْدٌ لَا يَقْرَبُهٗ اَحَدٌ**۔اسحاق بن ابو اسرائیل کو لوگوں نے چھوڑ دیا تھا۔میں مسجد کے پاس سے گزرتا تھا تو دیکھتا تھا کہ وہ تنہا بیٹھے ہوئے ہیں۔اُن کے قریب کوئی نہیں آتا تھا۔

❁ زکریا ساجی نے کہا: وہ صدوق تھے لیکن اُن سے لوگوں نے حدیث لینا چھوڑ دیا تھا۔ایسا نہیں کہ ان کی ہر حدیث متروک ہے۔ (سیر اعلام النبلاء:۱۱/۴۷۸)

❁ امام ذہبی نے اگرچہ یہ لکھا ہے اُن کی عدالت ساقط نہیں، لیکن یہ لکھا ہے کہ اُن کی منفرد روایت مقبول نہیں۔

اگر کہا جائے کہ یہ اپنی روایت میں منفرد کہاں ہیں؟ بکر ابن الھیثم نے بھی اِس کو روایت کیا ہے؟ تو ہم کہیں گے کہ بکر بن الھیثم مجہول العین راوی ہے۔ یہ کون ہے؟ کیسا

ہے، کہاں سے ہے کچھ پتا نہیں۔

❁ امام ذہبی نے اسحاق بن ابراہیم بن ھانی کے حوالے سے امام احمد بن حنبل کا قول نقل کیا ہے کہ انھوں نے کہا کہ اسحاق بن ابی اسرائیل طلب حدیث اور کثرت روایت کے باوجود گمراہ اور بہت زیادہ شک کرنے والے ہو گئے تھے۔ (تاریخ الاسلام:۱۰۸۴/۵)

❁ ابوزرعہ سے اُن کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے کہا: وہ میرے نزدیک کاذب نہیں تھے۔ کہا گیا کہ ابوحاتم نے تو یہ کہا ہے کہ ان کو موت نہیں آئی جب تک کہ انھوں نے جھوٹی حدیث بیان نہیں کی تو ابوزرعہ نے کہا: حَدَّثَ بِحَدِيْثٍ مُنْكَرٍ وَ تُرِكَ التَّحْدِيْثُ عَنْهُ۔ انھوں نے منکر حدیث بیان کی ہے اور اُن سے حدیث لینا چھوڑ دیا گیا تھا۔

❁ ابوالحسن العجلی نے انھیں دین کے معاملے میں ثقہ اور عبادت گزار کہنے کے باوجود ''متروک الحدیث'' کہا ہے۔ (الکمال تھذیب الکمال:۸۱/۲)

اسحاق بن ابی اسرائیل مختلف فیہ راوی ہے۔ اگر بعض ناقدینِ حدیث کی توثیق کو مان بھی لیا جائے تو بھی اسحاق بن ابی اسرائیل کی روایت مذکورہ کو صحیح نہیں کہا جا سکتا۔ روایت مذکورہ کا دوسرا راوی بکر بن الھیثم مجہول ہے۔

روایت مذکورہ کا تیسرا راوی: عبدالرزاق بن ھمّام، ثقہ صدوق تھے لیکن فضائل اہل بیت میں اور دوسروں کی مذمت میں اُن کی کچھ منکر روایات ہیں جن میں کسی ثقہ راوی نے اُن کی موافقت نہیں کی ہے۔

❁ امام ابن عدی نے اُن کے تعلق سے یہ لکھا ہے: وَ لِعَبْدِ الرَّزَّاقِ بْنِ هَمَّامٍ اَصْنَافُ حَدِيْثٍ كَثِيْرٍ وَ قَدْ رَحَلَ اِلَيْهِ ثِقَاتُ الْمُسْلِمِيْنَ وَ اَئِمَّتُهُمْ وَ كَتَبُوْا عَنْهُ وَ لَمْ يَرَوْا بِحَدِيْثِهٖ بَاسًا اِلَّا اَنَّهُمْ نَسَبُوْهُ اِلَى التَّشَيُّعِ وَ قَدْ رَوٰى اَحَادِيْثَ فِي الْفَضَائِلِ مِمَّا لَا يُوَافِقُهُ عَلَيْهَا اَحَدٌ مِّنَ الثِّقَاتِ فَهٰذَا اَعْظَمُ مَارَمَوْهُ بِهٖ مِنْ رِوَايَتِهٖ لِهٰذِهِ الْاَحَادِيْثِ وَ لِمَا رَوَاهُ فِيْ مَثَالِبِ غَيْرِهِمْ مِمَّا لَمْ اَذْكُرْهُ فِيْ

كِتَابِيُ هٰذَا وَ اَمَّا فِيُ بَابِ الصِّدُقِ فَارُجُوُا اَنُ لَّا بَاسَ بِهٖ اِلَّا اَنَّهٗ قَدُ سَبَقَ مِنُهُ اَحَادِيُثُ فِيُ فَضَائِلِ اَهُلِ الُبَيُتِ وَ مَثَالِبِ اٰخَرِيُنَ مَنَاكِيُرُ۔

ترجمہ:

عبدالرزاق سے مروی احادیث مختلف قسم کی ہیں۔ ثقہ راویانِ حدیث اور ائمہ مسلمین نے اُن کے پاس کتابتِ حدیث کے لیے سفر کیا ہے اور اُن سے حدیث لینے میں کوئی حرج نہیں سمجھا ہے، مگر انھوں نے اُن کی طرف تشیّع کی نسبت کی ہے۔ انھوں نے فضائل میں کچھ احادیث روایت کی ہیں جن کی موافقت کسی ثقہ راوی نے نہیں کی ہے۔ اُن احادیثِ فضائل اور دوسروں کی برائیوں سے متعلق روایات کی بنا پر اُن پر لوگوں نے یہ سب سے بڑا عیب لگایا ہے۔ میں نے ان روایات کو اپنی اس کتاب (الکامل) میں نقل نہیں کیا ہے۔ ہاں سچی روایات کے باب میں اُن سے روایت لینے میں کوئی حرج نہیں۔ مگر انھوں نے فضائل اہل بیت اور دوسروں کی مذمت میں کچھ مُنکَرُ (نامقبول) روایات بیان کردی ہیں۔

(الکامل فی ضعفاء الرجال:۶/۵۴۵)

❁ امام ذہبی نے لکھا ہے کہ ''عبدالرزاق ابن ہمّام ائمہ ثقات میں سے تھے، لیکن عباس العنبری جو اُن کے پاس حدیث لینے گئے تھے، انھوں نے کہا ہے: اِنَّهٗ لَكَذَّابٌ ۔ وہ جھوٹی روایت بیان کرنے والے ہیں۔ اِس پر نسائی نے یہ کہا ہے کہ ''عباس عنبری کی یہ بات محلِ نظر ہے۔ ہاں جس نے عبدالرزاق بن ہمّام سے اُن کی عمر کے آخری ایام میں حدیث سنی ہے وہ یہ کہہ سکتا ہے'' پھر امام ذہبی نے ابن عدی کے حوالے سے وہ بات لکھی ہے جو اوپر میں نے ذکر کی۔ (المغنی فی الضعفاء:۲/۳۹۳)

اُس کے بعد امام ذہبی نے اِن الفاظ میں اپنی رائے پیش کی ہے:

قُلُتُ: كَانَ يَتَشَيَّعُ وَ قَدُ قَالَ اَحُمَدُ اِنَّهٗ عَمِيَ فِيُ اٰخِرِ عُمُرِهٖ وَ كَانَ يُلَقَّنُ فَيَتَلَقَّنُ فَسَمَاعُ مَنُ سَمِعَ مِنُهُ بَعُدَ الُعُمُرِ لَاشَئَ ... قُلُتُ: وَ بِكُلِّ حَالٍ لِعَبُدِ

الـرَّزَّاقِ اَحَـادِيْـثُ يَنفَرِدُ بِهَا قَدْ اُنكِرَتْ عَلَيْهِ مِنْ ذَالِكَ الزَّمَانِ حَتّٰى اَنَّ اَبَا حَاتِمٍ قَالَ يُكْتَبُ حَدِيْثُهٗ وَ لَا يُحْتَجُّ۔

ترجمہ:

امام عبدالرزاق بن ہمّام شیعی تھے اور امام احمد نے کہا ہے کہ وہ آخری عمر میں بصارت سے محروم ہو گئے تھے۔ انھیں روایت کے معاملے میں جو کہا جاتا تھا وہی قبول کر لیتے تھے۔ لہٰذا جس نے اُن کی بصارت ختم ہونے کے بعد سماع کیا ہے اُس کی روایت لاشی (غیر معتبر) ہے۔ بہر حال! امام عبدالرزاق سے روایت کردہ منفرد روایات جو اُس زمانے کی ہیں وہ منکر ہیں۔ یہاں تک کہ ابو حاتم کا یہ قول ہے کہ عبدالرزاق بن ہمّام کی (منفرد) حدیث لکھی جائے گی لیکن اُس کو حجّت نہیں بنایا جائے گا۔ (مصدر سابق)

رافضی معترض نے جس روایت کو اپنی دلیل میں پیش کیا ہے اُس کو تنہا امام عبدالرزاق نے بیان کیا ہے۔ کسی ثقہ راوی نے اُن کی موافقت نہیں کی ہے اور اسحاق بن ابی اسرائیل نے اس روایت کو امام عبدالرزاق بن ھمّام کی عمر کے آخری ایام میں لیا ہے، یا پہلے یہ بات معلوم نہیں۔ نیز امام ذہبی و ابن عدی وغیرہ ناقدینِ حدیث کے مطابق امام عبدالرزاق بن ہمّام کی وہ روایت جو مُشاجرات صحابہ (صحابہ کی جنگوں) کے باب میں کسی صحابی کی مذمت میں ہے وہ منکر نا مقبول ہے۔

سوم: روایت مذکورہ کے متن میں اضطراب ہے۔ بلاذری کی روایت میں **فَـطَـلَـعَ مُـعَـاوِيَةُ** ہے اور طبرانی کی المعجم الکبیر میں حضرت معاویہ کا نام مذکور نہیں ہے۔ بلکہ یہ الفاظ ہیں: **فَطَلَعَ غَيْرُهٗ**۔ یعنی حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص نے فرمایا کہ مجھے خوف تھا کہ کہیں میرے والد ابھی حاضر نہ ہو جائیں کہ حضور کی وعید میں داخل ہو جائیں گے لیکن ایسا نہیں ہوا۔ میرے والد (عمرو بن عاص) کے سوا کوئی اور آدمی آیا۔

طبرانی کی اِس روایت کو ذکر کرنے کے بعد امام ہیثمی نے یہ لکھا: **رواه الطبرانی فی الکبیر و رجالهٗ رجالُ الصحیح**۔ طبرانی کی اِس روایت کے تمام رجال صحیح کے ہیں۔

مسند امام احمد میں یہی روایت حضرت عمرو بن عاص سے مروی ہے تو اُس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا نام نہیں ہے بلکہ حکم بن ابوالعاص (مروان کا والد) کا نام ہے۔ مسند احمد کی روایت مع سند ملاحظہ کیجئے:

حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ حَكِيمٍ عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حَنِيْفٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: كُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَ قَدْ ذَهَبَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ يَلْبَسُ ثِيَابَهٗ لِيَلْحَقَنِيْ فَقَالَ وَ نَحْنُ عِنْدَهٗ لَيَدْخُلَنَّ عَلَيْكُمْ رَجُلٌ لَعِيْنٌ فَوَاللّٰهِ مَا زِلْتُ وَجِلًا أَتَشَوَّفُ دَاخِلًا وَ خَارِجًا حَتّٰى دَخَلَ فُلَانٌ يَعْنِي الْحَكَمَ۔

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: ہم نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ عمرو بن عاص (رضی اللہ عنہ) ہمارے پاس آنے کے لیے کپڑے بدلنے گئے تھے۔ اُسی دوران آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارے پاس ایک ملعون شخص ضرور آنے والا ہے۔ خدا کی قسم میں بہت گھبرایا (کہ کہیں میرے والد عمرو بن عاص نہ آجائیں) میں اندر باہر بے چینی سے دیکھتا رہا یہاں تک کہ حکم بن ابوالعاص آگیا۔ (مسند احمد: حدیث 6520)

اس روایت کے تعلق سے امام ہیثمی نے یہ لکھا: **رواہ احمد و رجالہ رجال الصحیح**۔ امام احمد کی اِس روایت کے تمام راوی حدیث صحیح کے راوی ہیں۔

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد: ۱/۱۱۲)

بلاذری کی 'انساب الاشراف' میں جو روایت ہے اُس میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جس آدمی کے تعلق سے جہنم میں جانے اور کفر پر مرنے کی وعید سنائی تھی وہ امیر معاویہ تھے۔ لیکن وہی روایت معجم طبرانی کبیر میں ہے تو حضرت معاویہ کا نام مذکور نہیں ہے بلکہ کسی فرد کا نام نہیں ہے اور وہ روایت صحیح ہے۔

امام طبرانی نے اُس کو اپنی معجم اوسط میں ذکر کیا ہے تو اُس میں حکم بن ابی العاص کا نام

ہے۔حدیث کے الفاظ یہ ہیں: لَيَطْلَعَنَّ الْآنَ رَجُلٌ لَعِينٌ فَخِفْتُ اَنْ يَّكُوْنَ اَبِى فَلَمْ اَزَلْ خَارِجًا وَ دَاخِلًا حَتّٰى طَلَعَ الْحَكَمُ بْنُ اَبِى الْعَاصِ۔ (المعجم الاوسط: حدیث 7155)

پھر وہی روایت مسند احمد بن حنبل میں ہے تو اُس میں بھی حضرت معاویہ کا نام نہیں بلکہ حکم بن ابی العاص اموی کا نام ہے۔امام عبدالبر نے اَلاِسْتِيْعَاب فِى مَعْرِفَةِ الاَصْحَابِ میں اس روایت کو شعیب بن محمد بن عبداللہ بن عمرو بن عاص کی سند سے ذکر کیا ہے، اُس میں واضح الفاظ میں ہے: فَدَخَلَ الْحَكَمُ بْنُ اَبِى الْعَاصِ ۔حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے فرمان کے بعد حکم بن ابوالعاص آ گیا۔

روایت میں آیا ہے کہ حکم بن ابی العاص نے اگر چہ فتح مکہ کے دن بظاہر اسلام قبول کرلیا تھا لیکن اُسے حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنی حیات ہی میں مدینہ منورہ سے بھگا دیا تھا اور وہ طائف میں مقیم ہو گیا تھا۔ وہیں پر اُس کے صلب سے مشہور دشمنِ اہل بیت مروان بن حکم پیدا ہوا۔ روایت میں ہے کہ حکم ابن ابی العاص حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی باتوں کو چپکے سے دروازے کی اوٹ سے سنتا تھا اور کافروں کو بتا دیتا تھا۔ایک بار حضور نے اس کی آنکھ کو پھوڑنے کا ارادہ فرمایا تھا۔ یہ آقا علیہ الصلاۃ والسلام کی چال کی نقالی کرتا تھا۔ایک بار حضور نے اُسے اس حال میں دیکھ لیا کہ وہ ہلتا ڈولتا چل رہا تھا حضور نے اپنی زبان سے یہ الفاظ نکالے "كُنْ كَذَالِكَ" ویسا ہی ہو جا۔اُسی دن سے رعشہ والے شخص کی طرح ہلتے ہوئے چلتا تھا۔

ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ نے فرمایا: فِى اسنادهٖ نظر اور یہ کہا کہ اس کی سند میں ضرار بن صرد کو رافضی کہا گیا ہے۔

بلاذری کی 'انساب الاشراف' کی روایت میں حضرت معاویہ کا نام ہے اور مسند احمد کی روایت میں حکم بن ابوالعاص کا نام ہے۔علم حدیث کی واقفیت رکھنے والے جانتے ہیں کہ مسند احمد کا مقام کتب احادیث میں کیا ہے؟ بلاذری کی 'انساب الاشراف' کوئی حدیث کی کتاب نہیں پھر وہ بلاذری کی عمر کے آخری ایام کی لکھی ہوئی ہے جب کہ اُن کی عقل میں بلاذر پینے کے سبب فتور آ گیا تھا، لہٰذا کسی اعتبار

سے اُس کا مقابلہ مسند احمد سے نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ امام ذہبی، خطیب بغدادی، جزری وغیرہ محدثین و ناقدین حدیث نے مسند احمد کی تعریف کی ہے۔امام سبکی نے تو یہاں تک کہا ہے کہ روئے زمین میں اِس سے اعلیٰ درجے کی کوئی کتاب نہیں ہے۔ (طبقات الشافعیۃ : ۳۱/۲)

علاوہ ازیں رافضی معترض کی پیش کردہ روایت سنداً صحیح نہیں جب کہ مسند احمد کی روایت سنداً صحیح ہے اور مسند احمد کی روایت میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا نام نہیں ہے بلکہ حکم بن ابی العاص کا نام ہے۔

یہاں پر یہ تاریخی تجزیہ بھی اہم ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اپنے شیخ عبدالرزاق بن ہمّام کے یہاں سے کم وبیش 200ھ میں واپس آئے تھے۔اُس وقت اُن کی عمر 36 سال کی تھی۔ اِس دوران امام احمد نے سات لاکھ احادیث کا سماع مختلف شیوخ سے کرلیا تھا۔اُسی مجموعہ سے 30 ہزار احادیث کو منتخب کر کے اپنی مسند تصنیف کی۔

اُس وقت تک اگر عبدالرزاق بن ہمّام کو حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص والی روایت ملی ہوتی جس میں حضرت معاویہ کا نام مذکور ہے تو ضرور امام احمد بن حنبل اُس روایت کو مسند احمد میں ابن ہمام کے حوالے سے نقل کرتے، لیکن انھوں نے اِس روایت کو ابن نمیر کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔عبدالرزاق بن ھمّام کے حوالے سے ذکر نہیں کیا ہے۔ اِس سے اندازہ لگانا آسان ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص والی روایت جس میں حضرت امیر معاویہ کی مذمت کا ذکر ہے وہ عبدالرزاق بن ہمام کی قوت بصارت کے زائل ہونے کے بعد کے زمانے کی ہے اور اس زمانے کی اُن کی روایت نا قابل قبول ہے۔

بہرصورت بلاذری کی روایت مسند احمد کی روایت کے مقابلے میں نامقبول ٹھہرتی ہے پھر اُس سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی کفر پر موت کیوں کر ثابت کی جاسکتی ہے؟

چہارم: اگر بلاذری کی روایت کو صحیح مان بھی لیا جائے تو بھی اُس سے رافضی معترض کا مطلوب حاصل نہیں ہوسکتا۔ رافضی معترض اِس روایت سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے کفر

پر استدلال کرنا چاہتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ بلاذری کی روایت صحیح بھی ہو تو بھی محض خبر واحد ہے اور خبر واحد ظنی الثبوت ہوتی ہے اور کسی کے کفر کو ثابت کرنے کے لیے دلیل قطعی الثبوت اور قطعی الدلالہ چاہیے اور بلاذری کی روایت میں دونوں مفقود ہیں۔

بہر حال بلاذری کی روایت کو صحیح مان کر حضرت امیر معاویہ کو معاذ اللہ کافر کہنا اور انھیں لعن طعن کرنا رافضیت ہے۔

امام ذہبی نے رافضیوں کے رد میں ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے اَلْمُنْتَقٰی مِنْ مِنْهَاجِ الْاِعْتِدَالِ فِیْ نَقْضِ کَلَامِ اَهْلِ الرَّفْضِ وَالْاِعْتِزَالِ۔ اس کی جلد ا، صفحہ 258 پر بلاذری کی روایت کے تعلق سے یہ لکھا ہے:

اَوَّلًا نَحْنُ نُطَالِبُ بِصِحَّةِ هٰذَا الْحَدِیْثِ فَاِنَّ الْاِحْتِجَاجَ بِالْحَدِیْثِ لَا یَجُوْزُ اِلَّا بَعْدَ ثُبُوْتِهٖ وَ ثَانِیًا هٰذَا الْحَدِیْثُ مِنَ الْکَذِبِ الْمَوْضُوْعِ بِاِتِّفَاقِ اَهْلِ الْمَعْرِفَةِ بِالْحَدِیْثِ وَ لَا یُوْجَدُ فِیْ شَیْءٍ مِنْ دَوَاوِیْنِ الْحَدِیْثِ الَّتِیْ یُرْجَعُ اِلَیْهَا فِیْ مَعْرِفَةِ الْحَدِیْثِ وَ لَا لَهٗ اَسْنَادُ مَعْرُوْفٌ۔

ترجمہ:

اوّلاً: ہم اِس حدیث کی صحت کا ثبوت مانگتے ہیں، کیوں کہ حدیث کو قابل حجت تبھی مانیں گے جب اس کا ثبوت ہو۔

ثانیاً: یہ حدیث (اگر کسی کتاب میں ہے تو) باتفاق محدثین موضوع اور گڑھی ہوئی ہے۔ علم حدیث کی معرفت کیلیے جن کتب احادیث کی طرف رجوع کیا جاتا ہے اُن میں سے کسی کتاب میں یہ حدیث موجود نہیں ہے اور نہ اس کی کوئی معروف (مقبول) سند ہے۔

اگر رافضی معترض کہے کہ بلاذری نے اِس کو ایک اور سند سے بھی نقل کیا ہے۔ سند یہ ہے: حَدَّثَنِیْ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنِیْ یَحْیٰی بْنُ اٰدَمَ عَنْ شَرِیْکٍ عَنْ لَیْثٍ عَنْ طَاؤسٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو۔ تو اِس کے جواب میں اتنا جاننا کافی ہے کہ یہ سند

بھی نامقبول ہے کیوں کہ اِس کا راوی عبداللہ بن صالح جہنی مجروح ہے۔

❁ مغلطائی نے کہا کہ یہ لیث سے منکر روایات ذکر کرتے تھے۔

❁ احمد بن شعیب ان کی روایات سے راضی نہیں تھے۔

❁ ابواحمد حاکم نے ابوصالح (کاتب اللیث) کو ذاہبُ الحدیث کہا۔

❁ ابن شاہین نے ضعفاء میں شمار کیا۔

❁ ابوالقاسم بلخی، عقیلی اور ساجی نے بھی ضعیف کہا۔

❁ ابن حبان نے ''بہت زیادہ مُنکَرُ الحدیث'' کہا۔ انھوں نے کہا کہ وہ صدوق ہونے کے باوجود ثقہ راویوں سے ایسی روایات لاتا تھا جو ثقہ راویوں سے مروی نہیں ہیں۔ اُن کے پڑوس میں ایک شخص رہتا تھا، وہ ابوصالح (عبداللہ بن صالح) کے شیخ کے حوالے سے جھوٹی روایات گڑھ کر عبداللہ بن صالح کی مشابہ تحریر میں لکھتا تھا پھر اس کاغذ کو عبداللہ بن صالح کے گھر میں کتابوں کے درمیان چُپکے سے رکھ آتا تھا۔ عبداللہ بن صالح اس کو اپنی تحریر سمجھ کر روایت کر دیتا تھا۔

❁ ابوعبداللہ الحاکم نے کہا کہ امام بخاری نے کاتب لیث (عبداللہ بن صالح) سے کوئی حدیث تخریج نہیں کی ہے۔

❁ امام علی بن مدینی نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن صالح کی روایت کو دیوار پر دے مارا۔ اُن سے کچھ روایت نہیں کرتا ہوں۔

❁ ابوصالح بن محمد نے کہا: وَ عِندِیُ کَانَ یَکْذِبُ ۔ وہ میرے نزدیک جھوٹا ہے۔ ذہبی نے ان کو دیوانُ الضعفاء میں ذکر کیا ہے۔ (اکمال تھذیب الکمال وتھذیب الکمال)

حاصل کلام یہ ہے کہ بلاذری کی 'انساب الاشراف' کی روایت منکر بلکہ موضوع ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے مروی وہ روایت 'انساب الاشراف' کے سوا کسی حدیث کی کتاب میں نہیں ہے۔ ہاں مسند احمد ابن حنبل، مسند بزار، معجم اوسط، معجم کبیر طبرانی،

الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب اور امام ذہبی کی تاریخ الاسلام میں حضرت عبداللہ بن عمرو ہی سے وہی روایت منقول ہے تو بعض روایت میں کسی نام مذکور نہیں ہے اور بعض میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بجائے حکم بن ابی العاص کا نام ہے، اگر چہ حکم بن ابی العاص پر لعن سے متعلق روایات کو بھی امام ذہبی اور امام ابن حجر عسقلانی نے غیر ثابت و منکر کہا ہے۔

(الاصابۃ: ۹۰/۲)

لہٰذا رافضی معترض نے بلاذری کی کتاب 'انساب الاشراف' کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی جس روایت سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے کفر وارتداد پر استدلال کیا ہے وہ سراسر باطل ہے۔

پنجم: علاوہ ازیں اگر رافضی معترض کی ذکر کردہ روایت کو تسلیم کر لیا جائے تو خود مولیٰ علی رضی اللہ عنہ پر اعتراض کرنا لازم آئے گا کیوں کہ حضرت مولیٰ علی نے حضرت امیر معاویہ کو مومن مسلمان سمجھا ہے اِسی طرح حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ بھی اعتراض کی زد میں آئیں گے کیوں کہ آپ نے حضرت معاویہ سے صلح کر کے انھیں خلافت سپرد کر دی تھی اور اپنے ماننے والوں کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کا بھی حکم دیا تھا۔

اگر بلاذری کی روایت کی بنا پر حضرت معاویہ کو مسلمان نہ مانا جائے تو حضرت مولیٰ علی اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہما کے تعلق سے رافضی معترض کیا کہے گا کہ انھوں نے حضرت معاویہ کو مومن مسلمان سمجھا ہے۔؟

اعتراض:《19》

اسلاف نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا کہنے کی اجازت دی ہے؟

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف کھل کر زیادہ بولنا منع ہے اور کچھ اہل سنت کا کہنا ہے کہ امیر معاویہ کے خلاف کھل کر بھی بول سکتے ہیں۔(ایک حیدر آبادی رافضی مولوی کا اعتراض)

جواب:

رافضی مولوی کا یہ دعویٰ باطل ہے۔حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے تعلق سے اہل سنت کا کیا نظریہ ہے اس کو ذیل میں ملاحظہ کیجئے:

معاویہ رضی اللہ عنہ سے متعلق اسلاف کا نظریہ:

❁ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کا نظریہ:

علامہ احمد بن داؤد الدینوری وفات:282ھ نے یہ روایت ''**الأخبارُ الطوال**'' میں نقل کی ہے:

وَ بَلَغَ عَلِيًّا اَنَّ حُجْرَ بْنَ عَدِيٍّ وَ عَمْرَو بْنَ الْحَمِقِ يُظْهِرَانِ شَتْمَ مُعَاوِيَةَ وَ لَعْنَ اَهْلِ الشَّامِ فَاَرْسَلَ اِلَيْهِمَا اَنْ كُفَّا عَمَّا يَبْلُغُنِيْ عَنْكُمَا فَاَتَيَاهُ فَقَالَا: يَا اَمِيْرَالْمُؤْمِنِيْنَ اَلَسْنَا عَلَى الْحَقِّ وَ هُمْ عَلَى الْبَاطِلِ؟ قَالَ: بَلٰى وَ رَبِّ الْكَعْبَةِ الْمُسْدَنَةِ قَالُوْا: فَلِمَ تَمْنَعُنَا مِنْ شَتْمِهِمْ وَ لَعْنِهِمْ قَالَ: كَرِهْتُ لَكُمْ اَنْ تَكُوْنُوْا شَتَّامِيْنَ لَعَّانِيْنَ وَ لٰكِنْ قُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ احْقِنْ دِمَاءَ نَا وَ دِمَاءَ هُمْ وَ اَصْلِحْ ذَاتَ بَيْنِنَا وَ بَيْنِهِمْ وَاهْدِهِمْ مِنْ ضَلَالَتِهِمْ حَتّٰى يَعْرِفَ الْحَقَّ مَنْ جَهِلَهُ وَ يَرْعَوِىَ عَنِ الْغَيِّ مَنْ لَجَّجَ بِهٖ۔

ترجمہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ حجر بن عدی اور عمرو بن حَمِق کھلے عام معاویہ کو گالی دیتے ہیں اور اہل شام (حامیان معاویہ) پر لعن کرتے ہیں۔حضرت علی نے دونوں کے پاس پیغام بھیجا کہ تم دونوں کے بارے میں مجھے جس چیز کی خبر مل رہی ہے اس سے باز رہو۔دونوں حضرت علی کے پاس آکر بولے: اے امیر المومنین! کیا ہم حق پہ اور وہ باطل پہ نہیں؟ مولیٰ علی نے فرمایا: ہاں، بے شک رب کعبہ کی قسم۔دونوں نے کہا: پھر آپ ہمیں ان کو گالی دینے اور لعن کرنے سے کیوں روکتے ہیں؟ مولی علی نے فرمایا: میں پسند نہیں کرتا کہ تم گالی گلوج اور لعن کرنے والے بنو۔ہاں تم یہ کہو: اے اللہ ہمارے اور ان کے خون کی حفاظت فرما اور ہمارے درمیان صلح قائم فرما اور حق سے جو ناواقف ہیں انھیں ہدایت دے کہ وہ حق کو پہچان لیں اور جو بے راہ روی میں پھنسے ہیں باز آجائیں۔

"نہج البلاغۃ" میں ہے: اِنّی اَکرَہُ لَکُم اَن تکونُوا سَبّابِین ۔مولیٰ علی نے فرمایا کہ میں پسند نہیں کرتا کہ تم معاویہ اور ان کے اصحاب کو بُرا کہو بلکہ اُن کے لئے دعا کرو۔

❁ حضرت عمر بن عبدالعزیز کا نظریہ:

امام ابن عبدالبر مالکی متوفی 463ھ نے اپنی کتاب **"الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب"** میں یہ لکھا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ جو جلیل القدر تابعی تھے، جن کو عمر فاروق ثانی کہا جاتا ہے، انھوں نے اپنے دور خلافت میں ایک شخص کو کوڑے لگوائے جس نے حضرت امیر معاویہ کو بُرا کہا تھا۔

اگر حضرت امیر معاویہ کو بُرا کہنے والا بھی سنّی صحیح العقیدہ ہے جیسا کہ حیدر آبادی رافضی مولوی نے کہا تو امیر المومنین حضرت عمر بن عبدالعزیز نے حضرت معاویہ کو بُرا کہنے والے شخص کو کوڑے کیوں لگوائے تھے؟

شیخ ابوتوبہ حلبی متوفی 241ھ کا نظریہ:

بخاری و مسلم کے شیخ حجّۃ فی الحدیث تھے۔علامہ ذہبی نے تاریخ الاسلام میں لکھا ہے کہ وہ شام کے ابدال میں سے تھے۔وہ فرماتے تھے:مُعَاوِيَةُ سِتْرُ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَاِذَا كَشَفَ الرَّجُلُ السِّتْرَ اِجْتَرأَ عَلٰى مَا وَرَاءَ هٗ۔

ترجمہ:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صحابۂ کرام کی عزت و ناموس کے لیے پردہ اور آڑ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جب پردہ ہٹا دیا جائے تو عزت محفوظ نہیں رہتی۔یعنی جو شخص حضرت امیر معاویہ کی بے ادبی و گستاخی پر جری اور نڈر ہوگا وہ دوسرے صحابہ کی بارگاہ کا بھی گستاخ ہو جائے گا۔ثابت ہوا کہ حضرت امیر معاویہ کو بُرا کہنا رافضیت کی پہلی سیڑھی ہے۔

(تاریخ دمشق لابن عساکر)

حضرت امام احمد بن حنبل کا نظریہ:

حضرت امام احمد بن حنبل کے بارے میں امام ابن عساکر نے اپنی کتاب تاریخ دمشق میں یہ لکھا ہے کہ امام احمد بن حنبل سے پوچھا گیا کہ حضرت امیر معاویہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کی شان میں کوئی شخص بے ادبی کرے تو کیا اس کو رافضی کہا جائے گا؟ تو امام احمد بن حنبل نے جواب دیا:لَمْ يَجْتَرِأْ عَلَيْهِمَا اِلَّا وَ لَهٗ خَبِيْئَةُ سُوْءٍ مَا يُبْغِضُ اَحَدُ اَحَدًا مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اِلَّا وَ لَهٗ دَاخِلَةُ سُوْءٍ۔

ترجمہ:

حضرت امیر معاویہ اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کی شان میں بے ادبی کرنے کی جرأت وہی کرے گا جس کے دل میں بدعقیدگی ہے اور جو شخص بھی کسی صحابی رسول سے بغض رکھے گا وہ جہنم میں جائے گا۔

امام لالکائی کا نظریہ:

امام لالکائی نے عقیدے کی مشہور کی کتاب ''**شرح اعتقاد اھل السنۃ**'' میں یہ لکھا ہے کہ معافیٰ بن عمران، جلیل القدر حافظ الحدیث تھے، علامہ ذہبی نے سیر اعلام النبلاء میں لکھا ہے کہ ان کو سفیان ثوری نے یاقوت کہا ہے اور یہ کہا ہے کہ آنکھوں نے اُن جیسا صاحب علم نہیں دیکھا۔ خوارج نے اُن کے دو بچوں کو قتل کر دیا تھا، اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ محبینِ اہل بیت میں سے تھے۔

معافیٰ بن عمران سے ایک شخص نے پوچھا: **يَا اَبَا مَسْعُوْدٍ اَيْنَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِالْعَزِيْزِ مِنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ اَبِيْ سُفْيَانَ؟ فَغَضِبَ مِنْ ذَالِكَ غَضبًا شَدِيْدًا وَ قَالَ: لَا يُقَاسُ بِاَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اَحَدٌ. مُعَاوِيَةُ صَاحِبُهُ وَ صِهْرُهُ وَ كَاتِبُهُ وَ اَمِيْنُهُ عَلٰى وَحْيِ اللّٰهِ وَ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ دَعُوْا لِيْ اَصْحَابِيْ وَ اَصْهَارِيْ فَمَنْ سَبَّهُمْ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ۔**

ترجمہ:

اے ابومسعود! عمر بن عبدالعزیز کا مرتبہ معاویہ بن ابی سفیان کے مقابلے میں کتنا بڑا ہے؟ یہ سن کر معافیٰ بن عمران کو بہت غصہ آ گیا اور فرمایا: کسی غیر صحابی کو رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کے مقابلے میں نہیں لایا جا سکتا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ آں حضرت ﷺ کے صحابی، آپ کے سسرالی رشتہ دار، کاتب وحی ہیں۔ اللہ کی وحی پر حضور ﷺ نے ان کو امین بنایا۔ رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ میرے صحابہ اور میرے سسرالی رشتہ داروں کو بُرا نہ کہو۔ جو انھیں برا کہے گا اُس پر اللہ، فرشتے اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔

حضرت عبداللہ ابن المبارک متوفی 181ھ کا نظریہ:

آپ محدث فقیہ مجتہد تھے۔ آپ کو امام ذہبی نے امام الاتقیاء بھی لکھا ہے۔ یعنی عظیم

صوفی بزرگ بھی تھے۔اُن کا قول امام ابن منظور الافریقی نے اپنی مشہور کتاب "مختصر تاریخ دمشق" میں نقل کیا ہے۔امام ابن المبارک نے فرمایا: **مُعَاوِيَةُ عِنْدَنَا مِحْنَةٌ فَمَنْ رَأَيْنَاهُ يَنْظُرُ اِلٰى مُعَاوِيَةَ شَزْرًا اِتَّهَمْنَاهُ عَلَى الْقَوْمِ اَعْنِىْ عَلٰى اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ۔**

ترجمہ:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات ہمارے نزدیک کسی کو آزمانے کا ذریعہ ہے۔جس شخص کو ہم نے دیکھا کہ وہ غُصیلی آنکھ سے معاویہ کو دیکھتا ہے تو ہم نے سمجھ لیا کہ وہ شخص صحابۂ کرام کے معاملے میں ناقابل اعتماد ہے۔وہ دوسرے صحابہ کو بھی بُرا کہتا ہوگا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر ایک اور تہمت

ایک حیدر آبادی رافضی نے صحابیِ رسول حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر یہ تہمت لگائی ہے کہ ''معاویہ نے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو فیس ٹو فیس قتل کی دھمکی دی ہے، مدینہ جا کر قتل کی دھمکی دی ہے۔ یزید نے قتل بعد میں کیا ہے، معاویہ بن ابی سفیان نے دھمکی پہلے دی ہے''۔

رافضی مولوی نے ابن الاثیر کی کتاب ''**الکامل**'' کے حوالے سے یہ بات کہی ہے۔

پہلی بات: یہ ذہن میں رہے کہ ابن الاثیر کی کتاب ''**الکامل**'' نہ قرآن ہے نہ حدیث کی کوئی کتاب۔ یہ تاریخ کی کتاب ہے اور اہل علم اچھی طرح جانتے ہیں کہ صحابۂ کرام کے مشاجرات اور اختلافات سے متعلق تاریخی واقعات رطب ویابس سے پاک نہیں۔

کتبِ احادیث کی کوئی صحیح روایت جو خبر واحد ہو کسی صحابی کے خلاف حجت مُلزِمہ اور حجتِ مثبتہ نہیں ہو سکتی تو کتب تواریخ کی تاریخی روایت وہ بھی غیر مستند، اُس کی بھلا کیا حیثیت ہے؟

اکثر شیعہ روافض تاریخی روایات کو بنیاد بنا کر صحابۂ کرام کے درمیان ہونے والے اختلافات ومشاجرات کو چھیڑتے ہیں اور محبتِ اہل بیت کے نام پر صحابۂ کرام خصوصاً حضرت امیر معاویہ، حضرت عمرو بن العاص، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہم حتی کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو گالیاں دیتے ہیں اور اُن پر لعن کرتے ہیں۔

یہاں بھی رافضی مولوی نے رافضیوں کا طریقہ اختیار کرتے ہوئے تاریخ کی ایک کتاب ''الکامل'' کی ایک غیر مستند روایت کو بنیاد بنا کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر یہ تہمت لگائی ہے کہ انھوں نے مدینہ منورہ جا کر سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو ڈائرکٹ قتل کی دھمکی دی تھی۔

یہ سراسر جھوٹ اور تہمت ہے۔ پوری رافضی برادری میں ہمت نہیں ہے کہ اُس کی کوئی

سند پیش کرے، ضعیف سند ہی سہی، صبح قیامت تک کوئی رافضی اس کی سند پیش نہیں کر سکتا۔

چلیے تھوڑی دیر کے لیے ''**الکامل**'' کی اِس روایت کو تسلیم کر لیتے ہیں لیکن رافضی مولوی اس سوال کا جواب دے کہ 'الکامل' کی اُسی تاریخی روایت میں یہ الفاظ بھی موجود ہیں: **فَقَالَ لَهُ مُعَاوِيَةُ: مَرْحَبًا وَّ اَهْلًا يَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَ سَيِّدَا شَبَابِ الْمُسْلِمِيْنَ۔**

ترجمہ:

خوش آمدید! اے رسول اللہ ﷺ کے بیٹے اور مسلمان جنتی جوانوں کے سردار۔

حضرت امیر معاویہ نے سیدنا امام حسین کو ابن رسول اللہ کہا، جنتی جوانوں کا سردار کہا۔

''**الکامل**'' کی روایت میں دو متعارض باتیں ہیں۔ اسی روایت میں ہے کہ حضرت امیر معاویہ نے حضرت امام حسین کی تعظیم کی۔ آپ کا احترام و اکرام کیا۔ تم اِس کو کیوں بیان نہیں کرتے؟ اُسی روایت میں ہے کہ یزید کی ولیعہدی کے لیے بیعت کی راہ ہموار کرنے والوں میں سب سے پہلا شخص صحابیِ رسول حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ تھے۔ تو کیا معترض انھیں بھی دشمنِ اہل بیت کہے گا؟ انھیں بھی دشمن امام حسین کہہ کر اُن پر تبرابازی کرے گا؟

روافض اگر ''**الکامل**'' کی ہر روایت پر آنکھ بند کر کے بھروسہ کرتے ہیں تو انھیں یہ اعلان کر دینا چاہیے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ دین و قرآن کو ماننے والے نہیں تھے۔ کیوں کہ ''**الکامل**'' میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول بھی منقول ہے کہ مولیٰ علی نے اپنے حامیوں سے صفین میں یہ فرمایا تھا: **عِبَادَ اللّٰهِ اِمْضُوْا عَلٰى حَقِّكُمْ وَ صِدْقِكُمْ وَ قِتَالِ عَدُوِّكُمْ فَاِنَّ مُعَاوِيَةَ وَ عَمْرًوا وَ ابْنَ اَبِىْ مُعَيْطٍ وَ حَبِيْبًا وَ ابْنَ اَبِىْ سَرْحٍ وَالضَّحَّاكَ لَيْسُوْا بِاَصْحَابِ دِيْنٍ وَ لَا قُرْاٰنٍ۔**

ترجمہ:

اے اللہ کے بندو! اپنے حق اور سچائی پر اور اپنے دشمن سے جنگ کرنے پر ڈٹے رہو۔ بے شک معاویہ، عمرو (ابن العاص)، ابن ابی معیط، حبیب، ابن ابی سرح اور ضحاک دین

اور قرآن والے نہیں ہیں۔

حالاں کہ ''**الکامل**'' کی روایت کے خلاف امام ذہبی کی ''**سیر اعلام النبلاء**'' وغیرہ کتب اہل سنت میں اور خود شیعوں کی مستند کتاب ''**نہج البلاغہ**'' میں یہ روایت ہے کہ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے صحابیِ رسول حضرت حجر بن عدی اور اپنے حامیوں کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بُرا کہنے اور لعن کرنے سے روکا تھا۔

بے سند تاریخی روایات کی بنا پر کسی صحابی پر کسی گناہ کی تہمت لگانا پھر انھیں بُرا بھلا کہنا، لعن طعن کرنا رافضیوں کا طریقہ ہے۔

ابن الاثیر نے ''**الکامل**'' میں تاریخ نویسی کے لحاظ سے بعض روایات کو بس روایات کی حد تک نقل کیا ہے انھوں نے یہ دعویٰ بھی نہیں کیا ہے کہ اُن کی ذکر کردہ ہر روایت صحیح ہے۔ اگر ''**الکامل**'' کی یہ روایت صحیح سند کے ساتھ منقول ہوتی پھر بھی اس کی بنیاد پر صحابیِ رسول حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف ثبوتِ الزام کے لیے کافی نہ ہوتی کیوں کہ اس کی حیثیت شرعی شہادت کی نہیں۔ جب 'الکامل' کی روایت مذکورہ کی کوئی سند ہی سرے سے موجود نہیں ہے تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر یہ الزام لگانا کیوں کر درست ہوگا کہ انھوں نے حضرت امام حسن علی جدہ وعلیہ الصلاۃ والسلام کو قتل کی دھمکی دی تھی؟

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے متعلق ابن الاثیر کا نظریہ

''**الکامل**'' میں ابن الاثیر نے جو روایات حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے متعلق نقل کی ہیں اگر اُن کی بنا پر حضرت امیر معاویہ کو بُرا بھلا کہنا درست ہوتا تو ابن الاثیر حضرت امیر معاویہ کے فضائل اپنی کتاب 'اُسد الغابہ' میں بیان نہ کرتے۔

اُسد الغابہ جلد 5 صفحہ 201 پر انھوں نے یہ عنوان قائم کیا ہے''**مُعَاوِيَةُ بْنُ صَخْرِ بْنِ اَبِیْ سُفْیَان**'' پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل سے متعلق متعدد احادیث وآثار نقل کرنے کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت کو اِن الفاظ میں ذکر کیا ہے:

شَهِدَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ حُنَيْنًا وَ اَعْطَاهُ مِنْ غَنَائِمِ هَوَازِنَ مِائَةَ بَعِيْرٍ وَ اَرْبَعِيْنَ اَوْقِيَةً وَ كَانَ هُوَ وَ اَبُوْهُ مِنَ الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَ حَسُنَ اِسْلَامُهُمَا وَ كَتَبَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ۔

ترجمہ:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ حنین میں شرکت کی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قبیلۂ ہوازن کی غنیمتوں سے ایک سو اونٹ اور چالیس اوقیہ (8 کلوگرام) سونا عطا فرمایا۔وہ اوران کے باپ مؤلّفۃ القلوب میں سے تھے،دونوں اچھے مسلمان ہوئے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب وحی ہوئے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ جس ابن الاثیر کی ''الکامل والی'' روایت کی بنیاد پر رافضی مولوی نے حضرت امیر معاویہ کو خوب بُرا بھلا کہا اور حضرت امیر معاویہ کی فضیلت بیان کرنے والوں کو ناصبی وخارجی کہا،اُسی ابن الاثیر کی اُسد الغابہ کی فضائل معاویہ والی روایات کی بنا پر ابن الاثیر پر ناصبی اور خارجی ہونے کا حکم لگاتے ہیں یا نہیں؟

اعتراض:《20》

حدیث شرح معانی الآثار میں امیر معاویہ کی مذمت؟

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''شرح معانی الآثار'' میں حضرت عکرمہ کی یہ روایت نقل کی ہے:

''اِنَّ اَبَا غَسَّانَ مَالِکَ بْنَ یَحْیٰی الْھَمْدَانِیُّ حَدَّثَنَا قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَھَّابِ بْنُ عَطَاءٍ قَالَ: اَنَا عِمْرَانُ بْنُ حُدَیْرٍ عَنْ عِکْرَمَۃَ اَنَّہٗ قَالَ: کُنْتُ مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ عِنْدَ مُعَاوِیَۃَ نَتَحَدَّثُ حَتّٰی ذَھَبَ ھَزِیْعٌ مِنَ اللَّیْلِ فَقَامَ مُعَاوِیَۃُ فَرَکَعَ رَکْعَۃً وَاحِدَۃً فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مِنْ اَیْنَ تُرٰی اَخَذَھَا الْحِمَارُ''۔

ترجمہ:

حضرت عکرمہ نے فرمایا کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے پاس تھا۔ ہم گفتگو کر رہے تھے۔ رات کا ایک پہر گزرا تو معاویہ (رضی اللہ عنہ) اٹھے اور ایک رکعت (وتر) پڑھی۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے، گدھے نے کہاں سے ایک رکعت وتر لی ہے؟

اِس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بھی معاویہ بن ابی سفیان کو بُرا سمجھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے اُن کو ''گدھا'' کہا۔

(ایک حیدر آبادی رافضی مولوی کا اعتراض)

جواب:

روایتِ مذکورہ کے دوسرے حصے میں جو لفظ ''اَلْحِمَارُ'' ہے وہ شاذ و نامقبول ہے۔ اُس کے شاذ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اِس روایت کو عمران بن حُدیر سے نقل کرنے والے دو راوی ہیں، ایک عبدالوھاب بن عطا، دوسرے عثمان بن عمر۔ عبدالوہاب بن عطا نے اپنی روایت میں

لفظِ ''الحمار'' کو ذکر کیا ہے لیکن عثمان بن عمر نے ذکر نہیں کیا ہے۔ چناں چہ شرح معانی الآثار ہی میں روایت 1720 میں امام طحاوی نے یہ فرمایا ہے: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ فَذَكَرَ بِاِسْنَادِهٖ مِثْلَهٗ اِلَّا اَنَّهٗ لَمْ يَقُلْ اَلْحِمَارُ۔

ترجمہ:

روایت مذکورہ کو عثمان بن عمر نے عمران ہی کی سند سے ذکر کیا ہے لیکن عثمان بن عمر نے لفظ ''الحمار'' نہیں کہا ہے۔

عبدالوہاب بن عطا جن کی روایت میں لفظ ''الحمار'' ہے، یہ صحیح مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ کے راوی ہیں جو ثقہ صدوق ہونے کے باوجود عثمان بن عمر جن کی روایت میں لفظ ''الحمار'' نہیں ہے، کے مقابلے میں کم درجے کے ثقہ ہیں، بلکہ اُن کے تعلق سے ناقدینِ حدیث کے جروح بھی منقول ہیں۔

عبدالوہاب بن عطا پر ناقدین حدیث کے جروح:

❁ امام بخاری اور نسائی نے کہا:

لَيْسَ بِالْقَوِيِّ۔ عبدالوہاب بن عطا روایت حدیث میں قوی نہیں۔

❁ امام ابوحاتم نے فرمایا: وَ لَيْسَ عِنْدَهُمْ بِقَوِيِّ الْحَدِيْثِ۔ محدثین کے نزدیک وہ حدیث میں مضبوط نہیں۔

❁ ابوحاتم نے کہا: امام یحیٰ بن سعید القطان کو میں نے فرماتے ہوئے سنا کہ عبدالوہاب الثقفی کو آخر عمر میں روایت حدیث میں اختلاط واقع ہوتا تھا (شک واقع ہوتا تھا)۔

❁ عقیلی نے ان کو ضعیف راویوں میں شمار کیا ہے۔

❁ ابن ابی خیثمہ نے فرمایا: لَمْ يُدْخِلْ اَبِيْ عَنْهُ فِي الْمُسْنَدِ شَيْئًا۔ میرے والد نے عبدالوہاب بن عطا کی کوئی روایت اپنی مسند میں نقل نہیں کی ہے۔

❁ امام ابن شاہین نے کتاب الثقات میں انھیں ذکر کرنے کے بعد یہ لکھا ہے: قَالَ عُثْمَانُ یَعْنِی ابْنَ اَبِیْ شَیْبَۃَ: عَبْدُالْوَھَّابِ بْنُ عَطَا لَیْسَ بِکَذَّابٍ وَ لٰکِنْ لَیْسَ ھُوَ مِمَّنْ یُتَّکَلُ عَلَیْہِ۔ امام عثمان بن ابی شیبہ نے فرمایا کہ عبدالوہاب بن عطا کذاب راوی نہیں، لیکن روایت کے معاملے میں اُن پر اعتماد نہیں کیا جائے گا۔

❁ امام مغلطائی نے تو یحیٰ بن سعید کے حوالے سے یہاں تک لکھا ہے وَ قَالَ یَحْیٰی بْنُ سَعِیْدٍ تُکُلِّمَ فِیْ مَذْھَبِہٖ وَ نُسِبَ اِلَی التَّشَیُّعِ۔ یحیٰ بن سعید القطان نے فرمایا کہ عبدالوہاب بن عطا کے مذہب میں کلام کیا گیا ہے اور اُنھیں شیعہ کہا گیا ہے۔

❁ امام ذہبی نے توثیق و تجریح کے اقوال کو ذکر کرنے کے بعد یہ لکھا ہے کہ عبدالوہاب بن عطا کی حدیث درجۂ حسن کی ہوتی ہے۔ یعنی فی نفسہٖ ان کی حدیث حسن ہوتی ہے لیکن اگر کوئی وجہِ ضعف ہو تو ضعیف بھی ہوتی ہے۔

حاصل یہ ہے کہ عبدالوہاب بن عطا پر ائمہ ناقدین نے جرح بھی کیا ہے، لیکن عثمان بن عمر جن کی روایت میں لفظ ’الحمار‘‘ منقول نہیں ہے، وہ صحاح ستہ کے راوی ہیں۔ اُن کو ناقدینِ حدیث نے مجروح قرار نہیں دیا ہے۔

عثمان بن عمر کی توثیق:

عثمان بن عمر کے تعلق سے ناقدینِ حدیث کی آرا ملاحظہ کریں:

❁ امام احمد بن حنبل نے فرمایا: رجلٌ صالحٌ ثقةٌ۔ عثمان بن عمر نیک ثقہ آدمی ہیں۔

❁ امام یحیٰ ابن معین نے فرمایا: ثقةٌ۔ وہ ثقہ ہیں۔

❁ امام احمد عجلی نے فرمایا: ثِقَةٌ ثَبْتٌ فِی الْحَدِیْثِ۔ عثمان بن عمر ثقہ اور حدیث میں بہت مضبوط ہیں۔

❁ امام ابو حاتم نے فرمایا: صدوقٌ۔ وہ سچے تھے۔

۞ کہا جاتا ہے کہ یحییٰ بن سعید، عثمان بن عمر کو پسند نہیں کرتے تھے، لیکن امام ذہبی نے فرمایا:

يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ كَثِيرُ التَّعَنُّتِ فِي الرِّجَالِ وَ اِلَّا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ ثِقَةٌ مَا فِيهِ مَغْمَزٌ۔ یحییٰ بن سعید راویانِ حدیث کے معاملے میں بہت شدّت پسند تھے۔ اسی وجہ سے انھوں نے عثمان بن عمر کو ناپسند کیا ورنہ عثمان بن عمر ثقہ تھے، اُن میں کوئی عیب نہیں تھا۔

عبدالوہاب بن عطا کی روایتِ مذکورہ 'شاذ' ہے:

ناقدینِ حدیث کی تصریحات سے معلوم ہوا کہ عبدالوہاب بن عطا روایتِ حدیث کے معاملے میں عثمان بن عمر سے کم درجہ کے ثقہ تھے اور کم درجے کا ثقہ راوی اگر اونچے درجے کے ثقہ راوی کے خلاف روایت کرے تو محدثین کم درجے کے ثقہ راوی کی روایت کو 'شاذ' کہتے ہیں اور شاذ ضعیف ہے۔

ثابت ہوا کہ عبدالوہاب بن عطا کی روایت میں حضرت امیر معاویہ کے لیے جو لفظ 'الحمار' منقول ہوا ہے وہ شاذ ہے اور شاذ قابلِ حجت نہیں۔ امام ابن کثیر لکھتے ہیں:

فَيُتَوَقَّفُ فِيمَا شَذَّ بِهِ الثِّقَةُ وَ لَا يُحْتَجُّ بِهِ۔ ثقہ راوی کی شاذ روایت میں توقف ہوگا اُس سے حجّت قائم نہیں کی جائے گی۔

دوسری روایات سے بھی اِس بات کی تائید ہوتی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ایک رکعت وتر پڑھنے پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو 'الحمار' یا اِس طرح کے کسی ناپسندیدہ کلمہ سے یاد نہیں کیا ہے۔ چناں چہ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ایک غلام (وہ کریب تھے جیسا کہ دوسری روایات میں ہے) نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایک رکعت وتر پڑھتے ہوئے دیکھا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے سامنے اُس پر معترض ہوئے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو نہ کسی بُرے لفظ سے یاد کیا اور نہ اپنے غلام کو اِس پر معترض ہونے کی اجازت دی، بلکہ تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا:

دَعْهُ فَاِنَّهُ قَدْ صَحِبَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ۔

ترجمہ:

معاویہ پر چوں وچرا کرنے سے باز رہو اور اُن کے عمل کو ناپسند نہ کرو کیوں کہ وہ صحابی رسول ہیں۔

امام ابن حجر عسقلانی نے دَعْهُ کا معنی یہ بیان فرمایا:

اَیْ اُتْرُکِ الْقَوْلَ فِيْهِ وَالْاِنْكَارَ عَلَيْهِ فَاِنَّهُ قَدْ صَحِبَ اَیْ فَلَمْ يَفْعَلْ شَيْئًا اِلَّا بِمُسْتَنَدٍ۔

ترجمہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے غلام سے فرمایا: معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے بارے میں چوں وچرا نہ کرو اور اُن کو ناپسند نہ کرو کیوں کہ وہ صحابی ہیں۔ انھوں نے جو فعل بھی کیا ہے اُس کی کوئی دلیل ضرور اُن کے پاس ہے۔

جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اپنے غلام سے خود یہ فرماتے ہیں کہ معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو بُرا نہ کہو۔ انھوں نے ایک رکعت وتر پڑھی تو وہ صحابی رسول ہیں۔ فقیہ ہیں۔ اُن کے پاس کوئی دلیل ضرور ہے۔ تو ایسا کیسے ہوسکتا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ایک رکعت وتر کے مسئلے میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو 'الحمار' (گدھا) کہا ہو؟

یقیناً شرح معانی الآثار کی روایت جسے رافضی معترض نے پیش کیا ہے شاذ و نامقبول ہے۔ اس کی تائید بخاری کی روایت سے بھی ہوتی ہے۔

صحیح بخاری حدیث 3765 میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا:

هَلْ لَکَ فِیْ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ مُعَاوِيَةَ؟ فَاِنَّهُ مَا اَوْتَرَ اِلَّا بِوَاحِدَةٍ قَالَ: اَصَابَ، اِنَّهُ فَقِيْهٌ۔

ترجمہ:

امیر المومنین معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے، انھوں نے ایک ہی رکعت وتر پڑھی؟ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: انھوں نے درست کیا (طریق

استنباط اختیار کیا) کیوں کہ وہ فقیہ ہیں۔

ایک معمولی علم رکھنے والا انصاف پسند شخص بھی یہ کہے گا کہ صحیح بخاری کی روایت کے مطابق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ایک رکعت وتر پڑھنے پر حضرت امیر معاویہ کو بُرا نہیں کہا، بلکہ اپنے غلام کو اِس پر معترض ہونے سے باز رکھا۔ اتنا ہی نہیں بلکہ یہ بھی فرمایا کہ امیر معاویہ صحابیٔ رسول ہیں، فقیہ ہیں اور فقیہ صحابی کا قرآن و حدیث سے استنباط کر کے کوئی رائے قائم کرنا مذموم نہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اسی لحاظ سے فرمایا ''اَصَابَ'' حکم شرعی کے استنباط میں معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے درست طریقہ اختیار کیا کہ حدیثِ رسول کو اپنا مستدل بنایا۔ پھر یہ کیوں کر ہوسکتا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ایک رکعت وتر پڑھنے کی بنا پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ''الحمار'' یعنی گدھا کہا ہو۔ یہ بات صحیح روایات کے خلاف اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی شان سے نہایت دور ہے۔ لہٰذا شرح معانی الآثار کی روایت جس کو رافضی معترض نے ذکر کر کے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن و تشنیع کرنے کی راہ ہموار کرنے کی ناپاک جسارت کی ہے وہ بالکل ناقابل قبول ہے۔

شرح معانی الآثار کی روایتِ مذکورہ کو بالفرض صحیح مان لیا جائے، حالاں کہ وہ ضعیف و نا مقبول ہے، تو بھی رافضی معترض کو اس سے کوئی فائدہ حاصل ہونے والا نہیں۔ کیوں کہ کوئی صحابیٔ رسول اگر کسی وجہ سے دوسرے صحابی کے لیے کوئی ناپسندیدہ کلمہ استعمال کرے تو غیر صحابی کو ہرگز اجازت نہیں کہ وہ بھی صحابیٔ رسول کے لیے وہی ناپسندیدہ کلمہ استعمال کرے یا اس کی بنا پر اُس صحابی کی فضیلت کو کم کرے یا اس پر زبان درازی کرے۔

شرح معانی الآثار کی روایتِ مذکورہ کو بنیاد بنا کر اگر کوئی رافضی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تنقیصِ شان کی اجازت دیتا ہے تو اُس سے ہمارا یہ کہنا ہے کہ پھر تو یہ بات حضرت امیر معاویہ تک محدود نہ رہے گی بلکہ بعض دوسرے صحابہ تک بھی پہنچے گی۔ مثلاً صحیح بخاری حدیث 4141 میں ہے کہ مسئلہ اِفک (ام المومنین حضرت عائشہ پر تہمت کا مسئلہ) میں جب بعض

صحابۂ کرام کے مابین کچھ مباحثہ ہوا تو اُس موقع پر صحابیِ رسول حضرت اُسید بن حُضیر رضی اللہ عنہ نے جلال میں آ کر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو کہا ''فَاِنَّکَ مُنَافِقٌ تُجَادِلُ عَنِ الْمُنَافِقِیْنَ ''تم منافق ہو اور منافقوں کی طرف سے (ام المومنین کے خلاف) لڑتے ہو۔ حضرت اُسید بن حُضیر اور حضرت سعد بن عبادہ دونوں صحابیِ رسول ہیں۔ حضرت اُسید بن حُضیر نے حضرت سعد بن عبادہ کے لیے ''منافق'' کا لفظ استعمال کیا تو کیا کوئی رافضی یہ کہے گا کہ حضرت اُسید بن حُضیر رضی اللہ عنہ کی نظر میں حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ منافق تھے اور کیا اِس روایت کی بنا پر کسی بھی غیر صحابی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ حضرت سعد بن عبادہ کی شان کو گھٹائے، ان کی شان میں بے ادبی کرے اور اُن کے بارے میں زبان درازی کرے؟ اگر نہیں تو اگر مان لیا جائے کہ ایک رکعت وتر پڑھنے کی بنا پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اَلْحِمَارُ (گدھا) کہا، تو یہ طرزِ عمل ایک صحابی کا دوسرے صحابی کے تعلق سے تھا۔ کسی غیر صحابی کو یہ اجازت کیوں کر ہوگی کہ وہ اِس روایت کی بنا پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بُرا سمجھے اور اُن کی شان گھٹانے کی کوشش کرے؟۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل بیان کرنے والے اسلافِ امت

اہل سنت و جماعت کا یہ متفقہ عقیدہ ہے کہ صحابہ صغائر اور کبائر سے معصوم نہیں تھے۔ بعض صحابۂ کرام سے گناہِ کبیرہ بھی صادر ہوا ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی معصوم نہیں تھے۔ لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے تمام صحابۂ کرام مغفور ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تمام صحابہ سے جنت کا وعدہ فرمایا ہے اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو برا کہنے سے منع فرمایا ہے لہٰذا کسی صحابی کو گناہ گار، فاسق و فاجر کہہ کر امّت مسلمہ کے دلوں سے صحابہ کے احترام و عزت کو گھٹانا سخت گمراہی ہے۔

ہر صحابی کا ذکر خیر اور بھلائی کے ساتھ کرنا لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو سختی کے ساتھ اِس بات سے منع فرمایا ہے کہ آپ کے صحابہ کو کوئی شخص بُرا کہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی صحابیِ رسول، کاتب وحی اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ دار تھے۔ ام المومنین حضرت امّ حبیبہ کے بھائی تھے۔

بحیثیت صحابی حضرت امیر معاویہ کے فضائل اور عمدہ کارناموں کو بیان کرنا نہ خارجیت ہے نہ ناصبیت۔ ہاں حضرت مولیٰ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل بیان کرنا اور اہل بیت کی محبت پر حضرت امیر معاویہ کی محبت کو ترجیح دینا ضرور ناصبیت ہے۔

بغیر کسی تقابل کے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل کو بیان کرنے پر انکار و ناپسندیدگی کا اظہار کرنا اور فضائلِ امیر معاویہ بیان کرنے والے کو ناصبی و خارجی کہنا ظلم و زیادتی اور رافضیت کی علامت ہے۔

حبِّ اہل بیت کے نام پر صحابیِ رسول حضرت امیر معاویہ کو بُرا کہنے والے، انھیں ظالم، فاسق، قاتل اور دشمنِ اہل بیت کہہ کر امّت مسلمہ کے دلوں سے احترامِ صحابہ کو نکالنے کی راہ

ہموار کرنے والے لوگ رافضیت کے دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں اگرچہ وہ خود کو اہل سنت و جماعت کہتے ہیں۔

ڈاکٹر طاہر القادری پاکستانی جو فی الحال کنیڈا میں مقیم ہیں جن کی ایک تنظیم منہاج القرآن کے نام سے قائم ہے اور اس کی شاخیں ہند و بیرون ہند میں پھیلی ہوئی ہیں، انھوں نے اپنے ایک بیان میں یہ کہا ہے کہ حضرت امیر معاویہ کے فضائل چودہ سو سال سے آج تک علمائے اسلاف میں سے کسی نے بیان نہیں کیے ہیں چودہ سو سال سے علمائے اہل سنت کا یہ عقیدہ چلا آرہا ہے کہ امیر معاویہ پر لعن نہ کیا جائے بس۔ گالی گلوج اور زبان درازی سے زبان کو روکا جائے۔ چودہ سو سال سے آج تک کسی بھی عقیدے کی کتاب میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل کا باب قائم نہیں کیا گیا ہے۔ آج حضرت امیر معاویہ کے فضائل کو بیان کیا جارہا ہے تو یہ خارجیت ہے جو اہل سنت میں داخل ہوگئی ہے۔ (یوٹیوب پہ ویڈیو رکاڈ موجود ہے)

ڈاکٹر طاہر القادری کے معتقدین اور منہاج القرآن کے ذمہ دار علما بھی اِس نظریئے میں ڈاکٹر موصوف کے حامی نظر آتے ہیں۔

ڈاکٹر طاہر القادری اور اُن کے معتقدین اور شیعہ و روافض کی طرف سے یہ اعتراض بھی کیا جاتا ہے کہ علما و محدثین مثلاً ابن کثیر وغیرہ نے امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے فضائل سے متعلق روایات نقل کی ہیں تو انھوں نے امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) سے متعلق قابل مذمت باتیں بھی نقل کی ہیں۔ پھر فضائل والی روایات ہی کیوں بیان کی جاتی ہیں؟

اِس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ہم نے اہل سنت و جماعت کا عقیدہ پہلے ہی بیان کردیا کہ صحابۂ کرام معصوم نہیں۔ اُن سے خطائیں بھی ہوئی ہیں۔ کبائر کا صدور بھی ہوا ہے۔ باوجود اِس کے قرآنی نصوص و احادیثِ طیبہ کے مطابق تمام صحابہ مغفور و جنتی ہیں۔ صحابہ کا ذکر خیر کے ساتھ کرنا ضروری ہے۔ کسی صحابی کو بُرائی کے ساتھ یاد کرنا اہل سنت کا طریقہ نہیں۔ صحابہ کے ادب و احترام اور اُن سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ اُن کے فضائل کا ذکر ہو نہ کہ اُن کی کمیوں کا بیان ہو۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی صحابیِ رسول ہیں لہٰذا ہم پر لازم ہے کہ اُن کا ذکر بھی خیر اور بھلائی کے ساتھ ہو۔ انھیں بُرائی کے ساتھ یاد نہ کیا جائے۔

پھر سوال یہ ہے کہ علما نے اپنی کتابوں میں اُن روایات کو نقل کیوں کیا ہے جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خطاؤں سے متعلق ہیں؟ اِس کا جواب یہ ہے کہ نقلِ روایات کے معاملے میں ایک مورّخ اور راوی کی دیانت داری کا تقاضا یہ ہے کہ اُسے جو روایات دستیاب ہوں بغیر کسی کمی وبیشی کے تاریخ کے صفحات میں منتقل کرے۔ اِس ذمہ داری کو بعض مورّخین نے دیانت داری کے ساتھ ادا کیا ہے اور بعض نے تاریخ نگاری کی جگہ تاریخ سازی کا کام انجام دے کر اپنے فریضے کی ادائیگی میں بد دیانتی بھی کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تاریخ کا ذخیرہ رطب ویابس، حقیقت وافسانہ اور سچ اور جھوٹ کا مجموعہ ہے، جب کہ محدثین وناقدینِ حدیث نے ذخیرہ احادیث سے ضعیف کو قوی سے اور جھوٹ کو سچ سے الگ کر دیا ہے۔ لہٰذا اسلامی عقائد ونظریات کا معتبر ومعتمد ماخذ قرآن وحدیث کی نصوص ہیں نہ کہ تاریخی واقعات وروایات۔

قرآن حکیم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام صحابہ سے جنت اور مغفرت کا وعدہ فرمایا ہے۔ احادیثِ صحیحہ مشہورہ سے ثابت ہے کہ کسی صحابی کو بُرا کہنا حرام ہے، تو اب تاریخ اِس کے خلاف کچھ بھی کہے ہم تاریخی روایات کو بنیاد بنا کر کسی صحابی کو بُرا نہیں کہیں گے۔ ہم صحابہ کے فضائل بیان کریں گے۔ اُن کی خوبیوں کا ذکر کریں گے۔ اُن کا نام ادب سے لیں گے۔ کیوں کہ قرآن وحدیث کے مطابق اسلاف نے ہمیں اسی کی تعلیم دی ہے۔

غور کرنے کا مقام ہے کہ جہاں تک نقلِ روایات کا معاملہ ہے تو علمائے اہل سنت نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے نزاعی امور سے متعلق روایات کو نقل تو کیا ہے لیکن اپنے نظریہ کو واضح کرتے ہوئے یہ بھی لکھا ہے کہ صحابۂ کرام کے آپسی نزاعی معاملات اور ان کے درمیان ہونے والی جنگوں کو موضوعِ بحث نہ بنایا جائے۔

علما، محدثین اور اسلاف امت نے کہیں پہ اہل سنت و جماعت کا یہ عقیدہ بیان نہیں کیا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت کو بیان کرنے سے زبان کو روکنا چاہئے۔ اسلاف کی کتابوں میں یہ عقیدہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت امیر معاویہ کو لعن طعن کرنے اور بُرا کہنے سے زبان کو روکنا چاہیے۔ لعن سے کفِّ لسان لازم ہے، یہ عقیدہ ہے اہل سنت کا۔ لیکن حیرت ہے اُس شخصیت پر جو اپنے معتقدین کے درمیان شیخ الاسلام سے معروف ہے جس کی کثرتِ تصانیف کو اُس کی حقانیت کا معیار بنایا جاتا ہے، جس کی تقاریر کا حوالہ دے کر کہا جاتا ہے کہ ''وہ اہلِ سنت و جماعت کے سب سے بڑے مبلغ ہیں'' اور خود آنجناب یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اگر وہ سنّی نہیں تو روئے زمین میں کوئی سنّی نہیں۔ ایسے شیخ الاسلام کا یہ کہنا ہے کہ ''چودہ سو سال سے ائمہ، علما اور اسلاف کا صرف یہ عقیدہ رہا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر لعن کرنے اور انھیں گالی گلوج کرنے سے زبان کو روکا جائے۔ اُن کے فضائل بیان نہ کیے جائیں، کیوں کہ عقیدے کی کسی کتاب میں فضائل معاویہ پر کوئی باب قائم نہیں کیا گیا ہے''۔ پھر فرماتے ہیں: چودہ سو سال کے بعد اب کچھ لوگ فضائل امیر معاویہ بیان کرنے لگے ہیں، یہ خارجیت ہے جو اہل سنت میں داخل ہوگئی ہے۔

اگر خارجی بنانے کی اِسی دلیل نے ڈاکٹر موصوف کو شیخ الاسلام بنایا ہے تو ہر عالم دین کو یہی دعا کرنی چاہئے کہ اللہ انھیں ایسا شیخ الاسلام نہ بنائے۔

راقم کا یہ چیلنج ہے کہ ڈاکٹر موصوف اپنے جملہ کارکنان علمائے منہاج القرآن کو ساتھ لے کر اپنے اِس دعوے کو ثابت نہیں کر سکتے کہ اہل سنت و جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل کو بیان کرنے سے زبان کو روکنا لازم ہے اور فضائلِ حضرت امیر معاویہ کو بیان کرنا خارجیت ہے۔ صبح قیامت تک ڈاکٹر موصوف اپنے حواریوں کے ساتھ اپنے دعوے کو ثابت نہیں کر سکتے۔

اگر فضائلِ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بیان کرنا خارجیت ہے تو ڈاکٹر موصوف اور اُن

کے معتقدین جواب دیں کہ کیا درج ذیل علما، محدثین واسلافِ امت خارجی تھے؟

❁ امام محمد بن عیسیٰ، ابوعیسیٰ ترمذی متوفی 279ھ نے اپنی کتاب **''سنن الترمذی''** میں باب مناقب معاویۃ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ قائم کر کے اس میں جو حدیث نقل کی ہے اُس کو حدیثِ حسن کہا ہے۔

❁ امام احمد بن حنبل نے اپنی کتاب فضائل الصحابہ میں فضائل معاویۃ بن ابی سفیان کا باب قائم کیا ہے۔ ان کے علاوہ امام ابن قدامہ حنبلی، امام علی بن حسن قزوینی، امام ابوبکر آجری، امام صوفی ابوالفتح القواس البغدادی وغیرہم کثیر ائمہ ومحدثین وعلمائے اہل سنت نے اپنی کتابوں میں فضائل امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر ابواب قائم کیے ہیں اور بہت سے ائمہ نے مستقل کتابیں بھی تصنیف کی ہیں۔ لیکن ڈاکٹر طاہر القادری صاحب کا یہ کہنا ہے کہ چودہ سو سال سے اہل سنت وجماعت کے ائمہ، علما ومحدثین نے کتابوں میں فضائل امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر باب قائم نہیں کیا ہے۔

ڈاکٹر موصوف کا یہ کہنا ہے کہ فضائل معاویہ رضی اللہ عنہ کو بیان کرنا اُن کی عظمتِ شان کا اظہار کرنا اہل سنت وجماعت کے عقیدے کے خلاف ہے۔ ان کا یہ کہنا ہے کہ آج اگر کوئی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل اور آپ کی عظمتِ شان کا اظہار کرتا ہے تو یہ اس کے خارجی ہونے کی دلیل ہے۔

اب ڈاکٹر موصوف اور اُن کے معتقدین سے ایک سادہ سوال ہے کہ کیا جن علما، ائمہ اور محدثین نے فضائل امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر کتابیں لکھی ہیں یا اُن کے فضائل کے ابواب اپنی کتابوں میں قائم کیے ہیں وہ سب خارجی ہیں۔؟

اعتراض: ﴿21﴾

امام بخاری نے فضیلتِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر باب قائم نہیں کیا ہے؟

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور ذکر خیر سے جلنے والے بعض رافضی صفت مولویوں کا یہ اعتراض ہے کہ امام بخاری نے کوئی باب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت کو بیان کرنے کے لیے قائم نہیں کیا ہے۔ **بَابُ ذِكْرِ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ** میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا ذکر نہیں ہے۔ وہ اپنے دعوے کے ثبوت پر یہ دلیل دیتے ہیں کہ اگر امام بخاری کا مقصود حضرت امیر معاویہ کی فضیلت کا بیان ہوتا تو عنوان یہ ہونا چاہیے تھا: باب ''**مناقب معاویۃ**'' یا ''**فضائل معاویۃ**'' لیکن انھوں نے ایسا عنوان قائم نہ کر کے عنوان یہ قائم کیا ''**بَابُ ذِكْرِ مُعَاوِيَةَ**'' اس سے ثابت ہوا کہ امام بخاری نے حضرت امیر معاویہ کی فضیلت کو بیان کرنے کے لیے باب قائم نہیں کیا ہے۔

جواب:

اِس اعتراض کا الزامی جواب یہ ہے کہ اگر امام بخاری کے ''**بَابُ ذِكْرِ معاويةَ**'' عنوان قائم کرنے سے یہ کہنا درست ہو کہ امام بخاری نے یہ باب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت کو بیان کرنے کے لیے قائم نہیں کیا ہے تو یہ کہنا بھی درست ہونا چاہئے کہ امام بخاری نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی فضیلت کو بیان کرنے کے لیے صحیح بخاری میں باب قائم نہیں کیا ہے، کیوں کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے متعلق جو باب قائم کیا ہے اس کا عنوان بھی ہے: ''**باب ذكرِ العباس بن عبدالمطلب رضی اللّٰہ عنه**''۔ یہاں بھی عنوان میں لفظ فضائل یا مناقب نہیں لایا گیا ہے۔

صحیح بات یہ ہے کہ امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی 256ھ نے صحیح بخاری میں حضرت امیر معاویہ کے ذکر خیر کے لیے باب قائم کیا ہے۔ **بَابُ ذِكْرِ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ**

اللّٰہُ عَنۡہُ کے تحت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ذکر کیا ہے کہ جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا: هَلْ لَكَ فِيْ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ مُعَاوِيَةَ فَاِنَّهُ مَا اَوْتَرَ اِلَّا وَاحِدَةً؟

آپ کا کیا ارشاد ہے امیر المومنین معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے بارے میں کہ انھوں نے صرف ایک رکعت وتر پڑھی؟ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اَصَابَ اِنَّهُ فَقِيْهٌ۔ انھوں نے اپنے طور پر درست کیا کیوں کہ وہ فقیہ ہیں۔

بات دراصل یہ ہے کہ امام بخاری نے ''کتابُ المناقب'' کے تحت متعدد ابواب قائم کیے ہیں۔ بعض عنوان میں 'فَضل'، بعض میں 'مَنَاقِب' اور بعض میں 'ذِکر' کے الفاظ ذکر کیے ہیں۔ حضرت امیر معاویہ کی فضیلت کے لیے بھی عنوان لفظ 'ذِکر' کے ساتھ لائے ہیں۔ باب میں لفظِ منقبت یا فضیلت نہ ذکر کرنے سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ فضیلت کے لیے باب قائم نہیں کیا ہے۔

معترضین، بعض شارحین بخاری کا بھی حوالہ دیتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ شارحین بخاری نے یہ لکھا ہے کہ امام بخاری نے بَابُ ذِكْرِ مُعَاوِيَةَ قائم کر کے جو حدیث نقل کی ہے اُس سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت ثابت نہیں ہوتی۔ معترضین نے شارحین کے اقوال کو یا تو ٹھیک سے سمجھا نہیں یا سمجھ کر مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے۔ میں شارح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانی کا قول پیش کروں گا جس سے معترضین کے اعتراض کا جواب بھی واضح ہو جائے گا۔

حدیثِ باب کی شرح میں امام عسقلانی نے یہ تحریر فرمایا ہے کہ ''حدیثِ باب سے حضرت امیر معاویہ کی فضیلت ثابت نہیں ہوتی''۔ اِس قول کا مطلب یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک رکعت وتر پڑھی تو اُن کا یہ عمل تین رکعت وتر پڑھنے والے صحابہ پر اُن کی فضیلت کو ثابت نہیں کرتا۔ کیوں کہ یہ عمل جمہور صحابہ کے عمل کے خلاف ہے۔ لیکن اُن کے اِس عمل پر انھیں طعن و تشنیع کرنا اور کسی غیر صحابی کا اُس پر معترض ہونا درست نہیں ہے۔ اُس کی وجہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ بیان فرمائی کہ امیر معاویہ فقیہ صحابی ہیں۔ اُن کے

پاس اپنے عمل پر حضور ﷺ کی حدیث ضرور ہے جس سے انھوں نے استدلال کیا ہے۔ اگر چہ ان کا استدلال خطا ہے لیکن مجتہد فقیہ کو اجتہادی خطا پر ایک ثواب ملے گا۔

رہی بات حضرت امیر معاویہ کی فضیلت کی تو امام ابن حجر عسقلانی نے یہ فرمایا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا کہ ''معاویہ (رضی اللہ عنہ) فقیہ صحابی ہیں'' یہ اُن کی فضیلت کی شہادت ہے۔

امام ابن حجر عسقلانی کے الفاظ یہ ہیں:

عَبَّرَ الْبُخَارِيُّ فِيْ هٰذِهِ التَّرْجَمَةِ بِقَوْلِهٖ 'ذِكْرُ' وَ لَمْ يَقُلْ 'فَضِيْلَةٌ' وَ لَا 'مَنْقَبَةٌ' لِكَوْنِ الْفَضِيْلَةِ لَا تُؤْخَذُ مِنْ حَدِيْثِ الْبَابِ اِلَّااَنَّ ظَاهِرَ شَهَادَةِ بْنِ عَبَّاسٍ لَهٗ بِالْفِقْهِ وَالصُّحْبَةِ دَالَّةٌ عَلَى الْفَضْلِ الْكَثِيْرِ۔

ترجمہ:

امام بخاری یہاں پر عنوان میں لفظ ''ذکرُ'' لائے ہیں لفظِ فضیلۃ یا منقبۃ نہیں لائے، کیوں کہ حدیثِ باب (ایک رکعت وتر پڑھنے کی حدیث) سے فضیلت ماخوذ نہیں ہوتی، لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فقیہ اور صحابی ہونے کی شہادت دینا اُن کی کثیر فضیلتوں کی دلیل ہے۔

امام ابن حجر عسقلانی نے یہ بھی فرمایا ہے کہ امام بخاری کے استاذ امام اسحاق بن راھویہ نے یہ کہا ہے کہ فضائلِ امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہے۔ امام بخاری نے اپنے شیخ کے قول کا لحاظ کرتے ہوئے عنوانِ باب میں لفظ فضیلۃ یا منقبۃ کو ذکر نہیں کیا ہے لیکن اپنی دقّتِ نظر سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی صحیح حدیث سے حضرت امیر معاویہ کی فضیلت ثابت کر کے روافض کے سروں کو نیچا کر دیا ہے۔

امام عسقلانی کے الفاظ یہ ہیں:

عَنْ اِسْحَاقَ بْنِ رَاهُوْيَه اَنَّهٗ قَالَ: لَمْ يَصِحَّ فِيْ فَضَائِلِ مُعَاوِيَةَ شَيْءٌ فَهٰذِهٖ

النُّكْتَةُ فِيْ عُدُوْلِ الْبُخَارِيِّ عَنِ التَّصْرِيْحِ بِلَفْظِ مَنْقَبَة اِعْتِمَادًا عَلٰى قَوْلِ شَيْخِهٖ لٰكِنْ بِدَقِيْقِ نَظْرِهٖ اِسْتَنْبَطَ مَا يَدْفَعُ بِهٖ رُؤُوْسَ الرَّوَافِضِ۔

ترجمہ:

امام اسحاق بن راہویہ نے یہ فرمایا: فضائل معاویہ (رضی اللہ عنہ) میں کوئی روایت صحیح نہیں (صحیح لغیرہ اور حسن سے انکار نہیں ۱۲ام) یہی نکتہ ہے کہ امام بخاری نے اپنے استاذ کے قول کا لحاظ کرتے ہوئے صراحت کے ساتھ لفظ "منقبۃ" کو ذکر نہیں کیا ہے۔لیکن دقّتِ نظر سے کام لیتے ہوئے حدیثِ باب سے بخاری نے ایسی بات (فضیلتِ معاویہ رضی اللہ عنہ) کو ثابت کیا ہے کہ اُس سے روافض کے سرداروں کا رد ہو جاتا ہے۔

اب روافض کے لیے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تنقیصِ شان میں یہ کہنے کی گنجائش نہ رہی کہ امام بخاری کے نزدیک حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی کوئی فضیلت صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔

علمائے اہل سنت اور محدثین پر رافضیوں کی تہمت

شیعہ رافضیوں سے جب یہ کہا جاتا ہے کہ کثیر ائمہ، محدثین و علمائے اہل سنت نے فضائل حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر کتابیں لکھی ہیں، اپنی کتابوں میں اُن کے فضائل پر ابواب قائم کیے ہیں مثلاً امام بخاری، امام ترمذی، امام احمد بن حنبل، امام آجری، امام ابن قدامہ وغیرہم، تو رافضی شیعہ اُن ائمہ، محدثین وفقہا پر یہ تہمت لگاتے ہیں کہ اُن مصنفین کے دور میں اموی حکومت تھی لہٰذا انھوں نے خوف کی وجہ سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل سے متعلق احادیث اور روایات اپنی کتابوں میں نقل کر دی ہیں۔ اُن میں کوئی روایت صحیح نہیں ہے سب موضوع ہیں۔

رافضی شیعہ تو صحابۂ کرام پر بھی تہمتیں لگاتے ہیں، اگر محدثین اور ائمہ اہل سنت و جماعت پر جھوٹی تہمت لگائیں تو تعجب کیا ہے؟ اگر روافض کے اِس باطل خیال کو تسلیم کر لیا جائے تو پورا ذخیرۂ احادیث مشکوک ٹھہرے گا، اور محدثین کرام سے اعتماد اٹھ جائے گا۔ پھر تو دین دشمنانِ اسلام کے ہاتھوں کا کھلونا ہو جائے گا۔

ہاں! اِس تاریخی حقیقت کو جھٹلایا نہیں جا سکتا کہ ہر دور میں مذہبی شدّت پسندوں کے دو گروہ رہے ہیں اور ہر ایک گروہ نے اپنے مخالف پر حسبِ اقتدار ظلم و تشدد کیا ہے۔

امام نسائی متوفی 303ھ کو شدّت پسند خارجی ذہنیت کے لوگوں نے اِس لیے سخت زد و کوب کیا تھا کہ انھوں نے فضائل امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے تعلق سے کوئی حدیث نقل نہیں کی۔ یہ سراسر ظلم تھا۔ کیوں کہ کسی بھی محدث کو کسی ایسی حدیث کو کتاب میں درج کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا جس کی روایت اُس محدّث کی مطلوبہ شرائط و قیود کے مطابق نہ ہو۔ بے شمار محدثین نے فضائل امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر احادیث نقل نہیں کی ہیں تو کیا انھیں اس پر مجبور کرنے کی شریعت اجازت دیتی ہے کہ وہ فضائل معاویہ پر احادیث نقل کریں؟ اور کیا فقط

اتنی سی بات سے اُن پر شیعیت یا رافضیت کا الزام رکھنا درست ہے؟ ہرگز ایسا نہیں۔ لیکن بُرا ہو تعصب وتشدّد کا امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کو اِس ظلم وتشدد کا شکار ہونا پڑا۔

دوسری طرف شیعہ رافضیوں کے ظلم کی داستان بھی کچھ کم نہیں ہے۔

362ھ میں جب فاطمی عبیدی (اسماعیلی شیعہ) حکمراں معزالدولہ نے قاہرہ میں اقتدار حاصل کیا تو اُس نے اہل سنت وجماعت کے سرکردہ افراد سے اُن کے سارے منصب چھین لیے۔ کسی سنّی کو اہم عہدے پر مامور کرنا حرام قرار دیا گیا۔ اہل سنت کی مسجدوں میں نماز ادا کرنے پر پابندی عائد کر دی گئی۔ قاہرہ میں صحابیٔ رسول حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے نام سے جو مسجد تھی اُس میں اہل سنت کے داخلہ کو ممنوع کر دیا گیا۔ مصر قاہرہ طبرستان وغیرہ بلاد میں اسماعیلی رافضی شیعہ، جن کو عبیدی اور فاطمی بھی کہا جاتا ہے، اُن کے مظالم کے شکار اہل سنت کے کثیر علماء ومحدثین ہوئے۔ تو کیا کسی ناصبی ذہنیت والے کو یہ کہنے کی اجازت ملے گی کہ اُس دور میں جتنے محدثین اور علماء نے فضائلِ مولیٰ علی اور فضائلِ اہل بیتِ اطہار پر کتابیں لکھیں ہیں، روایات نقل کی ہیں وہ سب موضوع ہیں؟ ایسا ہرگز نہیں۔

انصاف کی بات یہ ہے کہ فضائلِ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر بھی روایات گڑھی گئی ہیں اور فضائلِ مولیٰ علی وفضائلِ اہل بیت پر بھی احادیث گڑھی گئی ہیں۔ لیکن الحمدللہ امت مسلمہ پر محدثین کا احسان عظیم ہے کہ انھوں نے ہر باب کی من گڑھت وموضوع احادیث کو صحیح و مقبول احادیث سے چھانٹ کر الگ کر کے امت مسلمہ کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ فضائلِ معاویہ رضی اللہ عنہ پر کون سی حدیث گڑھی ہوئی ہے، اُس کو محدثین نے بیان کر دیا ہے۔ فضائلِ مولیٰ علی اور فضائل اہل بیت میں کون سی حدیث گڑھی ہوئی ہے، اس کو بھی محدثین وناقدین حدیث سے واضح فرما دیا ہے۔ اب کسی بھی فرد کو یا کسی بھی ناصبی کو اپنی رائے سے یہ کہنے کی گنجائش نہیں ہے کہ فضائلِ اہل بیت میں فلاں حدیث موضوع ومن گڑھت ہے۔ اسی طرح کسی بھی فرد کو یا کسی بھی رافضی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ فضائلِ معاویہ رضی اللہ عنہ سے متعلق

تمام احایث وآثار کو موضوع کہے۔

حدیث گڑھنے کا حال تو یہ ہے کہ حافظ الحدیث، ناقدِ حدیث امام ابویعلیٰ الخلیلی متوفی 446ھ نے بعض حفاظ حدیث کے حوالے سے یہ لکھا ہے کہ اہلِ کوفہ نے حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کے فضائل سے متعلق تین ہزار سے زائد احادیث گڑھی ہیں۔

(الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث:۱/۴۱۹)

اِس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ فضائلِ مولیٰ علی رضی اللہ عنہ اور فضائل اہل بیت سے متعلق ساری احادیث کو موضوع اور من گڑھت کہا جائے کیوں کہ بہت سی صحیح اور حسن احادیث بھی موجود ہیں۔

اگر کوئی یہ کہے کہ امام بخاری کے استاذ امام اسحاق بن راھویہ نے تو یہ فرمایا ہے کہ فضائلِ معاویہ رضی اللہ عنہ میں کوئی روایت صحیح نہیں ہے اِس کا کیا جواب ہوگا؟ اِس کا جواب یہ ہے کہ امام اسحاق نے یہ فرمایا ہے کہ کوئی روایت صحیح نہیں ہے، اِس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ کسی محدّث کے نزدیک کوئی روایت صحیح نہیں۔ خود امام بخاری نے صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی جو روایت ذکر کی ہے اُس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ کو فقیہ مجتہد کہا ہے اور یہ فضیلت کی بات ہے۔ علاوہ ازیں امام اسحاق بن راہویہ نے روایتِ حسن کا انکار نہیں کیا ہے۔ امام ترمذی نے فضیلتِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے متعلق ایک روایت کو نقل کر کے اُسے حسن لکھا ہے۔

محدثین کے نزدیک صحیح کا اپنا الگ مفہوم ہے۔ اُس کو موضوع یا ضعیف کا مقابل سمجھ کر 'صحیح نہیں ہے' کو 'ضعیف ہے یا موضوع ہے' سمجھنا بہت بڑی جہالت ہے، جس کا مظاہرہ آج بہت سے شیعہ و رافضی کر رہے ہیں اور اُن پر اعتماد کر کے بعض سادہ لوح سنی افراد بھی انھیں کی بولی بول رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو فہم سلیم عطا فرمائے۔

اعتراض:《22》

رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بددعا دی تھی؟

صحیح مسلم میں حدیث 2604 حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انھوں نے فرمایا: میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ آ گئے تو میں دروازہ کے پیچھے چھپ گیا۔ حضور ﷺ نے میرے کندھے کو اپنے ہاتھوں سے پکڑ کر ہلاتے ہوئے فرمایا: جاؤ معاویہ کو بُلا لاؤ۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ میں گیا اور واپس آ کر کہا کہ وہ کھا رہے ہیں۔ کچھ دیر کے بعد پھر حضور ﷺ نے فرمایا: جاؤ معاویہ کو بلا لاؤ۔ میں گیا اور واپس آ کر پھر بولا: وہ کھا رہے ہیں۔ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے اُن کے لیے یہ بددعا کی: لَا اَشْبَعَ اللّٰہُ بَطْنَہٗ۔ ''اللہ اُن کا پیٹ نہ بھرے''۔ حضور کی بددعا کا یہ اثر ہوا کہ معاویہ دن میں سات بار کھاتا تھا پھر بھی پیٹ نہیں بھرتا تھا۔
(ایک حیدر آبادی رافضی کا ویڈیو)

جواب:

لسانیات کے ماہرین جانتے ہیں کہ ہر زبان کا اپنا مخصوص اُسلوب اور اندازِ بیان ہوتا ہے۔ ہر زبان میں حقیقت اور مجاز کے استعمال کے مخصوص مواقع ہوتے ہیں، اِس بات سے انکار کی گنجائش نہیں۔ ہر زبان میں کچھ کلمات اور جملے ایسے ہیں جن کے حقیقی معانی مراد نہیں ہوتے۔ مثلاً کسی چیز سے بے زاری ظاہر کرنے کے لیے کہا جاتا ہے ''چولہے بھاڑ میں جائے'' ''جہنم میں جائے''۔ اِس طرح کے جملوں کے حقیقی معانی مراد نہیں ہوتے۔

عربی زبان میں بھی کچھ ایسے مخصوص کلمات اور جملے ہیں۔ مثلاً کسی بات سے ناراضگی یا اظہار تعجب کے لیے عرب والے یہ جملے استعمال کرتے تھے۔ تَرِبَتْ یَمِیْنُکَ ۔ وَیْلَکَ ۔ ثَکِلَتْکَ اُمُّکَ ۔ اِن جملوں کے حقیقی معانی یہ ہیں: تیرا داہنا ہاتھ خاک آلود

ہو۔تو ہلاک ہو جائے۔ تیری ماں تجھ پر روئے۔عرب میں اس طرح کے جملے عموماً عام لوگ استعمال کرتے تھے لیکن کبھی کبھی رسول اللہ ﷺ کی زبان اقدس سے بھی ایسے جملے صادر ہوئے ہیں۔اُن جملوں سے مقصود اظہارِ ناراضگی یا اظہار تعجب ہے۔بددعا دینا مقصود نہیں۔

حدیثِ صحیح مسلم میں لَا اَشْبَعَ اللّٰهُ بَطْنَهٗ کا بھی حقیقی معنی مراد نہیں۔اِس کا حقیقی معنی یہ ہے: اللہ اُس کا پیٹ نہ بھرے۔اگر اِس جملے کا حقیقی معنی مراد ہوتا تو یہ کہنا درست ہوتا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بددعا دی ہے۔ اِس جملے سے محض اظہار تعجب مقصود ہے۔ جب حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کو، دو مرتبہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بلانے کے لیے بھیجا اور دونوں بار اُنھوں نے آکر یہ بتایا کہ وہ کھانا کھا رہے ہیں تو حضور ﷺ نے اظہار تعجب کے طور پر اپنے صحابی کے لیے یہ جملہ ارشاد فرمایا: لَا اَشْبَعَ اللّٰهُ بَطْنَهٗ۔تعجب ہے اِبھی تک کھانے سے فارغ نہیں ہوئے!

یہ جملہ بددعا کے لیے نہیں تھا۔جیسا کہ ایک بار حضور ﷺ نے اُم المومنین حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے بطورِ اظہارِ محبت یا ڈانٹنے کے لیے یہ جملہ فرمایا تھا: تَرِبَتْ یَمِیْنُکِ، جس کا حقیقی معنی ہے "تیرا داہنا ہاتھ خاک آلود ہو"۔اِس جملے کا مقصد بددعا کرنا نہیں۔

امام ابن حجر عسقلانی نے اِس جملے کے حقیقی اور مجازی معانی کو بیان کرتے ہوئے یہ تحریر فرمایا ہے:

قَوْلُهٗ تَرِبَتْ یَمِیْنُکِ اَیْ اِفْتَقَرَتْ وَ صَارَتْ عَلَی التُّرَابِ وَ هِیَ مِنَ الْاَلْفَاظِ الَّتِیْ تُطْلَقُ عِنْدَالزَّجْرِ وَ لَا یُرَادُ بِهَا ظَاهِرُهَا۔

ترجمہ:

حضور ﷺ کے اِس جملے کا (حقیقی) معنی یہ ہے کہ تیرا ہاتھ محتاج ہو اور مٹی سے آلودہ ہو جائے۔ یہ اُن الفاظ سے ہے جو ڈانٹنے کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔اُن کے ظاہری معانی مراد نہیں ہوتے۔ (فتح الباری: ۱/۵۳۲)

اسی طرح عرب میں وَیْلَکَ کبھی بطور تکیۂ کلام کے استعمال ہوتا تھا۔جیسا کہ لَا اُمَّ لَکَ تکیۂ کلام کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔دونوں کے حقیقی معانی ہیں: تیری ماں نہ رہے۔تیری ہلاکت ہو۔ظاہری معنیٰ کے لحاظ سے یہ بد دعا کے الفاظ ہیں لیکن کبھی اِن کے ظاہری و حقیقی معانی مراد نہیں ہوتے۔

امام قسطلانی لَا اُمَّ لَکَ کے معنی کے بارے میں لکھتے ہیں:

'لَا اُمَّ لَکَ' کَلِمَةُ ذَمٍّ تَقُوْلُهَا الْعَرَبُ عِنْدَالزَّجْرِ۔

ترجمہ:

لَا اُمَّ لَکَ عرب والے ڈانٹنے کے لیے استعمال کرتے تھے. (ارشاد الساری:۲/۱۰۳)

اِس قسم کے کلمات کے تعلق سے شارح بخاری امام بدرالدین عینی قاضی عیاض کے حوالے سے لکھتے ہیں:

هٰذَا خِطَابٌ عَلٰی عَادَةِ الْعَرَبِ فِیْ اِسْتِعْمَالِ هٰذِهِ الْاَلْفَاظِ عِنْدَالْاِنْكَارِ لِلشَّیْءِ وَالتَّانِیْسِ وَالْاِعْجَابِ وَالْاِسْتِعْظَامِ وَ لَا یُرِیْدُوْنَ مَعْنَاهَا الْاَصْلِیَّ۔

ترجمہ:

اِن الفاظ کے ذریعہ خطاب کرنے کی عادت عربوں کی ہے۔اِن الفاظ کا استعمال کسی چیز کو ناپسند کرنے،انسیت کے لیے،اظہار تعجب و اظہار عظمت کے لیے ہوتا ہے۔اِن کے حقیقی معانی مراد نہیں لیتے۔ (عمدۃ القاری:۲/۲۱۲)

حاصل کلام یہ ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا اپنے صحابی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے لَا اَشْبَعَ اللّٰهُ بَطْنَهٗ کہنا بطور تعجب یا اظہار اُنس کے لیے تھا، بد دعا کے طور پر نہیں تھا۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم تو غیروں کے لیے بھی رحمت تھے تو ایسا کیوں کر ہوسکتا تھا کہ اپنے صحابی کو بد دعا دیں۔وہ بھی ایسے صحابی جو آپ کے سسرالی رشتہ دار تھے۔کاتب وحی تھے۔اُن کے ہادی و مہدی ہونے کی دعا خود آپ نے فرمائی تھی۔اُن کے مغفور ہونے کی بشارت سنائی تھی؟

اگر چہ یہ جملہ اور اِس قسم کے اور جملے جو حضور ﷺ کی زبان اقدس سے اپنے بعض صحابۂ کرام کے لیے نکلے ہیں، اُن سے کسی صحابی کو بُرا کہنا یا انھیں بد دعا دینا مقصود نہیں تھا پھر بھی امت کے حق میں رحمت عالم ﷺ کی شانِ رحمت ملاحظہ کیجئے:

صحیح مسلم شریف میں ہے کہ ایک بار حضرت امِ سُلیم رضی اللہ عنہا دربارِ رسول میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگیں یارسول اللہ! کیا آپ نے میرے یہاں پرورش پانے والی یتیم بچی کے لیے بد دعا کی ہے؟ حضور نے فرمایا: کیا ہوا امّ سُلیم؟ انھوں نے عرض کی: حضور اُس یتیم بچی کا کہنا ہے کہ آپ نے اُس کو یہ دعا دی کہ اُسے لمبی عمر نہ ملے؟ حضور نے فرمایا: اے امّ سُلیم! کیا تمہیں معلوم ہے، میں نے اپنے رب کی بارگاہ میں کیا شرط رکھی ہے؟ میں نے اپنے رب کی بارگاہ میں یہ شرط رکھی ہے کہ میں بشر ہوں، میں بھی کسی چیز سے راضی یا ناراض ہوتا ہوں۔ اگر کسی امتی کے لیے میں نے بد دعا کا کوئی جملہ کہا ہے اور وہ اُس کا اہل نہیں ہے (یعنی وہ مومن ہے) تو اے اللہ تو اُس کو بروز قیامت اُس شخص کے حق میں پاکی اور ستھرائی کا سبب اور تیری قربت کا ذریعہ بنادے۔ (صحیح مسلم:۲۰۰۹/۴)

یہاں پر یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ جو شخص بد دعا کا مستحق نہیں، کیوں کر ممکن ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ اُس پر بد دعا کریں؟ اِس کا جواب یہ ہے کہ اگر چہ ایسا ممکن نہیں لیکن وہ جملہ جو آپ ﷺ کی زبان اقدس سے بد دعا کے طور پر نہیں نکلا ہے اس کو بھی بد دعا کے لیے لوگ استعمال کرتے ہیں تو صورتاً وہ بد دعا ہے، لہٰذا نبی رحمت ﷺ کو خیال گزرا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو اپنے عذاب کی گرفت میں لے جن کے بارے میں آپ ﷺ نے ایسے جملے ارشاد فرمائے ہیں۔ لہٰذا آپ نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ اُن جملوں کی وجہ سے کسی کو عذاب نہ دیا جائے بلکہ آپ کی زبان اقدس سے نکلے ہوئے اُن جملوں کو آپ کی امت کے لیے ذریعۂ نجات اور ثوابِ آخرت کا سبب بنا دیا جائے۔

ماحصل یہ ہے کہ اگر ''لَا اَشبَعَ اللّٰہُ بَطنَہٗ'' کو صورتاً بد دعا بھی مانا جائے تو حدیث ام

سلیم رضی اللہ عنہا کے مطابق حقیقت میں یہ بددعا نہیں ہے، بلکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے نبوی تحفہ ہے جس کا ثمرہ دنیا میں یہ ظاہر ہوا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اسلامی فتوحات کے حصول سے کبھی سیری نہیں ہوئی اور آپ کا دسترخوان اتنا وسیع ہوا کہ ہر شخص اس سے شادکام ہوتا رہا۔ آپ نے عطیات دینے اور سخاوت کرنے میں مثال قائم کر دی۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد لَا اَشبَعَ اللّٰہُ بَطنَہٗ (اللہ معاویہ کی بھوک کبھی ختم نہ کرے) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے بے بہا انعام ثابت ہوا۔

امام مسلم نے صحیح مسلم میں حضرت امّ سُلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مذکورہ بالا روایت کو ذکر کرنے کے بعد حضرت امیر معاویہ والی روایت کو ذکر فرما کر اِس بات کا عندیہ دیا ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا ارشاد لَا اَشبَعَ اللّٰہُ بَطنَہٗ یہ جملہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے بددعا نہیں بلکہ رحمت ہے۔

اِس سے زیادہ واضح اشارہ کیا ہوگا کہ امام مسلم نے اِس حدیث کا عنوان ہی یہی قائم کیا ہے کہ ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر کسی پر لعن کیا یا اُسے بُرا کہا یا اُس پر بددعا کی حالاں کہ وہ اس کا اہل نہیں (یعنی مومن ہے) تو یہ اُس کے لیے گناہوں کی مغفرت اور اجر و رحمت کا سبب ہوگا''۔

عنوان کے الفاظ یہ ہیں:

بَابُ مَنْ لَعَنَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اَوْ سَبَّہٗ اَوْ دَعَا عَلَیْہِ وَ لَیسَ ھُوَ اَھلًا لِذَالِکَ کَانَ لَہٗ زَکَاۃً وَ اَجرًا وَ رَحمَۃً۔

صحیح مسلم کی حدیثِ مذکور کی تشریح میں جو کچھ راقم نے تحریر کیا وہ اپنے دماغ کی پیداوار نہیں ہے بلکہ شارحینِ حدیث کے اقوال کا خلاصہ ہے۔

ذیل میں شارح صحیح مسلم علامہ نووی شافعی کا قول ملاحظہ کریں!

اِنّ مَا وَقَعَ مِنْ سَبِّہٖ وَ دُعَائِہٖ وَ نَحوِہٖ لَیسَ بِمَقْصُودٍ بَلْ ھُوَ مِمَّا جَرَتْ بِہٖ عَادَۃُ الْعَرَبِ فِی وَصْلِ کَلَامِھَا بِلَا نِیَّۃٍ کَقَولِہٖ تَرِبَتْ یَمِینُکَ وَ عَقرَی وَ حَلْقَی وَ

فِي هٰذَا الْحَدِيْثِ لَا كَبُرَتْ سِنُّكِ وَ فِي حَدِيْثِ مُعَاوِيَةَ لَا اَشْبَعَ اللّٰهُ بَطْنَهُ وَ نَحْوُ ذَالِكَ لَا يَقْصُدُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ ذَالِكَ حَقِيْقَةَ الدُّعَاءِ فَخَافَ صلى الله عليه و سلم اَنْ يُصَادِفَ شَيْءٌ مِنْ ذٰلِكَ اِجَابَةً فَسَأَلَ رَبَّهُ سُبْحَانَهُ وَ تَعَالٰى وَ رَغِبَ اِلَيْهِ فِي اَنْ يَجْعَلَ ذَالِكَ رَحْمَةً وَ كَفَّارَةً وَ قُرْبَةً وَ طَهُوْرًا وَ اَجْرًا۔

ترجمہ:

وہ جملے جو بددعا یا بُرائی کو ظاہر کرتے ہیں اگر وہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی زبان سے اپنے مسلمان امتی کے لیے نکلے ہیں تو اُس سے مقصود بددعا دینا یا بُرائی بیان کرنا نہیں ہے۔ اس طرح کے جملے اور کلمات مثلاً تَرِبَتْ یَمِیْنُکَ اور عَقْرٰی اور حَلْقٰی اور حدیثِ امّ سُلیم میں یتیم لڑکی کے لیے یہ جملہ لَا کَبُرَتْ سِنُّکِ (تیری عمر زیادہ نہ ہو) اور حدیثِ معاویہ میں لَا اَشْبَعَ اللّٰهُ بَطْنَهُ (اللہ اُس کے پیٹ کو نہ بھرے) وغیرہ سے مقصود بددعا کرنا اور بُرا کہنا نہیں ہے۔ عرب والوں کی عادت ہے کہ وہ ایسے جملے حقیقی معانی کی نیت کے بغیر محض تکیۂ کلام کے طور پر کہتے ہیں۔ اُن کے حقیقی معانی یعنی بددعا دینے کا قصد نہیں کرتے۔ لیکن حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو اندیشہ ہوا کہ ہوسکتا ہے رب سبحانہ وتعالیٰ اُن جملوں کو قبول فرمالے اور جن کے لیے یہ جملے کہے گئے ہیں اُنھیں عذاب دے تو آپ ﷺ نے رب تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں درخواست کی کہ اُن جملوں کو ایسے لوگوں کے لیے رحمت، گناہوں کا کفارہ، رب کے قرب کا ذریعہ، پاکی اور اجر کا سبب بنادے۔ (شرح النووی:۱۶/۱۵۲)

شارحینِ حدیث کی تشریحات سے ثابت ہوا کہ حدیثِ صحیح مسلم کے جملہ کو رافضی معترض نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے بددعا کہہ کر جو الزام رکھا ہے کہ حضرت امیر معاویہ دن میں سات بار کھاتے تھے پھر بھی پیٹ نہیں بھرتا تھا وہ الزام باطل اور صحابی رسول کی شان میں بے ادبی ہے۔

اعتراض:《23》

معاویہ رضی اللہ عنہ خود کو عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے زیادہ مستحق خلافت سمجھتے تھے؟

''صحیح بخاری حدیث 4108 میں ہے کہ معاویہ، عمر سے زیادہ خود کو مستحقِ خلافت سمجھتا تھا''۔
(ایک رافضی کی تحریر یوٹیوب آل قطب ڈاٹ کام پر)

جواب:

پہلی بات: تو یہ ہے کہ رافضی معترض نے یہ بات حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی محبت میں نہیں کہی ہے، کیوں کہ روافض تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بھی گالیاں دیتے ہیں، اُن پر لعنت بھیجتے ہیں اور انھیں حضرت مولیٰ علی اور اہل بیت کا دشمن مانتے ہیں۔ انھیں خلیفۃ المسلمین نہیں مانتے۔ پھر کس منہ سے کہتے ہیں کہ ''معاویہ عمر سے زیادہ خود کو خلافت کا مستحق سمجھتا تھا''۔ اگر کوئی رافضی حضرت فاروق اعظم کے نام کے ساتھ حضرت یا رضی اللہ عنہ لکھتا یا بولتا ہے تو وہ محض تقیہ ہوتا ہے۔ تقیہ رافضیوں کے یہاں جائز ہے۔

دوسری بات: یہ بات غلط ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ مستحق خلافت سمجھتے تھے۔ اگر ایسا ہوتا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت سے راضی نہ ہوتے۔ اِس بات کا کوئی ثبوت موجود نہیں ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انکار کیا ہے یا اُس پر معترض ہوئے ہیں۔ اِس کے بر عکس یہ ثابت ہے کہ انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نہ صرف خلیفۃ المسلمین تسلیم کیا ہے بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب بھی بیان کیے ہیں۔

علامہ ابن کثیر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَ قَالَ مُعَاوِيَةُ ابْنُ اَبِيْ سُفْيَانَ: اَمَّا اَبُو بَكرٍ فَلَمْ يُرِدِ الْدُّنيا وَ لَم تُرِدْهُ وَ اَمَّا عُمَرُ فَاَرَادَتْهُ فَلَمْ يُرِدْهَا وَ اَمَّا نَحنُ فَتمَرّ غنَا فِيهَا ظَهرًا لِبَطْنٍ۔

ترجمہ:

حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے دنیا کو نہیں چاہا نہ دنیا نے انھیں چاہا (یعنی اُن کے دور خلافت میں غنیمتوں کی کثرت نہیں ہوئی) لیکن عمر رضی اللہ عنہ کو دنیا نے چاہا (اُن کی خلافت میں فتوحات اور غنیمتوں کی کثرت ہوئی) لیکن عمر رضی اللہ عنہ نے دنیا کو نہیں چاہا (کثرت مال کے باوجود فقر کی زندگی گزاری)۔

مزید فرمایا:

وَ كَانَ يَلْبَسُ وَ هُوَ خَلِيْفَةٌ جُبَّةَ صُوْفٍ مَرْقُوْعَةٍ بَعْضُهَا بِاَدَمٍ وَ يَطُوْفُ بِالْاَسْوَاقِ عَلٰى عَاتِقِهِ الدُّرَّةُ يُؤَدِّبُ بِهَا النَّاسَ۔

ترجمہ:

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوتے ہوئے چمڑے کا پیوند لگا ہوا اونی جبّہ پہنتے تھے۔ کاندھے پہ درّہ لٹکائے ہوئے بازاروں کا گشت لگاتے اور لوگوں کو ادب دیتے تھے۔

(البداية والنهاية: سيرة عمر، ۱۵۲/۷)

صرف اتنا ہی نہیں بلکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت فاروق اعظم کے دور خلافت میں پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں شام کے گورنر بھی رہے۔ خلیفۃ المسلمین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہی نہیں، سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ سے بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے آپ کو کم تر سمجھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ 20 سال تک دونوں خلیفۃ المسلمین کی طرف سے بحیثیت گورنر شام کی حکومت کا نظم و نسق سنبھالتے رہے۔

امام ابن کثیر نے ''فضائل معاویہ'' کے عنوان میں یہ تحریر کیا ہے:

وَ لَمَّا فُتِحَتِ الشَّامُ وَلَّاهُ عُمَرُ نِيَابَةَ دِمَشْقَ بَعْدَ اَخِيْهِ يَزِيْدَ بْنِ اَبِي سُفْيَانَ وَ اَقَرَّهُ عَلٰى ذَالِكَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ بِلَادًا اُخْرٰى۔

ترجمہ:

فتحِ شام کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اُن کے بھائی یزید بن ابی سفیان کی جگہ شام کا گورنر مقرر فرمادیا اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے انھیں اُسی منصب پر باقی رکھا نیز دوسرے شہروں کی ولایت بھی سپرد کی۔ (البدایہ والنھایہ: ۲۱/۸)

اب اگر سوال کیا جائے کہ جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خود کو سیدنا عمر بن خطاب سے زیادہ مستحقِ خلافت نہیں سمجھتے تھے تو انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو یہ کیوں کہا تھا؟

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَكَلَّمَ فِيْ هٰذَا الْاَمْرِ فَلْيُطْلِعْ لَنَا قَرْنَهُ فَلَنَحْنُ اَحَقُّ بِهِ مِنْهُ وَ مِنْ اَبِيْهِ. اِس معاملے میں (خلافت کے معاملے میں) جو بات کرنا چاہتا ہے وہ سامنے آئے۔ ہم اُس سے اور اس کے باپ سے زیادہ خلافت کے مستحق ہیں۔

(صحیح بخاری، حدیث ۴۱۰۸)

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ رافضی معترض نے بخاری کی روایت کے جملے کو اُس کے سیاق وسباق سے الگ کر کے اُس کے مفہوم کو غلط انداز میں پیش کیا ہے اور مسلمانوں کو صحابیِ رسول حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بدظن کرنے کی کوشش کی ہے۔

بخاری کی جس روایت کو رافضی معترض نے پیش کیا ہے دراصل اُس کا تعلق واقعۂ صفین کے بعد اور بعض روایت کے مطابق واقعۂ صلحِ امامِ حسن کے بعد سے ہے۔

چناں چہ حدیثِ مذکور کا پس منظر بیان کرتے ہوئے امام قسطلانی، امام عینی اور امام ابن حجر عسقلانی وغیرہم نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔

"صفین میں مسلمانوں کے دو گروہوں میں جنگ کے نتیجے میں کافی خون بہہ گیا تو حرمین طیبین اور دوسرے بلاد میں اُس وقت جو صحابۂ کرام موجود تھے انھوں نے باہمی مراسلت کے بعد یہ طے کیا کہ ایک مجلس میں چند مخصوص افراد جمع ہو کر حضرت امیر معاویہ اور حضرت مولیٰ

علی اور دونوں کے حامیوں کے مابین صلح کرا دی جائے۔ وقت مقررہ پر مخصوص حضرات جمع ہوئے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اپنی ہمشیرہ امّ المومنین حضرت حفصہ بنت عمر کے پاس آئے اور بولے: **قَدْ كَانَ مِنْ اَمْرِ النَّاسِ مَا تَرَيْنَ فَلَمْ يُجْعَلْ لِي مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ**۔ صفین میں جو حال لوگوں کا ہوا وہ آپ کی نگاہوں کے سامنے ہے اور میرے لیے امرِ خلافت میں سے کچھ حصہ مقرر نہیں کیا گیا ہے۔ اب اس تعلق سے لوگوں کا مشاورتی اجلاس ہونے جا رہا ہے تو کیا میں اس میں شرکت کروں؟ امّ المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: **اِلْحَقْ فَاِنَّهُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ وَ اَخْشٰى اَنْ يَّكُوْنَ اِحْتِبَاسُكَ عَنْهُمْ فُرْقَةً**۔

تم جاؤ۔ لوگ تمہارا انتظار کریں گے۔ مجھے ڈر ہے اگر تم نہیں جاؤ گے تو انتشار کا سبب ہوگا۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے اصرار پر حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ مجلس میں تشریف لے گئے۔ مسئلہ حل نہیں ہوا۔ حضرت مولیٰ علی کے حامیوں کی طرف سے حضرت ابو موسیٰ اشعری کو حکم مقرر کیا گیا تھا اور حضرت معاویہ کی طرف سے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ حکم مقرر کیے گئے تھے۔ دونوں نے آپس میں یہ طے کیا کہ اس معاملے کو شوریٰ کے حوالے کر دیا جائے۔ حضرت امیر معاویہ اور مولیٰ علی دونوں میں سے جن کو چاہیں گے لوگ خلیفہ بنا لیں گے۔ اُس کے بعد حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

ہماری رائے یہ ہے کہ اِس نزاعی صورت کو ختم کرنے کا سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ اِس معاملے کو شوریٰ کے حوالے کر دیا جائے۔

ہم علی اور معاویہ (کرم اللہ وجہہ و رضی اللہ عنہما) دونوں کو معزول کرتے ہیں اور امت کے مستقبل کو مدنظر رکھتے ہوئے امرِ خلافت کو شوریٰ کے حوالے کرتے ہیں۔ لوگ جس کو پسند کریں گے اُس کو اپنا حاکم بنا لیں گے۔ میں نے علی اور معاویہ کو معزول کر دیا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے۔ انھوں نے حمد و ثنا

کے بعد یہ کہا:

''ابو موسیٰ نے تم سے جو کچھ کہا تم نے سنا۔ انھوں نے اپنے صاحب (حضرت مولیٰ علی) کو معزول کر دیا۔ میں نے بھی اُن کو معزول کر دیا جیسا کہ ابو موسیٰ نے معزول کیا اور میں اپنے صاحب معاویہ کو اِس کے لئے ثابت رکھتا ہوں کیوں کہ وہ عثمان (رضی اللہ عنہ) کے ولی ہیں اور اُن کے خون کا بدلہ طلب کرنے والے ہیں لہٰذا اور لوگوں سے زیادہ وہی مستحق خلافت ہیں۔'' (صحیح بخاری وارشاد الساری: ۶/۳۲۴)

یہاں پر ٹھہر کر رافضی معترض سے پوچھا جائے کہ صحابیِ رسول حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا موقف ہے؟ یہاں تو صاف طور پر انھوں نے یہ کہا کہ ''میں نے علی رضی اللہ عنہ کو معزول کر دیا اور امیر معاویہ کو مقرر کیا۔ اس سے ظاہر ہے کہ انھوں نے حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں امیر معاویہ کو زیادہ مستحق مانا کیا رافضی معترض حضرت عمرو بن عاص کو بھی ویسا ہی برا کہے گا جیسا کہ امیر معاویہ کو بُرا کہا؟۔

اہل سنت و جماعت کا موقف واضح ہے کہ اِس رائے میں حضرت عمرو ابن العاص خطا پر تھے اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ درستگی اور حق پر تھے۔ باوجود اس کے صحابیِ رسول حضرت عمرو ابن العاص کو ہم بُرا نہیں کہیں گے۔ انھیں سب و شتم نہیں کریں گے کیوں کہ صحابیِ رسول ہیں۔ اور تمام صحابہ مغفور و جنتی ہیں لیکن روافض حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ کو بھی دشمنِ اہل بیت بلکہ کافر تک سمجھتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اُن پر وہ لعنت بھیجتے ہیں۔ اور کبھی اپنے مطلب کو ثابت کرنے کے لیے تقیہ بازی کرتے ہوئے حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ کو سچے صحابیِ رسول کہتے ہیں۔

اب اصل واقعہ کی طرف آیئے۔ جب مجلس مشاورت بھنگ ہو گئی تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے خطاب کرتے ہوئے کہا: مَنْ كَانَ يُرِيْدُ مَنْ يَتَكَلَّمُ فِي هٰذَا الْاَمْرِ فَلْيُطْلِعْ لَنَا

قَرْنَهُ فَلَنَحْنُ اَحَقُّ بِهٖ مِنْهُ وَ مِنْ اَبِيْهِ۔

ترجمہ:

جو اِس معاملے میں (امرِ خلافت میں) بات کرنا چاہتا ہے وہ ہمارے سامنے اپنا چہرہ لائے۔ہم اُس سے اور اُس کے باپ سے زیادہ خلافت کے حق دار ہیں۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات اِس پس منظر میں کہی تھی کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے تعلق سے انھیں یہ بات معلوم ہوئی تھی کہ وہ اپنے لیے خلافت کے استحقاق کا دعویٰ کرتے ہیں۔لہٰذا اُن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ بات کہی۔

زبان و بیان کے اسلوب کو پیشِ نظر رکھا جائے تو یہ بات ہر اہل علم سمجھ سکتا ہے کہ اس طرح کا جملہ کبھی کسی چیز کی شدت کو ظاہر کرنے کے لیے بولا جاتا ہے۔مثلاً کسی سے نوک جھونک ہو تو ایک شخص دوسرے سے کہتا ہے ''تو کیا تیرا باپ بھی میرا بال بیکا نہیں کر سکتا'' حالاں کہ اُس شخص کا باپ دنیا سے گزر چکا ہوتا ہے۔اس جملے کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ تجھ میں میرا کچھ بگاڑنے کی قدرت نہیں۔اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ اُس شخص کا باپ اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا۔کیوں کہ اس کا باپ دنیا میں موجود ہی نہیں تو اس کے بگاڑنے کا کیا سوال۔؟

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جو جملہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا تھا اُس کو بھی اِسی اسلوب کے تناظر میں سمجھا جائے گا کہ جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے تعلق سے حضرت امیر معاویہ کو معلوم ہوا کہ وہ خود کو زیادہ مستحق خلافت سمجھتے ہیں تو انھوں نے اپنے شدید انکار کا اظہار کرتے ہوئے یہ جملہ کہا ''جو بھی امر خلافت کا دعویٰ دار ہے وہ ہمارے سامنے آئے ہم اُس سے اور اُس کے باپ سے زیادہ حق دار ہیں''۔

اس جملے کا صحیح مطلب صرف اتنا ہے کہ ''ہم تم سے زیادہ مستحق خلافت ہیں'' یہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ استحقاق ثابت کرنے کا سوال پیدا نہیں ہوتا کیوں کہ اُس وقت وہ باحیات نہیں تھے۔خصوصاً جب کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت معاویہ خلیفۂ وقت مان چکے

تھے۔وہ اُن کی خلافت کے مدح خواں تھے اوران کی طرف سے شام کے گورنر بھی تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ مستحق خلافت ہونے کا دعویٰ چہ معنیٰ دارد؟

لہٰذا بخاری کی اِس روایت سے یہ ثابت کرنا باطل ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے زیادہ اپنے آپ کو مستحقِ خلافت سمجھتے تھے۔

بخاری کے شارحین میں سے کسی نے حدیثِ مذکور کے ضمن میں یہ نہیں لکھا ہے کہ اِس روایت کی بنا پر حضرت امیر معاویہ کو بُرا کہا جائے بلکہ امام قسطلانی اور امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امیر معاویہ کا دفاع کرتے ہوئے یہ لکھا ہے:

وَ لَعَلَّ مُعَاوِيَةَ كَانَ رَاْيُهُ فِي الْخِلَافَةِ تَقْدِيْمَ الْفَاضِلِ فِي الْقُوَّةِ وَالْمَعْرِفَةِ وَالرَّاْيِ عَلَى الْفَاضِلِ السَّبْقِ اِلَى الْاِسْلَامِ وَالدِّيْنِ فَلِذَا اَطْلَقَ اَنَّهُ اَحَقُّ وَ رَاَى ابْنُ عُمَرَ خِلَافَ ذَالِكَ۔

ترجمہ:

ہوسکتا ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی رائے خلافت کے معاملے میں یہ ہو کہ جو قوت، سیاسی بصیرت اور عقل ورائے میں افضل ہو وہ اس شخص زیادہ مستحق خلافت ہوگا جو پہلے دین اسلام قبول کیا ہے۔اسی بنا پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ زیادہ مستحق خلافت ہیں۔اس کے بر خلاف حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ جو قدیم الاسلام ہے وہی زیادہ مستحق خلافت ہے۔(بہرحال یہ دو صحابیِ رسول کا اجتہادی معاملہ تھا) (ارشاد الساری: ۶/ ۳۲۴)

رہی بات امورِ خلافت کی یا دیگر امور میں صحابۂ کرام کے درمیان اختلاف کی تو بعض نے بعض کے خلاف جو کچھ کیا یا کہا اور اُن کے درمیان جو جنگیں ہوئیں اُس کے تعلق سے بار بار اہلِ سنت و جماعت کا یہ موقف واضح کیا جاچکا ہے کہ صحابۂ کرام معصوم عن الخطا نہیں تھے۔ لیکن تمام صحابہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفور اور جنت کی بشارت پانے والے تھے۔قرآن نے اعلان کر دیا ہے کہ تمام صحابہ سے اللہ راضی ہے۔رسول اللہ ﷺ نے صحابۂ کرام کو بُرا

کہنے سے منع فرمایا ہے۔ لہٰذا کسی صحابی کو بُرا کہنا اور کسی صحابی سے دل میں عداوت و بغض رکھنا گمرہی ہے۔ اسلافِ اہل سنت نے صحابۂ کرام کے نزاعی امور کو موضوع بحث بنانے سے منع کیا ہے۔ اسی کو اختیار کرنے میں دین وایمان کی سلامتی ہے۔ لیکن شیعہ روافض صحابی رسول حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے نزاعی معاملات کو موضوع بحث بنا کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو گالی گلوج کرتے ہیں بلکہ انھیں کافر و مرتد قرار دیتے ہیں۔ اللہ انھیں ہدایت دے۔

اعتراض:《24》

معاویہ رضی اللہ عنہ نے امام حسن علیٰ جدہ والعلیہ السلام کی وفات کو مصیبت نہیں کہا؟

سیر اعلام النبلاء کی روایت:

امام ذہبی نے سیر اعلام النبلاء میں ایک روایت نقل کی ہے۔ وہ روایت یہ ہے کہ حضرت مقدام بن معدی کرب، عمرو بن الاسود اور ایک اسدی آدمی تینوں امیر معاویہ کے پاس آئے۔ امیر معاویہ نے مقدام رضی اللہ عنہ سے کہا: **تُوُفِّی الْحَسَنُ** امام حسن (رضی اللہ عنہ) وفات پاگئے۔ یہ سن کر حضرت مقدام رضی اللہ عنہ نے **اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ** پڑھا تو امیر معاویہ نے کہا: **اَ تَرَاهَا مُصِیْبَةً؟** کیا تم اِس کو (امام حسن کی وفات کو) مصیبت سمجھتے ہو؟ حضرت مقدام رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اِس کو مصیبت کیوں نہ سمجھوں؟ امام حسن وہ تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو اپنی گود میں بٹھایا ہے اور یہ فرمایا ہے: **هٰذَا مِنِّیْ وَ حُسَیْنٌ مِنْ عَلِیٍّ**۔ یہ مجھ سے ہیں اور حُسین علی سے ہیں۔ پھر اَسَدِی شخص سے کہا: تم کیا کہتے ہو؟ اُس نے کہا: **جَمْرَةٌ اُطْفِئَتْ** ۔ایک آگ کا انگارہ تھا جو بجھ گیا۔ حضرت مقدام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اللہ کی قسم دے کر تم سے پوچھتا ہوں کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونا اور ریشم کے کپڑے اور درندوں کی کھال پہننے سے منع فرمایا ہے اور درندوں کی سواری اختیار کرنے سے روکا ہے؟ تو معاویہ نے کہا: ہاں۔ حضرت مقدام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بخدا میں نے یہ ساری باتیں تیرے گھر میں دیکھی ہیں۔ معاویہ نے کہا: مجھے معلوم ہے میں تم سے بچ نہیں سکتا۔

نتیجہ:

اِس روایت سے تین باتیں معلوم ہوئیں۔ (۱) معاویہ نے امام حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کو مصیبت نہیں سمجھا۔ (۲) اسدی شخص نے امام حسن کو آگ کا اَنگارہ کہا لیکن معاویہ نے اس بات پر نہ اُسے ڈانٹا نہ سزا دی۔ (۳) معاویہ سونا اور ریشم کے کپڑے پہنتا تھا اور درندوں کی

کھال پہنتا تھا اور درندوں پر سواری کرتا تھا۔

جواب:

پہلے اہل سنت و جماعت کا یہ عقیدہ صحابہ کے تعلق سے ذہن میں رہے کہ کوئی صحابی گناہ وخطا سے معصوم نہیں تھے۔ بعض صحابہ سے خطائیں اور گناہ صادر ہوئے ہیں لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کی مغفرت و معافی اور اُن سے جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔ صحابۂ کرام کی خطاؤں کی بنیاد پر انھیں بُرا کہنا اُن کی شان میں بے ادبی کرنا اور اُن سے بغض رکھنا حرام ہے۔ نسبتِ صحابیت کی بنا پر اُن کا احترام لازم ہے۔ کسی بھی صحابی کو گالی گلوج کرنا، امت میں اُن کی شان گھٹانا مثلاً انھیں ظالم، فاسق و فاجر، قاتل کہہ کر اُن کی عزّت پر حملے کرنا گمرہی ہے۔ صحابہ کے تعلق سے اہل سنت و جماعت کا یہ نظریہ بھی یاد رہنا چاہیے کہ جن روایاتِ صحیحہ میں کسی صحابی کے تعلق سے کوئی ناپسندیدہ بات منقول ہے اُس کی اچھی تاویل کی جائے گی اگر تاویل ممکن نہ ہو تو اس پر سکوت و خاموشی اختیار کر کے اُسے اللہ تعالیٰ کے حوالے کیا جائے گا اور صحابیِ رسول سے بہرحال حسنِ ظن کو قائم رکھا جائے گا۔

شریعتِ اسلامیہ کا یہ اصول بھی سامنے رہے کہ کسی صحابی بلکہ کسی عام مسلمان کے فسق و گناہ یا کفر و گمرہی کو ثابت کرنے کے لیے ''خبر واحد'' کافی نہیں۔ اُس کے لیے شہادتِ شرعیہ چاہیے یا خبر مشہور یا متواتر۔

سیر اعلام النبلاء کی روایتِ مذکورہ کو بنیاد بنا کر شیعہ روافض حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر جو مذکورہ بالا تین الزامات رکھتے ہیں اُن الزامات کو ثابت کرنے کے لیے روایت مذکورہ کافی نہیں ہے۔

اگر یہ روایت صحیح ہوتی پھر بھی ''خبر واحد'' ہونے کے لحاظ سے ثبوت الزام میں مفید نہ ہو سکتی تھی جب کہ یہ روایت سند و متن دونوں اعتبار سے ''غریب ضعیف'' و نا قابل حجت ہے۔

روایتِ سیر اعلام النبلاء کی اسنادی حیثیت

امام ذہبی نے روایتِ مذکورہ کی یہ سند ذکر کی ہے: مُحَمَّدُ بْنُ مُصَفّٰی ثنا بَقِیَّةُ عَنْ بَحِیْرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ ۔ اِس روایت کا مرکزی راوی بقیہ بن ولید ہے۔ بقیہ بن ولید صحاح ستہ کے راوی ہونے کے باوجود مدلِّس تھے۔

بقیہ ''تَدْلِیْسُ التَّسْوِیَه'' میں مشہور تھے:

بقیہ ضعیف راویوں سے بکثرت تدلیس کیا کرتے تھے۔ ابو زرعہ ابن العراقی نے ''کتابُ المدلِّسین'' میں یہ لکھا ہے بَقِیَّةُ بْنُ الْوَلِیْدِ مَشْهُوْرٌ بِالتَّدْلِیْسِ مُکْثِرٌ لَهٗ عَنْ الضُّعَفَاءِ.

ترجمہ:

بقیہ بن ولید تدلیس میں مشہور تھے۔ وہ ضعیف راویوں سے بہت زیادہ تدلیس کرتے تھے۔

''تَدْلِیْسُ التَّسْوِیَه'' کسے کہتے ہیں؟:

ضعیف راویوں سے تدلیس کرنے کو محدّثین ''تَدْلِیْسُ التَّسْوِیَةِ'' کہتے ہیں۔ یعنی راوی اپنے ثقہ شیخ کے بعد ضعیف راوی کے نام کو چھوڑ کر اوپر کے ثقہ شیخ سے روایت کر دے جس سے اُس نے سماع نہیں کیا ہے۔ یہ تَدْلِیْسُ التَّسْوِیَةْ ہے۔ یہ تدلیس کی سب سے بُری نوع ہے۔ ابن العراقی نے لکھا: تَدْلِیْس التَّسْوِیَةِ وَ هُوَ اَفْحَشُ اَنْوَاعِ التَّدْلِیْسِ۔

ترجمہ:

بقیہ تدلیس التسویہ میں مشہور تھے جو تدلیس کی سب سے بُری قسم ہے۔

بقیہ بن ولید ناقدینِ حدیث کی نظر میں

اب ذیل میں بقیہ بن ولید کے تعلق سے کچھ ناقدینِ حدیث کی آرا ملاحظہ کیجئے۔

❁ برہان الدین الحلبی متوفی 841ھ نے یہ لکھا ہے: بَقِيَّةُ بْنُ الْوَلِيْدِ مَشْهُوْرٌ بِالتَّدْلِيْسِ مُكْثِرٌ لَهُ عَنِ الضُّعَفَاءِ۔ بقیہ بن ولید تدلیس میں مشہور تھے۔ ضعیف راویوں سے بہت زیادہ تدلیس کرتے تھے۔ (التبیین لاسماء المدلسین: ۱/۱۶)

❁ ابو حاتم نے فرمایا: لَا يُحْتَجُّ بِهٖ۔ بقیہ قابل حجت نہیں۔ (میزان الاعتدال: ۱/۳۳۲)

❁ ابو مسہر نے کہا: اَحَادِيْثُ بَقِيَّةَ لَيْسَتْ نَقِيَّةً فَكُنْ مِنْهَا عَلٰى تَقِيَّةٍ. (ایضًا)

ترجمہ:

بقیہ کی احادیث ستھری نہیں لہٰذا تم اُن سے بچو۔

ابو اسحاق جوزجانی نے فرمایا: رَحِمَ اللّٰهُ بَقِيَّةَ مَا كَانَ يُبَالِي اِذَا وَجَدَ خُرَافَةً عَمَّن يَاْخُذُهٗ فَاِنْ حَدَّثَ عَنِ الثِّقَاتِ فَلَا بَأْسَ بِهٖ۔

ترجمہ:

اللہ تعالیٰ بقیہ پر رحم فرمائے۔ کسی سے کوئی خرافات والی بات پاتے تھے تو اس کو بھی روایت کرنے میں کوئی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ اگر وہ ثقہ راویوں سے حَدَّثَنَا کہہ کر روایت کریں تو کوئی عیب نہیں۔ (ایضًا)

❁ ابن خزیمہ نے فرمایا: لَا اَحْتَجُّ بِبَقِيَّةَ۔ میں بقیہ کو قابل حجت نہیں سمجھتا۔

❁ امام احمد بن حنبل فرماتے تھے: تَوَهَّمْتُ اَنَّ بَقِيَّةَ لَا يُحَدِّثُ الْمَنَاكِيْرَ اِلَّا عَنِ الْمَجَاهِيْلِ فَاِذَا هُوَ يُحَدِّثُ الْمَنَاكِيْرَ عَنِ الْمَشَاهِيْرِ فَعَلِمْتُ مِنْ اَيْنَ اَتٰى۔

ترجمہ:

میرا گمان یہ تھا کہ بقیہ صرف مجہول راویوں سے منکر روایتیں بیان کرتے ہیں۔ اب

مجھے پتہ چلا کہ وہ مشہور راویوں سے بھی منکر روایتیں لاتے ہیں۔ مجھے پتہ چل گیا کہ اُن کا مقام کیا ہے۔(ایضًا)

❁ یحییٰ بن معین سے بقیہ کے بارے میں مُضر بن محمد الاسدی نے پوچھا تو انھوں نے کہا:ثِقَةٌ اِذَا حَدَّثَ عَنِ الْمَعْرُوْفِیْنَ وَ لٰکِنْ لَّهٗ مَشَائِخُ لَا یُدْرٰی مَنْ هُمْ؟

ترجمہ:

بقیہ جب معروف راویوں سے حَدَّثَنَا کے ساتھ روایت کریں تو قابل اعتماد ہیں۔ لیکن اُن کے کچھ ایسے شیوخ ہیں جن کے بارے میں کچھ اتا پتا نہیں۔ (ایضًا)

❁ یعقوب الفسوی نے فرمایا:وَ بَقِیَّةُ یُذْکَرُ بِحِفْظٍ اِلَّا اَنَّهٗ یَشْتَهِی الْمُلَحَ وَالطَّرَائِفَ مِنَ الْحَدِیْثِ فَیَرْوِی عَنِ الضُّعَفَاءِ۔

ترجمہ:

بقیہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ حافظ الحدیث تھے لیکن اُن کو چٹخارے دار اور نادر باتیں بہت پسند تھیں لہٰذا وہ ضعیف راویوں سے بھی ایسی باتیں روایت کر دیتے تھے۔

(ایضًا)

❁ ابوالحسن ابن القطان نے کہا:بَقِیَّةُ یُدَلِّسُ عَنِ الضُّعَفَاءِ وَ یَسْتَبِیْحُ ذَالِکَ وَ هٰذَا اِنْ صَحَّ مُفْسِدٌ لِعَدَالَتِهٖ۔

ترجمہ:

بقیہ ضعیف راویوں سے تدلیس کرنے والے تھے اور اس کو درست سمجھتے تھے۔اگر یہ بات صحیح ہے تو بقیہ کی عدالت ساقط ہے۔

اس پر امام ذہبی نے یہ ریمارک پیش کیا ہے:

قُلْتُ: نَعَمْ وَاللّٰهِ صَحَّ هٰذَا عَنْهُ، اَنَّهٗ یَفْعَلُهٗ وَ صَحَّ عَنِ الْوَلِیْدِ بْنِ مُسْلِمٍ بَلْ وَ عَنْ جَمَاعَةِ کِبَارٍ فِعْلُهٗ وَ هٰذِهٖ بَلِیَّةٌ مِّنْهُمْ وَ لٰکِنَّهُمْ فَعَلُوْا ذَالِکَ بِاجْتِهَادٍ۔

ترجمہ:

ہاں، بقیہ کے بارے میں یہ بات صحیح ہے کہ وہ ضعیف راویوں سے تدلیس کرتے تھے اور اس کو درست سمجھتے تھے۔ یہ فعل ولید بن مسلم اور اکابر محدثین کی ایک جماعت سے بھی صحیح سند کے ساتھ منقول ہے۔ یہ اُن کی طرف سے ایک قسم کی بلا ہے لیکن یہ ان کی اجتہادی خطا ہے۔

حاصل کلام:

ناقدینِ حدیث کی تصریحات سے معلوم ہوا کہ بقیہ مُدلّس تھے اور سب سے بُری قسم کی تدلیس کے مرتکب تھے۔ وہ مشہور راویوں سے نادر اور چٹخارے دار روایات نقل کرنے کے بڑے شوقین تھے۔ وہ خرافات والی روایات کو نقل کرنے میں کوئی خوف نہیں کرتے تھے۔

سیر اعلام النبلاء کی روایت جس کو روافض حضرت امیر معاویہ کی مذمت میں پیش کرتے ہیں کہ انھوں نے حضرت امام حسن کی وفات کو مصیبت قرار نہیں دیا نیز ایک اسدی صحابی کی جانب یہ بات منسوب ہے کہ انھوں نے حضرت امام حسن کو آگ کا ایک انگارہ کہا، وہ روایت شاذ و نامقبول ہے۔

یہ بقیہ بن ولید کی اُن روایات میں سے ہے جو خرافات کے ضمن میں آتی ہیں۔ اِس روایت کو بقیہ کے سوا کسی ثقہ راوی نے نقل نہیں کیا ہے۔ یہ روایت بقیہ کا تفرد ہے اور بقیہ نمک مرچ لگی ہوئی اور چونکانے والی نادر روایت بھی کثرت سے بیان کیا کرتے تھے، جیسا کہ ناقدینِ حدیث کے اقوال آپ نے ملاحظہ کئے۔

محدثین کے اصول کے مطابق بقیہ کی یہ روایت نا قابل قبول ہے۔ محدثین کا یہ اصول ہے کہ ضعیف راویوں سے تدلیس کرنے والے راوی کی روایت اگر لفظِ عَنْ سے ہو تو وہ نا قابل حجت ہوتی ہے۔

ابن کثیر نے ابن الصلاح کے حوالے سے لکھا ہے: وَالصَّحِيْحُ التَّفْصِيْلُ بَيْنَ مَا

صَرَّحَ فِيْهِ بِالسَّمَاعِ فَيُقْبَلُ وَ بَيْنَ مَا اَتٰى فِيْهِ بِلَفْظٍ مُحْتَمِلٍ فَيُرَدُّ۔

ترجمہ:

صحیح یہ ہے کہ مدلّس اگر روایت میں سماع کی صراحت کرے تو روایت مقبول ہوگی اور اگر احتمال والے لفظ سے روایت کرے (مثلاً عَنْ، رُوِیَ، قَالَ وغیرہ) سے روایت کرے تو روایت نامقبول ہوگی۔ (الباعث الحثیث الی اختصار علوم الحدیث: ۵۳/۱)

سیر اعلام النبلاء کی جس روایت کو رافضی معترض نے پیش کیا ہے اس کا مرکزی راوی بقیہ بن ولید مدلّس ہیں اور اُن کی یہ روایت بَحِیر بن سعد سے لفظِ عَنْ سے مروی ہے، لہٰذا مقبول نہیں۔

بقیہ کی روایت پر ایک شبہ کا جواب:

اگر کوئی کہے کہ بقیہ بن ولید کی یہ روایت مسند امام احمد میں لفظ ''حَدَّثَنا'' کے ساتھ مروی ہے لہٰذا سماع کی صراحت ہونے کی وجہ سے مقبول ہے تو ہم یہ کہیں گے کہ بقیہ سے اِس روایت کو نقل کرنے والے تین راوی ہیں۔(۱) حَیْوَہ بن شُرَیْح۔(۲) محمد بن مُصَفّٰی (۳) عمرو بن عثمان بن سعید الحمصی۔

❁ المعجم الکبیر میں امام طبرانی نے اِس کی سند یہ ذکر کی ہے **محمد بن مصفّى ثنا بقيّة عن بَحِير بن سعد۔**

❁ المعجم الکبیر ہی میں حیوہ بن شریح کی سند یوں ہے: **حيوه بن شُريح ثنا بقية بن الوليد عن بحير بن سعد۔**

❁ سنن ابوداؤد میں عمرو بن عثمان کی سند یوں ہے: **عمرو بن عثمان بن سعيد الحمصي حدثنا بقية عن بحير بن سعد۔**

❁ مسند امام احمد میں سند یوں ہے: حیوہ بن شریح نے بقیہ سے روایت کی بقیہ نے کہا: **حدثنا بحير بن سعد۔**

بقیہ کی روایت معنعن ہونے کی وجہ سے نامقبول ہے:

بقیہ بن ولید سے روایت کرنے والے تین راویوں میں سے محمد بن مصفّٰی اور عمرو بن عثمان بن سعید الحمصی نے بقیہ عَنْ بحیر کہہ کر روایت کیا ہے۔ صرف تنہا حیوہ بن شریح نے لفظ حدثنا سے روایت نقل کی ہے اور المعجم الکبیر میں خود حیوہ بن شُریح کی روایت بھی لفظ حدثنا سے نہیں ہے بلکہ لفظ عَنْ سے ہے۔ اس سے یہ ظاہر ہے کہ مسند احمد کی روایت میں لفظ حدّثنا کا ذکر سہو ہے کیوں کہ خود حیوہ بن شریح نے اس کو لفظِ عَنْ سے روایت کیا ہے اور ان کے علاوہ دو راوی محمد بن مصفّٰی اور عمرو بن عثمان نے بھی لفظِ عَنْ سے روایت کیا ہے۔ ثابت ہوا کہ بقیہ کی یہ روایت مُعَنْعَنْ (عن والی) ہونے کی بنا پر نامقبول ہے۔ جب یہ نامقبول ہے تو اِس روایت کو بنیاد بنا کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر یہ الزام رکھنا کیوں کر درست ہوگا کہ انھوں نے حضرت امام حسن علی جدہ وعلیہ السلام کی وفات کو مصیبت قرار نہیں دیا؟

سیر اعلام النبلاء کی روایت متناً مضطرب ہے:

یہ روایت متناً بھی مضطرب ہے۔ کیوں کہ یہ روایت مسند احمد اور طبرانی کبیر میں بَحِیْر سے مروی ہے تو اس میں ہے فَقَالَ لَهُ مُعَاوِيَةُ۔ ''حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت مقدام رضی اللہ عنہ سے کہا'' اور بحیر ہی سے یہی روایت سنن ابوداؤد میں ہے تو اس میں ہے فَقَالَ لَهُ رجلٌ۔ ''اُس اَسدی آدمی نے کہا''۔ جب یہ روایت متناً بھی مضطرب وضعیف ہے تو نامقبول ہے اور اگر روایات میں ترجیح کی صورت اختیار کی جائے تو سنن ابوداؤد کی روایت کو مسند احمد اور طبرانی کی روایت پر ترجیح ہوگی تو بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی موت کو مصیبت قرار نہیں دیا۔

اعتراض: ﴿25﴾

بعض صحابی جہنمی ہیں حدیث بخاری سے ثبوت؟

تمام صحابہ مغفور اور جنتی ہیں، یہ عقیدہ مولویوں نے اپنی طرف سے امت کو دیا ہے۔ بعض صحابہ جہنم میں جائیں گے جیسا کہ صحیح بخاری حدیث 6585 میں ہے۔

(یوٹیوب آل قطب چینل سے ماخوذ)

جواب:

تمام صحابۂ کرام مغفور و جنتی ہیں، یہ عقیدہ مولویوں کا گڑھا ہوا نہیں ہے۔ یہ عقیدہ قرآن وحدیث نے امت کو دیا ہے۔

قرآنی آیات سے تمام صحابہ کے جنتی ہونے کا ثبوت

آیت:

وَ مَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ لِلّٰهِ مِیْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَا یَسْتَوِیْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قٰتَلَ اُولٰٓىٕكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ قٰتَلُوْا وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ۔ (سورۃ الحدید: آیت ۱۰)

ترجمہ:

اور کیا ہے تمھیں کہ نہ خرچ کرو اللہ کی راہ میں اور اللہ ہی کی ہے وراثت آسمانوں اور زمین کی۔ نہیں برابر ہے تم میں سے وہ جس نے خرچ خیرات کیا فتح مکہ سے پہلے اور جہاد کیا۔ وہ لوگ بہت بڑے ہیں درجہ میں اُن لوگوں سے جنھوں نے خرچ خیرات کیا بعد میں اور جہاد کیا اور ہر ایک سے وعدہ فرمایا اللہ نے اچھے گھر کا اور اللہ ہر چیز سے جو کرتے ہو باخبر ہے۔ (معارف القرآن)

اِس آیت کریمہ میں قبل فتح مکہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے اور جہاد کرنے والے صحابہ کو اُن صحابہ سے افضل قرار دیا گیا ہے جنھوں نے بعدِ فتح مکہ راہِ خدا میں خرچ کیا ہے اور جہاد کیا ہے لیکن ''وَ كُلًّا وَّعَدَاللّٰهُ الْحُسْنٰى ''فرما کر تمام صحابہ کو جنت کی بشارت سنائی گئی ہے۔

❁ تفسیر بیضاوی میں اِس آیت کے تحت ہے:وَ كُلًّا وَّعَدَاللّٰهُ الْحُسْنٰى اَىْ وَعَدَاللّٰهُ كُلًّا مِّنَ الْمُنْفِقِيْنَ الْمَثُوْبَةَ الْحُسْنٰى وَ هِىَ الْجَنَّةُ۔

ترجمہ:

وَ كُلًّا وَّعَدَاللّٰهُ الْحُسْنٰى کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے جہاد میں اور اللہ کے راستے میں خرچ کرنے والے تمام صحابہ کرام کو جنت عطا کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔

❁ تفسیر درمنثور میں ہے:

عَنْ مُجَاهِدٍ فِي قَوْلِهٖ: لَا يَسْتَوِى مِنْكُمْ مَنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ .يَقُوْلُ :مَنْ اَسْلَمَ وَ قَاتَلَ اُولٰئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَ قَاتَلُوْا. يَعْنِى اَسْلَمُوْا. يَقُوْلُ :لَيْسَ مَنْ هَاجَرَ كَمَنْ لَّمْ يُهَاجِرْ وَ كُلًّا وَعَدَاللّٰهُ الْحُسْنٰى. قَالَ: اَلْجَنَّةَ۔

ترجمہ:

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے، اللہ تعالیٰ کے اِس ارشاد کے بارے میں: لَا يَسْتَوِى مِنْكُم مَنْ اَنْفَقَ الخ ۔حضرت مجاہد نے فرمایا کہ اِس سے مراد وہ صحابہ ہیں جو قبلِ فتحِ مکہ اسلام لائے اور جہاد کیئے، وہ اُن صحابہ سے بڑے رتبے والے ہیں جو بعدِ فتحِ مکہ اسلام لائے اور جہاد کیئے ۔یعنی مہاجرین کی طرح غیر مہاجرین نہیں ہیں اور اللہ نے اُن میں سے ہر گروہ سے حُسنِ ثواب یعنی جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔

تفسیر درمنثور ہی میں حضرت قتادہ اور حضرت عِکرمہ دونوں سے یہ مروی ہے کہ آیت کریمہ میں ''اَلْحُسْنٰى'' سے مراد جنت ہے۔لہٰذا آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ نے ہر صحابی

سے جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔

❁ تفسیر بغوی میں ہے:

وَ کُلًّا وَّعَدَاللّٰہُ الْحُسْنٰی. اَیْ کِلَا الْفَرِیْقَیْنِ وَعَدَھُمُ اللّٰہُ الجَنّۃَ. قالَ عَطَاءٌ: دَرَجَاتُ الجَنّۃِ تَتَفَاضَلُ فَالَّذِیْنَ اَنْفَقُوا قَبْلَ الفَتْحِ فِی اَفْضَلِھَا۔

ترجمہ:

وَ کُلًّا وَّعَدَاللّٰہُ الْحُسْنٰی کا معنی یہ ہے کہ دونوں گروہِ صحابہ سے اللہ نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔ حضرت عطا نے فرمایا: جنت کے درجات ایک دوسرے سے افضل ہیں۔ جن حضرات نے قبلِ فتح مکہ اللہ کی راہ میں خرچ کیا ہے وہ جنت کے افضل ترین درجے میں ہوں گے۔ (تفسیر بغوی:۱۰/۵۳۸)

❁ تفسیر الطبری میں ہے:

وَ قَوْلُہٗ وَ کُلًّا وَّعَدَاللّٰہُ الْحُسْنٰی. یَقُوْلُ تَعَالٰی ذِکْرُہٗ وَ کُلٌّ ھٰٓؤُلاءِ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قَاتَلُوْا وَالَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَ قَاتَلُوْا وَعَدَاللّٰہُ الْجَنَّۃَ بِاِنْفَاقِھِمْ فِی سَبِیلِہٖ وَ قِتَالِھِمْ اَعْدَاءَ ہٗ۔

ترجمہ:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ تمام افراد (صحابہ کرام) جو قبل فتح، اللہ کی راہ میں اور دشمنانِ اسلام سے جہاد کرنے میں اپنے مال خرچ کیے اور قتال کیے اور جنھوں نے بعد فتح خرچ کیا اور جہاد کیا اللہ نے اُن سے جنت کا وعدہ فرمایا ہے، کیوں کہ انھوں نے اللہ کے راستے میں خرچ کیا ہے اور دشمنانِ اسلام سے قتال کیا ہے۔

آیت:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَھُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ لِلتَّقْوٰی لَھُمْ مَغْفِرَۃٌوَّ اَجْرٌ عَظِیْمٌ۔(الحجرات:۳)

ترجمہ:

بے شک جو لوگ اللہ کے رسول کے پاس اپنی آوازوں کو نیچی رکھتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کے لیے آزمایا ہے۔ اُن کے لیے مغفرت اور بڑا اجر ہے۔

❁ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آیت کریمہ ''اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَھُمْ'' نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لیے آزمایا ہے اُن میں ثابت بن قیس بن شماس (صحابی) بھی ہیں۔ (الدر المنثور: ۵۱۵/۳)

آیت مذکورہ سورۃ الحجرات کی ہے۔ یہ سورت مدنی ہے۔ اِس آیت میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اپنی آوازوں کو پست کرنے والے صحابہ کی مدح بیان کی گئی ہے۔ حضرت ثابت بن قیس بن شماس انصاری بلند آواز والے خطیب صحابی تھے۔ جب یہ حکم نازل ہوا کہ اپنی آوازوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے اونچی نہ کیا کرو اور اُن کی بارگاہ میں زور سے نہ بولا کرو ورنہ تمہارے اعمال برباد ہو جائیں گے اور تم کو شعور بھی نہ ہوگا، تو صحابیٔ رسول حضرت ثابت بن قیس کو بہت زیادہ خوف ہوا۔ وہ کہنے لگے یہ حکم میرے لیے ہے۔ میں ہی حضور کی بارگاہ میں بلند آواز سے بات کرتا ہوں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ثابت کی یہ بات معلوم ہوئی تو فرمایا کہ نہیں، ایسی بات نہیں، ثابت بن قیس اُن میں سے ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ اللہ کے رسول کی بارگاہ میں نیچی آواز سے باتیں کرنے والوں کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لیے چُن لیا ہے۔

صحابیٔ رسول حضرت ثابت بن قیس حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت 12ھ میں جنگ یمامہ میں شہید ہوئے ہیں۔

معلوم ہوا کہ سورۂ حجرات کی آیت مذکورہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک سے کچھ قبل نازل ہوئی ہے۔ اُس وقت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے۔ لہٰذا حضور کی بارگاہِ اقدس میں با ادب پست آواز میں بات کرنے والے صحابہ میں

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی داخل ہیں اور تمام صحابہ کے لیے اِس آیت میں یہ کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں کو تقویٰ کے لیے چُن لیا ہے اور اُن کے لیے مغفرت اور اجر عظیم ہے۔ لہٰذا آیت مذکورہ سے ثابت ہوا کہ تمام صحابہ مغفور، تقویٰ والے اور جنتی ہیں۔

آیت:

لٰکِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ وَ اُولٰٓئِکَ لَهُمُ الْخَیْرَاتُ وَ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ. اَعَدَّاللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ. (سورۃ التوبہ، آیت ۸۸-۸۹)

ترجمہ:

لیکن رسول اور اُن کے ایمان والے ساتھی (اصحاب) اپنے مال اور جان کے ساتھ جہاد کیے۔ اُن کیلیے بھلائیاں ہیں اور وہی کامیاب ہیں۔ اللہ نے اُن کے لیے جنتیں تیار کر رکھی ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ اُن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔

آیت مذکورہ صاف صاف بیان کر رہی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ خیر والے، فلاح وفوز والے اور جنتی ہیں۔

آیت:

وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ. (سورۃ التوبہ، آیت ۱۰۰)

ترجمہ:

اور سابقین اولین، مہاجرین اور انصار اور اُن کے بعد کے ایمان والے، (صحابہ) اللہ اُن سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے اور اللہ نے اُن کے لئے ایسی جنتیں تیار کی ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ اُن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔

صحابۂ کرام میں سابقین فی الاسلام، مہاجرین وانصار کے فضائل زیادہ ہیں۔اسی طرح صلح حدیبیہ اور فتح مکہ سے پہلے ایمان لانے والے اور بعد میں ایمان لانے والے صحابہ بھی مرتبہ کے لحاظ سے ایک دوسرے سے افضل ہیں لیکن پہلے پہل ایمان لانے والے اور بعد میں ایمان لانے والے سارے صحابۂ کرام اللہ تعالیٰ کی اِس نعمت میں شامل ہیں کہ اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہے اور اللہ نے سب کے لیے جنت تیار کر رکھی ہے۔سارے صحابہ جنتی ہیں۔

آیت مذکورہ کے تحت امام ابن کثیر روافض کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فَيَا وَيْلَ مَنْ اَبْغَضَهُمْ اَوْ سَبَّهُمْ اَوْ اَبْغَضَ اَوْ سَبَّ بَعْضَهُمْ لا سِيَّمَا سَيِّدَ الصَّحَابَةِ بَعْدَالرَّسُوْلِ وَ خَيْرَهُمْ وَ اَفْضَلَهُمْ اَعْنِى الصِّدِّيْقَ الْاَكْبَرَ وَالْخَلِيْفَةَ الْاَعْظَمَ اَبَا بَكْرٍ ابْنَ اَبِى قُحَافَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ فَاِنَّ الطَّائِفَةَ الْمَخْذُولَةَ مِنَ الرَّافِضَةِ يُعَادُوْنَ اَفْضَلَ الصَّحَابَةِ وَ يُبْغِضُوْنَهُمْ وَ يَسُبُّوْنَهُمْ عِيَاذًا بِاللّٰهِ مِنْ ذَالِكَ وَ هٰذَا يَدُلُّ عَلٰى اَنَّ عُقُوْلَهُمْ مَعْكُوْسَةٌ وَ قُلُوْبَهُمْ مَنْكُوْسَةٌ فَاَيْنَ هٰؤُلَاءِ مِنَ الْاِيْمَانِ بِالْقُرْاٰنِ اِذْ يَسُبُّوْنَ مَنْ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمْ؟

ترجمہ:

ہلاکت ہے اُن کے لیے جو صحابہ سے بغض رکھتے ہیں یا اُن کو بُرا کہتے ہیں یا کسی ایک صحابی سے بغض رکھتے ہیں اور اُن کو بُرا کہتے ہیں۔خصوصاً صحابہ کے سردار، رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے بہتر شخصیت، سب سے افضل، خلیفۂ اعظم، صدیق اکبر ابو بکر بن ابو قحافہ رضی اللہ عنہ سے نامراد رافضی فرقہ دشمنی اور بغض رکھتا ہے اور انھیں بُرا کہتا ہے۔اللہ تعالیٰ اُس سے ہمیں محفوظ رکھے۔فرقۂ روافض کی عقلیں الٹ گئی ہیں اور دل پلٹ گئے ہیں۔اُن کا قرآن پر ایمان کہاں ہے جب وہ انھیں بُرا کہتے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہے؟

آیتِ مذکورہ کے ذریعہ روافض کا رد کرنے کے بعد امام ابن کثیر اہل سنت کی مدح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَأَمَّا أَهْلُ السُّنَّةِ فَإِنَّهُمْ يَتَرَضَّوْنَ عَمَّنْ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، وَيَسُبُّونَ مَنْ سَبَّهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ، وَيُوَالُونَ مَنْ يُوَالِي اللَّهَ، وَيُعَادُونَ مَنْ يُعَادِي اللَّهُ، وَهُمْ مُتَّبِعُونَ لَا مُبْتَدِعُونَ، وَيَقْتَدُونَ وَلَا يَبْتَدُونَ وَلِهَذَا هُمْ حِزْبُ اللَّهِ الْمُفْلِحُونَ وَعِبَادُهُ الْمُؤْمِنُونَ۔

ترجمہ:

لیکن اہل سنّت اُن کو رضی اللہ عنہم کہتے ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے رضی اللہ عنہم فرمایا ہے اور اُن کو بُرا کہتے ہیں جنھیں اللہ اور اُس کے رسول نے بُرا کہا ہے۔ اہل سنت اُن سے دوستی کرتے ہیں جن سے اللہ دوستی فرماتا ہے اور اُن سے دشمنی رکھتے ہیں جن سے اللہ دشمنی رکھتا ہے۔ اہل سنت اتباع کرنے والے ہیں۔ وہ اہل بدعت نہیں ہیں۔ وہ اقتدا کرتے ہیں نئی شریعت نہیں گڑھتے۔ اِسی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کا فلاح پانے والا گروہ اور اللہ کے مومن بندے ہیں۔

(تفسیر ابن کثیر: التوبہ 100)

قرآن حکیم کی مذکورہ بالا آیات اور کتب تفاسیر سے ثابت ہوا کہ تمام صحابہ مغفور و جنتی ہیں۔ یہ عقیدہ قرآن حکیم سے ثابت ہے۔

احادیث کریمہ سے صحابہ کے جنتی ہونے کا ثبوت

حدیث:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَسُبُّوا أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِي، فَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَوْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا، مَا أَدْرَكَ مُدَّ أَحَدِهِمْ، وَلَا نَصِيفَهُ"۔

(صحیح مسلم: حدیث 1967)

ترجمہ:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ’’میرے صحابہ کو بُرا نہ کہو۔ اگر تم اُحد پہاڑ کے برابر سونا اللہ کے راستے میں خرچ کرو تو کسی

صحابی کے ایک مُدّ (ایک کیلوجو) کے ثواب کے برابر نہیں ہوسکتا۔"

استدلال:

اِس حدیث سے ثابت ہوا کہ صحابی کا چھوٹا عمل غیر صحابی کے بڑے عمل سے زیادہ ثواب والا ہے۔ حدیث میں بغیر استثنا کے تمام صحابہ کے بارے میں یہ حکم ہے کہ کسی صحابی کو بُرا کہنا جائز نہیں۔ اگر رافضی معترض کے کہنے کے مطابق یہ مان لیا جائے کہ بعض صحابہ غیر مغفور و جہنمی ہیں تو یہ ماننا پڑے گا کہ بعض صحابہ کو بُرا کہنا جائز ہو، حالاں کہ حدیث میں تمام صحابہ کو بُرا کہنے سے منع کیا گیا ہے۔

حدیث:

النُّجُومُ أَمَنَةٌ لِلسَّمَاءِ، فَإِذَا ذَهَبَتِ النُّجُومُ أَتَى السَّمَاءَ مَا تُوعَدُ، وَأَنَا أَمَنَةٌ لِأَصْحَابِي، فَإِذَا ذَهَبْتُ أَتَى أَصْحَابِي مَا يُوعَدُونَ، وَأَصْحَابِي أَمَنَةٌ لِأُمَّتِي، فَإِذَا ذَهَبَ أَصْحَابِي أَتَى أُمَّتِي مَا يُوعَدُونَ۔

ترجمہ:

ستارے آسمان کے لیے امان ہیں۔ جب ستارے ٹوٹ کر بکھر جائیں گے تو آسمان کا وقت مقرر آجائے گا (وہ ٹوٹ جائے گا) اور میں اپنے اصحاب کے لیے امان ہوں۔ جب میں دنیا سے چلا جاؤں گا تو میرے اصحاب پر وقت مقرر آجائے گا (ان میں فتنے اور جنگیں ہوں گی) اور میرے اصحاب میری امت کے لئے امان ہیں۔ جب میرے اصحاب دنیا سے گزر جائیں گے تو میری امت پر مقررہ وقت آجائے گا (ان میں بدعقیدگی اور بدعتیں پیدا ہوں گی فتنے پیدا ہوں گے)۔ (صحیح مسلم:۴/۱۹۶۱)

استدلال:

حدیث کے مطابق صحابۂ کرام امت کو گمراہیوں اور بدعقیدگیوں سے امان دینے

والے ہیں۔ دورِ صحابہ بدعقیدگیوں سے حفاظت کا دور تھا۔

حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ (تابعی) نے فرمایا ہے کہ صحابۂ کرام جب کوئی حدیث سناتے تھے تو اُن سے سند نہیں پوچھی جاتی تھی (کیوں کہ وہ بدعقیدگی، جھوٹ، فسق سے مامون تھے) لیکن جب دین میں فتنہ واقع ہو گیا یعنی بدعتیں رائج ہو گئیں تو حدیث سنانے والوں سے پوچھا جانے لگا کہ حدیث کی سند بیان کرو۔ اب دیکھا جاتا ہے اگر حدیث کے راوی اہل سنت ہوتے ہیں تو ان کی حدیث قبول کی جاتی ہے اور اگر اہل بدعت و گمراہ ہوتے ہیں تو ان کی حدیث نہیں لی جاتی ہے۔

(مقدمہ صحیح مسلم)

اگر غیر صحابہ کی طرح صحابہ بھی گمراہ و غیر مغفور ہو کر جہنمی ہوں گے تو صحابہ اور غیر صحابہ میں فرق نہیں رہے گا بعض غیر صحابی بھی غیر مغفور و جہنمی اور صحابی بھی غیر مغفور و جہنمی پھر گروہ صحابہ کی خصوصیت نہ رہی حالاں کہ قرآن و حدیث کے مطابق صحابی کو غیر صحابی پر فضیلت و خصوصیت حاصل ہے۔

اگر رافضی معترض، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ یا کسی اور صحابی کو غیر مغفور جہنمی مانتا ہے تو اُسے اُن حضرات کو غیر صحابی ثابت کرنا ہوگا اور صحابیت کو باطل کرنے کے لئے کفر و ارتداد کو ثابت کرنا ہوگا اور کفر و ارتداد کو ثابت کرنے کیلیے دلیل قطعی کی ضرورت ہے جس میں کسی قسم کا تردد نہ ہو۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے کفر و ارتداد کے ثبوت پر رافضیوں کے پاس کوئی دلیلِ قطعی نہیں ہے۔ کسی صحابی پر بلا دلیل کفر و ارتداد کی تہمت رکھنا رافضی ہونے کی دلیل ہے۔

حدیث:

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:"إِنَّ اللَّهَ اخْتَارَ أَصْحَابِي عَلَى الْعَالَمِينَ سِوَى النَّبِيِّينَ وَالْمُرْسَلِينَ، وَاخْتَارَ لِي مِنْ أَصْحَابِي أَرْبَعَةً "أَبَا بَكْرٍ، وَعُمَرَ، وَعُثْمَانَ، وَعَلِيًّا رَحِمَهُمُ

اللّٰہ" فَجَعَلَهُمْ اَصْحَابِی۔"

ترجمہ:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انھوں نے فرمایا: "کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے اصحاب کو انبیاء و مرسلین کے سوا تمام لوگوں پر منتخب فرمایا اور میرے اصحاب میں سے چار یعنی ابو بکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم کو منتخب فرما کر میرے (خاص) اصحاب بنایا۔" (مجمع الزوائد:۹/۴۳۷)

اِس حدیث کو امام ہیثمی نے تخریج کر کے یہ لکھا **رواہ البزار و رجالہ ثقاتٌ و فی بعضھم خلاف۔**

اس کو بزار نے روایت کیا ہے اور اس کے رجال ثقہ ہیں۔ بعض رجال میں کچھ اختلاف ہے۔

حدیث:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ، قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :"اَللّٰهَ اللّٰهَ فِی اَصْحَابِی، لا تَتَّخِذُوهُمْ غَرَضًا بَعْدِی، فَمَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّی اَحَبَّهُمْ، وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِی اَبْغَضَهُمْ، وَمَنْ آذَاهُمْ فَقَدْ آذَانِی، وَمَنْ آذَانِی فَقَدْ آذَى اللّٰهَ، وَمَنْ آذَى اللّٰهَ فَيُوشِكُ اَنْ يَاْخُذَهُ."

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے صحابہ کے بارے میں (بُرا کہنے سے) اللہ سے ڈرو۔ اللہ سے ڈرو۔ میرے بعد تم انھیں طعن و تشنیع کا نشانہ نہ بناؤ۔ جس نے اُن سے محبت کی میری محبت کے سبب کی اور جس نے اُن سے بغض رکھا میرے بغض کے سبب بغض رکھا۔ جس نے انھیں اذیت دی اُس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اُس نے اللہ کو اذیت دی۔ قریب ہے کہ اللہ اُسے اپنی پکڑ میں لے گا۔ (سنن الترمذی:3862)

تخریج حدیث:

سنن الترمذی کے علاوہ اس روایت کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں، امام احمد نے فضائل الصحابہ اور اپنی مسند میں، بیہقی نے شعب الایمان میں، ابن رجب نے جامع العلوم والحکم میں، ابن الاثیر نے جامع الاصول میں، ابن عساکر نے اپنی معجم میں اور خطیب تبریزی نے مشکاۃ المصابیح میں روایت کیا ہے۔

حکم حدیث:

امام ترمذی نے اِس کو غریب کہا اور یہ کہا کہ ہم اِس کو صرف اِسی سند کے ساتھ جانتے ہیں۔
راقم کہتا ہے کہ اِس معنی کی کئی اور احادیث بھی ہیں لہذا یہ حدیث حسن لغیرہ کے درجے میں ہے۔ مثلاً:

حدیث:

مصنف بن ابی شیبہ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً اِسی کی ہم معنی روایت ہے جس کے شروع کے الفاظ یہ ہیں: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ: ''اَیُّھَا النَّاسُ اِتَّقُوْا اللّٰہَ فِی اَصْحَابِی۔''

ترجمہ:

اے لوگو! میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ (صحابہ کو بُرا نہ کہو)

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۸/۹)

معجم طبرانی کبیر میں حضرت عمر ہی سے یہی روایت ان الفاظ کے ساتھ ہے ''اِحْفَظُوْنِی فِی اَصْحَابِی''

حدیث:

معجم طبرانی کبیر میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے انھوں نے فرمایا:
أَنَّ رَسُولَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ قَالَ: ''مَنۡ حَفِظَنِی فِی أَصۡحَابِی وَرَدَ عَلَیٰ

حَوْضِي، وَمَنْ لَمْ يَحْفَظْنِي فِي أَصْحَابِي لَمْ يَرَنِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا مِنْ بَعِيدٍ۔“

ترجمہ:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جس نے میرے اصحاب کے بارے میں میرے حکم کو محفوظ رکھا (میرے اصحاب کو بُرا نہیں کہا) وہ میرے حوض میں آئے گا اور جس نے میرے اصحاب کے بارے میں میرے حکم کو محفوظ نہیں رکھا قیامت کے دن وہ مجھے دور سے دیکھے گا۔“　(المعجم الکبیر للطبرانی: ۵/۱)

حدیث:

ابونعیم اصبہانی نے معرفۃ الصحابۃ میں عیاض انصاری رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے: اِحْفَظُونِي فِي اَصْحَابِي وَاَصْهَارِي، فَمَنْ حَفِظَنِي فِيهِمْ حَفِظَهُ اللهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، وَمَنْ لَمْ يَحْفَظْنِي فِيهِمْ تَخَلَّ اللهُ مِنْهُ، وَمَنْ تَخَلَّ اللهُ مِنْهُ اَوْشَكَ اَنْ يَأْخُذَهُ.

ترجمہ:

میرے صحابہ اور میرے سسرالی رشتہ داروں کے بارے میں میرے حکم کی حفاظت کرو۔ جس نے اُن کے بارے میں میرے حکم کی حفاظت کی اللہ دنیا و آخرت میں اس کی حفاظت فرمائے گا اور جس نے اُن کے بارے میں میرے حکم کا خیال نہیں رکھا اللہ تعالیٰ اس سے اعراض فرمائے گا اور جس سے اللہ اعراض فرمائے گا قریب ہے کہ اس کی پکڑ فرمائے گا۔

(معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم: ۳۰۳/۱۰)

مذکورہ بالا تمام احادیث سے ثابت ہوا کہ کسی صحابیِ رسول کو بُرا کہنا حرام ہے۔ رافضی معترض کے کہنے کے مطابق اگر بعض صحابی جہنمی اور غیر مغفور ہوں تو ان کو بُرا کہنا اور بُرا سمجھنا درست ہونا چاہیے کیوں کہ غیر مغفور اور جہنمی شخص یقیناً بُرا ہے۔

صحابہ کو برا کہنے کی ممانعت پر چند آثارِ صحابہ

اثر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما:

عَنْ نُسَيْرِ بْنِ ذُعْلُوقٍ قَالَ :سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ لَا تَسُبُّوا اَصْحَابَ مُحَمَّدٍ فَلَمَقَامُ اَحَدِهِمْ سَاعَةً خَيْرٌ مِنْ عِبَادَةِ اَحَدِكُمْ اَرْبَعِينَ سَنَةً.

(فضائل الصحابۃ لاحمد بن حنبل:۱/۶۰)

ترجمہ:

نسر بن ذعلوق نے فرمایا: میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ فرماتے ہوئے سنا: سیدنا محمد ﷺ کے صحابہ کو بُرا نہ کہو۔ کسی صحابی کا حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے ساتھ ایک ساعت کا قیام تمہاری چالیس سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

اثر عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما:

عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ :"لَا تَسُبُّوا اَصْحَابَ مُحَمَّدٍ، فَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ اَمَرَ بِالِاسْتِغْفَارِ لَهُمْ، وَهُوَ يَعْلَمُ اَنَّهُمْ سَيَقْتَتِلُونَ، وَيُحْدِثُونَ۔"

(فضائل الصحابۃ:۱/۹۱)

ترجمہ:

حضرت مجاہد نے سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔ انھوں نے فرمایا: سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کو بُرا نہ کہو کیوں کہ اللہ عزوجل نے اُن کے لیے استغفار کا حکم دیا ہے حالاں کہ اللہ جانتا ہے کہ عنقریب وہ آپس میں قتال کریں گے اور نئے امور پیدا کریں گے (اختلافات پیدا کریں گے)۔

اثر حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ:

عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ: " لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَوَالَّذِيْ نَفْسِي بِيَدِهٖ لَمَقَامُ اَحَدِهِمْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اَفْضَلُ مِن عَمَلِ اَحَدِكُمْ عُمْرَهٗ۔" (کنز العمال:۲۵۵/۱۳)

ترجمہ:

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرمایا: تم رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کو بُرا نہ کہو! قسم ہے اُس ذات کی جس کی قدرت میں میری جان ہے، کسی صحابی کا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (ایک ساعت) قیام کرنا تمہاری عمر بھر کے عمل سے افضل ہے۔

اثر حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ:

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: "إِنَّ اللّٰهَ نَظَرَ فِي قُلُوْبِ الْعِبَادِ فَاخْتَارَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَعَثَهٗ بِرِسَالَتِهٖ وَانْتَخَبَهٗ بِعِلْمِهٖ، ثُمَّ نَظَرَ فِي قُلُوْبِ النَّاسِ بَعْدَهٗ فَاخْتَارَ لَهٗ اَصْحَابًا فَجَعَلَهُمْ اَنْصَارَ دِيْنِهٖ وَوُزَرَاءَ نَبِيِّهٖ، وَمَا رَآهُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ، وَمَا رَآهُ الْمُؤْمِنُوْنَ قَبِيْحًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ قَبِيْحٌ." (ایضًا)

ترجمہ:

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرمایا: بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ نے بندوں کے دلوں کو دیکھا تو تمام بندوں میں سیدنا محمد ﷺ کو چُن لیا۔ انھیں رسالت کے لیے مبعوث فرمایا اور اپنے علوم کے لیے منتخب فرمالیا۔ پھر لوگوں کے دلوں میں نظر فرمایا تو آں حضرت رضی اللہ عنہ کے لیے کچھ اصحاب کو منتخب فرمایا اور انھیں اپنے دین کے مددگار اور اپنے نبی کے وزیر بنائے۔ مومنین (صحابہ) جس چیز کو اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک اچھی ہے

اور جس کو قبیح سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک قبیح ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ قرآن وحدیث سے یہ عقیدہ ثابت ہے کہ تمام صحابہ مغفور و جنتی ہیں، یہ مولویوں کا گڑھا ہوا عقیدہ نہیں۔

رافضی معترض نے اپنے دعویٰ کے ثبوت میں بخاری شریف کی جس حدیث کو پیش کیا ہے اُس سے یہ ثابت نہیں ہوتا ہے کہ بعض صحابی جہنمی ہوں گے۔ حدیث میں صاف صاف یہ بات مذکور ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ ''قیامت میں کچھ لوگ میرے حوض کوثر کی طرف بڑھیں گے۔ میں دنیا میں انھیں جانتا تھا اور وہ مجھے جانتے تھے۔ فرشتے انھیں روک دیں گے۔ میں کہوں گا: یہ تو دنیا میں میرے اصحاب تھے (یہ بات حضور رحمۃ للعالمین اپنی شانِ رحمت کا مظاہرہ کرتے ہوئے بطور اتمام حجت فرمائیں گے) فرشتے کہیں گے کہ آپ کو معلوم نہیں؟ آپ کے دنیا سے تشریف لانے کے بعد یہ لوگ مرتد ہو گئے تھے۔''

حدیث میں جب صاف طور پر یہ کہا گیا ہے کہ جن کو حوض کوثر سے روک دیا جائے گا وہ ایسے لوگ ہوں گے جنھوں نے حضور ﷺ کے وصال کے بعد کفر وارتداد اختیار کیا تھا تو انھیں صحابہ کہنا کیسے درست ہے؟ جب وہ صحابہ نہیں ہوں گے تو پھر یہ کہنا کہ بعض صحابہ غیر مغفور و جہنمی ہوں گے کیوں کر درست ہوگا؟ کیا روافض کے یہاں کفر وارتداد کے بعد بھی صحابیت باقی رہتی ہے؟

الغرض حدیثِ صحیح بخاری سے ہرگز یہ بات ثابت نہیں ہوتی ہے کہ بعض صحابہ غیر مغفور اور جہنمی ہوں گے۔ الحمدللہ ہم نے قرآنی آیات، ان کی تفاسیر اور احادیث و آثار صحیحہ معتبرہ سے ثابت کردیا کہ تمام صحابہ کا مغفور و جنتی ہونا مولویوں کا بنایا ہوا عقیدہ نہیں ہے بلکہ قرآن وحدیث سے ثابت شدہ اہل سنت و جماعت کا مسلّمہ عقیدہ ہے۔

معاویہ رضی اللہ عنہ اور احترامِ امام حسن رضی اللہ عنہ

امام ذہبی نے تاریخ الاسلام میں یہ روایت نقل کی ہے کہ ''جب امام حسن علیٰ جدہ وعلیہ الصلاۃ والسلام نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دو حامی عمرو بن العاص اور عمرو بن سفیان سلمی نے امیر معاویہ سے کہا: **لَوْ اَمَرْتَ الْحَسَنَ فَتَكَلَّمَ عَلَى النَّاسِ عَلَى الْمِنْبَرِ عَيِيَ عَنِ الْمَنْطِقِ فَيَزْهَدُ فِيْهِ النَّاسُ۔**

ترجمہ:

اگر آپ حسن (رضی اللہ عنہ) کو اجازت دیتے کہ وہ منبر پر کھڑے ہو کر لوگوں سے خطاب کریں تو وہ منبر پر کچھ بول نہیں سکتے تھے پھر لوگ اُن سے بیزار ہو کر انھیں چھوڑ دیتے۔ امیر معاویہ نے دونوں کو یہ جواب دیا: **لَا تَفْعَلُوْا فَوَاللّٰهِ لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَمُصُّ لِسَانَهٗ وَ شَفَتَيْهِ۔**

ترجمہ:

ایسا نہ کرو! قسم خدا کی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ حسن کی زبان اور ہونٹوں کو چوسا کرتے تھے۔

(تاریخ الاسلام للذہبی: ۲/۴۴۶)

صلحِ امامِ حسن علیٰ جدہ وعلیہ الصلاۃ والسلام

اعتراض:《26》

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ کی بیعت نہیں کی تھی؟

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صرف صلح کی تھی۔ نہ انھیں امیر المومنین تسلیم کیا تھا نہ اُن کی بیعت کی تھی۔ چناں چہ محدث علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح میں یہ لکھا ہے: اِنَّ مُعَاوِیَةَ بِصُلْحِ الْحَسَنِ لَمْ یَصِرْ خَلِیْفَةً خِلَافًا لِمَنْ تَوَهَّمَ خِلَافَ ذَالِکَ۔

ترجمہ:

معاویہ (رضی اللہ عنہ) سے امام حسن (رضی اللہ عنہ) کے صلح کرنے سے معاویہ (رضی اللہ عنہ) خلیفہ نہیں ہو گئے جیسا کہ بعض لوگوں کو وہم ہوا ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح: کتاب الفتن، ۳۳۹۱/۸) (ایک رافضی کی واٹس ایپ پوسٹ)

جواب:

محدث علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کے قول کا وہ مطلب نہیں جو شیعہ روافض اپنے مطلب کے لیے ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ محدث علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کے قول کا صحیح مطلب یہ ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ خلیفہ راشد تھے، آپ پر خلافت راشدہ کی مدت (تیس سال) پوری ہوئی۔ حضرت معاویہ کے مقابلے میں آپ ہی مستحق خلافت بھی تھے۔ لیکن جب مسلمانوں کے دو گروہوں (حامیانِ امام حسن اور حامیانِ معاویہ رضی اللہ عنہما) میں اختلاف و انتشار اِس قدر بڑھا کہ سخت خوں ریزی کی نوبت آ گئی تو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے خون کی حفاظت کے لیے خلافت سے دست برداری اختیار کر لی اور حضرت

معاویہ رضی اللہ عنہ کو امارت وحکومت دے دی اور اُن کی بیعت کر کے انھیں امیر المومنین تسلیم کر لیا۔ اِس طرح امام حسن رضی اللہ عنہ نبوی بشارت کے مطابق ''سید'' (مومنوں کے آقا وسردار) ثابت ہوئے۔

ارشاد نبوی کے مطابق امام حسن رضی اللہ عنہ کی ذات پر خلافت راشدہ ختم ہوئی لہٰذا اِس معنی کر کے اُس کے بعد کسی کے خلیفہ ہونے کا کوئی معنی نہیں ہے۔ لہٰذا محدث علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کہنا اپنی جگہ درست ہے کہ امام حسن کی صلح سے حضرت معاویہ خلیفہ نہیں ہوئے۔ کیوں کہ آخری خلیفۂ راشد حضرت امام حسن تھے۔ اُن کے بعد آنے والے عادل امیر المومنین بادشاہِ اسلام کو ہادی ومہدی ہونے کے اعتبار سے لغوی معنی میں خلیفۂ ''راشد'' کہا جا سکتا ہے کہ راشد کا معنی ہادی ہے، لیکن جس معنی میں خلفائے راشدین کو خلیفۃ المسلمین کہا جاتا ہے اُس معنی میں امام حسن کے بعد کسی بھی عادل امیر المسلمین کو خلیفۂ راشد یا خلیفۃ المسلمین کہنا درست نہیں۔

امام عادل کو ہادی ومہدی ہونے کے اعتبار سے خلیفۃ المسلمین کہنے کے جواز پر صحیح حدیث شریف بھی بطور دلیل موجود ہے۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: دین ہمیشہ قائم رہے گا یہاں تک کہ قیامت آجائے یا تم پر بارہ خلیفہ گزر جائیں، سب کے سب قریش سے ہوں گے۔

(صحیح مسلم: ۱۸۲۲/۱۰)

اگر لفظِ خلیفہ صرف خلفائے راشدین کے لیے بولنا درست ہو تو صحیح مسلم کی حدیثِ مذکور کا کیا جواب ہوگا؟ خلفائے راشدین تو بشمولِ امام حسن صرف پانچ ہیں، حالاں کہ حدیث میں ہے کہ 12/ خلفا ہوں گے؟ اِس کا مطلب یہ ہے کہ اگر چہ خلافت راشدہ کی مدت تیس سال ہے جو حضرت امام حسن کی خلافت پر مکمل ہو چکی ہے لیکن اُس کے بعد آنے والے عادل حکمرانِ اسلام کو بھی خلیفۃ المسلمین کہنا درست ہے۔

اِس میں کوئی شک نہیں کہ خلافت راشدہ کے بعد جتنے عادل امیر المومنین گزرے ہیں اُن میں سے اوّل و افضل حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تھے، کیوں کہ آپ صحابیِ رسول تھے اور کوئی غیر صحابی کسی بھی صحابی سے افضل بلکہ اُن کا ہمسر نہیں ہوسکتا۔ اِس لحاظ سے حضرت امیر معاویہ کو خلیفہ کہنا درست ہے، جیسا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو خلیفۃ المسلمین کہا جاتا ہے، حالاں کہ آپ تابعی تھے۔

امام حسن رضی اللہ عنہ کا لوگوں کو امیر معاویہ کی بیعت کا حکم (روایت صحیحہ)

اب ہم یہ ثابت کریں گے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ کو امیر المومنین مانا تھا اور ان کی نہ صرف بیعت کی تھی بلکہ اپنے ماننے والوں کو امیر معاویہ کی بیعت کرنے کا حکم بھی دیا تھا۔

❁ یعقوب بن سفیان بن جوان الفارسی اَلفَسَوِی، ابو یوسف متوفی 277ھ نے یہ روایت ذکر کی ہے:

حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ حَدَّثَنَا عَوْنُ بْنُ مُوْسٰى سَمِعْتُ هِلَالَ بْنَ خَبَّابٍ: جَمَعَ الْحَسَنُ رُءُوْسَ اَهْلِ الْعِرَاقِ فِيْ هٰذَا الْقَصْرِ قَصْرِ الْمَدَائِنِ فَقَالَ: اِنَّكُمْ قَدْ بَايَعْتُمُوْنِيْ عَلٰى اَنْ تُسَالِمُوْا مَنْ سَالَمْتُ وَ تُحَارِبُوْا مَنْ حَارَبْتُ وَ اَنِّيْ قَدْ بَايَعْتُ مُعَاوِيَةَ فَاسْمَعُوْا لَهٗ وَ اَطِيْعُوْا۔

ترجمہ:

ہم سے بیان کیا سعید بن منصور نے، انھوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عون بن موسیٰ نے، انھوں نے کہا: میں نے ہلال بن خبّاب سے سنا: امام حسن (رضی اللہ عنہ) نے رؤساءِ عراق کو شہرِ مدائن کے محل میں جمع کروایا پھر خطاب کرتے ہوئے یہ فرمایا: تم نے مجھ سے اِس بات پر بیعت کی ہے کہ میں جس سے صلح کروں گا تم اُس سے صلح کرو گے اور میں جس سے جنگ کروں گا تم اُس سے جنگ کرو گے۔ میں نے معاویہ کی بیعت کر لی ہے لہٰذا تم ان کی بات سنو اور ان کی اطاعت کرو۔ (المعرفۃ والتاریخ: یعقوب بن سفیان فسوی، ۳/۳۱۷)

تخریج:

اِس روایت کو حافظ ابن حجر عسقلانی نے الاصابۃ فی تمییز الصحابہ میں، خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں، ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں، ابن سعد نے الطبقات میں اور ذہبی نے

تاریخ الاسلام میں ذکر کیا ہے۔

روایتِ مذکورہ کی اسنادی حیثیت:

اِس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ذیل میں راویوں کے احوال ذکر کیے جارہے ہیں۔

راویوں کے حالات:

(۱) یعقوب بن سفیان بن جوان الفارسی۔

وفات: 277ھ۔حافظ الحدیث ،مُحَدِّثِ فارس تھے۔

شیوخ:

ابو عاصم نبیل، عبیداللہ بن موسیٰ، مکی بن ابراھیم (شیخِ امام بخاری) ابوعبدالرحمٰن مُقری، ابو نُعیم ،عبداللہ بن رجاء، ابومُسہر غسّانی ،عون بن عمارۃ ،حبّان بن ھلال ،سعید بن منصور وغیرھم۔

تلامذہ:

ابوعیسیٰ ترمذی، ابوعبدالرحمٰن نسائی، عبداللہ بن جعفر بن درستویہ النحوی وغیرھم۔

توثیق وتجریح:

❁ امام نسائی نے فرمایا: لَا بَأْسَ بِهِ. اُن میں کوئی عیب نہیں۔

❁ ابوزرعہ دمشقی نے کہا: ہمارے پاس دو عظیم آدمی آئے۔اُن میں ایک یعقوب بن سفیان ہیں۔اہل عراق نے اُن جیسا کسی کو نہیں دیکھا۔دوسرے حرب بن اسماعیل ہیں۔انھوں نے مجھ سے روایت لکھی ہے۔

❁ ابوبکر احمد بن عبدان شیرازی نے کہا: كَانَ يَتَشَيَّعُ وَ يَتَكَلَّمُ فِيْ عُثْمَانَ.
وہ شیعی تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں کلام کرتے تھے۔

(تاریخ الاسلام للذھبی :٦/٦٤١)

❁ حافظ ابن حجر عسقلانی نے لسان المیزان میں ان کو 'الحافظ الکبیر' لکھا ہے۔

❁ اسماعیل بن محمد بن فضل اصبہانی 545ھ نے اُن کے بارے میں یہ لکھا ہے:

''حَافِظٌ کَبِیرٌ وَرِعٌ نَاسِکٌ صَلْبٌ فِی السُّنَّةِ۔''یعقوب بن سفیان الفارسی بڑے حافظ الحدیث، متقی، صاحب ورع، عابد، متصلب سنّی تھے۔

(سیر السلف الصالحین: ۱/۱۲۰۰)

تنبیه:

اس روایت کے راوی ابوبکر احمد بن عبدان شیرازی کو اگر شیعی مانا جائے تو ایک شیعی راوی کی روایت ہونے کی بنا پر اس روایت میں اور زیادہ قوت پیدا ہو جائے گی۔

(۲) سعید بن منصور:

وفات: 230ھ

شیوخ:

مالک، لیث، فلیح بن سلیمان، مہدی بن میمون، حماد بن زید، ابوعوانہ وغیرھم۔

تلامذہ:

مسلم، ابوداؤد، احمد بن حنبل، ابوثور کلبی وغیرھم۔

صحاح ستہ کے راوی ہیں۔

❁ ابوحاتم نے کہا: ثِقَةٌ مِّنَ الْمُتْقِنِیْنَ الْاَثْبَاتِ مِمَّنْ جَمَعَ وَ صَنَّفَ۔

ثقہ، ثبت، متقن، (روایت میں قابل اعتماد، مضبوط حافظہ والے) صاحب تصانیف تھے۔

❁ امام احمد بن حنبل نے فرمایا: وہ صاحب فضل اور سچے تھے۔

❁ ذہبی نے کہا: مَنْ نَظَرَ فِیْ سُنَنِ سَعِیْدٍ عَرَفَ حِفْظَ الرَّجُلِ وَ جَلَالَتَهُ۔

جس نے ان کی سُنَن کو دیکھا ہے اُسے معلوم ہے کہ وہ کتنے جلیل القدر حافظ الحدیث تھے۔

(تاریخ الاسلام: ۵/۵۷۹)

(۳)عون بن موسیٰ بصری:

وفات:180ھ

شیوخ:

حسن بصری، معاویہ بن قرہ، عبداللہ بن مسلم، عاصم احول، حمید الطّویل وغیرھم۔

تلامذہ:

وکیع، موسیٰ بن اسماعیل التبوذکی، عبیداللہ بن عمر القواریری وغیرھم۔

تجریح وتوثیق:

- بخاری نے التاریخ الکبیر میں بغیر جرح کے اُن کا ذکر کیا ہے۔
- عبیداللہ القواریری نے انھیں ثقہ کہا ہے۔
- ابوحاتم نے کہا: اُن میں کوئی عیب نہیں۔
- ابن معین نے ثقہ کہا۔
- عجلی نے کہا: بَصرِیٌّ ثِقَةٌ۔ (الثقات لمن لم یقع فی الکتب الستۃ للقاسم بن قطلو بغا ۷/۴۲۱)
- ابن حبان اور ابن شاہین نے انھیں ''ثقات'' میں ذکر کیا ہے۔
- آجری نے ابوالسجستانی کے حوالے سے ثقہ کہا۔
- ذہبی نے تاریخ الاسلام میں ''مستور'' لکھا۔

(۴)ہلال بن خبّابؒ:

وفات:150ھ

ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ کے راوی ہیں۔

شیوخ:

ابوجُحَیفہ سُوائی، عکرمہ، یحییٰ بن جعدہ، ابوعمر زاذان وغیرھم۔

تلامذہ:

سفیان ثوری، ثابت بن یزید الاحول، ھُشیم، عَبّاد بن العوّام وغیرھم۔

تجریح وتعدیل:

- ابن معین نے ثقہ مامون کہا۔
- بخاری نے تاریخ کبیر میں اور یحییٰ بن سعید نے لکھا کہ آخر عمر میں حافظہ میں بگاڑ آ گیا تھا۔
- لیکن ابن معین نے کہا: مَا اخْتَلَطَ وَلَا تغَيَّرَ. نہ التباس ہوا تھا نہ بگاڑ آیا تھا۔
- خطیب بغدادی نے ثقہ لکھا۔
- امام احمد بن حنبل نے شیخٌ ثقۃٌ کہا۔
- محمد بن عبداللہ بن عمار اور مفضل بن غسان نے ثقہ کہا۔
- ابن عدی نے کہا: اَرْجُوْ اَنَّهٗ لَا بَأْسَ بِهٖ۔ اُن میں کوئی عیب نہیں تھا۔
- ذہبی نے ابن معین وغیرہ کے حوالے سے ثقہ لکھا۔ ابن حبان نے کہا: اُن کی منفرد روایت قابل احتجاج نہیں۔
- عقیلی نے کہا: اُن کی حدیث میں وہم ہے اور آخر عمر میں حافظہ میں تغیر آ گیا تھا۔
- ابوداؤد نے احمد بن حنبل کے حوالے سے شیخٌ ثقۃٌ کہا۔

(دیکھیے کتب تراجم وطبقات)

- ابن حجر عسقلانی نے الاصابہ میں اِس روایت کو ذکر کرنے کے بعد اس پر کوئی جرح ذکر نہیں کی ہے۔

حکم حدیث:

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی روایتِ مذکورہ ''صحیح لغیرہ'' ہے۔ اُس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ صرف ہلال بن خبّاب کے حافظہ پر کلام ہے لیکن تمام ناقدین اِس پر متفق ہیں کہ اُن کے حافظے میں بگاڑ اُن کی موت سے قبل پیدا ہوا تھا جب کہ ابن معین نے اُن کے حافظے پر

بھی کوئی کلام نہیں کیا ہے بلکہ یہ کہا ہے کہ آخرِ عمر میں بھی اُن کے حافظہ میں فساد نہیں آیا تھا۔ نیز اس روایت کے متابعات بھی موجود ہیں۔

متابعت:

روایتِ مذکورہ کو تعدد طُرُق کی وجہ سے بھی تقویت حاصل ہے۔ اُس کے متابعات موجود ہیں۔ مثلاً طبقات ابن سعد کی روایت میں عون بن موسیٰ کی موسیٰ بن اسماعیل نے متابعت کی ہے۔ موسیٰ بن اسماعیل متوفی 223ھ تابعی صحاح ستہ کے راوی ہیں۔ ذہبی کی تاریخ الاسلام والی روایت میں عبدالرحمٰن بن عوف الجرشی نے ہلال بن خباب کی موافقت کی ہے۔ عبدالرحمٰن بن عوف الجرشی تابعی ابو داؤد، نسائی کے راوی، ثقہ ہیں۔ اُن کا سماع حضرت امیر معاویہ سے ثابت ہے۔

خلاصہ:

ثابت ہوا کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے خود بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو امیر المومنین تسلیم کیا تھا اور اپنے حامیوں کو بھی انھیں امیر المومنین ماننے کا حکم دیا تھا۔ اُس وقت بھی بعض افراد نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے اِس تاریخی ایثار اور بے مثال نبوی کردار پر اپنی ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے حضرت امام حسن کو لعن طعن کیا تھا اور آج بھی صلحِ امام حسن کا بے مثال کارنامہ شیعوں رافضیوں کے حلق سے نیچے نہیں اترتا۔ وہ اِس پر نہایت ہی جاہلانہ اعتراضات کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ شیعوں کے اِس طرزِ عمل کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

وَ لَمَّا تَسَلَّمَ مُعَاوِيَةُ الْبِلَادَ وَ دَخَلَ الْكُوْفَةَ وَ خَطَبَ بِهَا وَاجْتَمَعَتْ عَلَيْهِ الْكَلِمَةُ فِيْ سَائِرِ الْاَقَالِيْمِ وَالْآفَاقِ وَ رَجَعَ اِلَيْهِ قَيْسُ بْنُ سَعْدٍ اَحَدُ دُهَاةِ الْعَرَبِ. وَ قَدْ كَانَ عَزَمَ عَلَى الشِّقَاقِ. وَ حَصَلَ عَلٰى بَيْعَةِ مُعَاوِيَةَ عَامَئِذٍ

اَلْاِجْمَاعُ وَالْاِتِّفَاقُ تَرَحَّلَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ وَ مَعَهٗ اَخُوْهُ الْحُسَيْنُ وَ بَقِيَّةُ اِخْوَتِهِمْ وَابْنُ عَمِّهِمْ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ مِنْ اَرْضِ الْعِرَاقِ اِلٰی اَرْضِ الْمَدِيْنَةِ النَّبَوِيَّةِ عَلٰی سَاكِنِهَا اَفْضَلُ الصَّلَاةِ وَالسَّلَامُ وَ جَعَلَ كُلَّمَا مَرَّ بِحَيٍّ مِنْ شِيْعَتِهِمْ يُبَكِّتُوْنَهٗ عَلٰی مَا صَنَعَ مِنْ نُزُوْلِهٖ عَنِ الْاَمْرِ لِمُعَاوِيَةَ وَ هُوَ فِيْ ذَالِكَ هُوَالْبَارُّ الرَّاشِدُ الْمَمْدُوْحُ وَ لَيْسَ يَجِدُ فِيْ صَدْرِهٖ حَرَجًا وَ لَا تَلَوُّمًا وَ لَا نَدَمًا بَلْ هُوَ رَاضٍ بِذَالِكَ مُسْتَبْشِرٌ بِهٖ وَ اِنْ كَانَ قَدْ سَاءَ هٰذَا خَلْقًا مِنْ ذَوِيْهِ وَ اَهْلِهٖ وَ شِيْعَتِهٖ وَ لَا سِيَّمَا بَعْدَ ذَالِكَ بِمُدَدٍ وَ هَلُمَّ جَرًّا اِلٰی يَوْمِنَا هٰذَا۔

(البدایۃ والنھایۃ :۲۱/۸)

ترجمہ:

جب معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے بلادِ اسلامیہ پر قبضہ کیا اور کوفہ میں داخل ہوئے تو وہاں خطبہ دیا اور تمام اطراف و اکناف میں اُن کی امارت پر لوگوں کا اتفاق ہو گیا۔ قیس بن سعد اُن کے پاس واپس آئے۔ یہ عرب کا بڑا ہوشیار شخص تھا۔ اُس نے دونوں گروہوں میں اختلاف پیدا کرنے کا عزم کر رکھا تھا۔ اُسی سال معاویہ (رضی اللہ عنہ) کی بیعت پر اتفاق ہو گیا تو حسن بن علی رضی اللہ عنہ، اُن کے بھائی حسین رضی اللہ عنہ اور اُن کے دوسرے بھائی، اُن کے چچازاد بھائی عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سرزمینِ عراق سے مدینہ طیبہ علیٰ صاحبہا الصلاۃ والسلام تشریف لائے۔ امام حسن رضی اللہ عنہ اپنے مصاحبین کے ساتھ جس بستی سے گزرتے تھے اُن کے شیعہ انھیں بُرا بھلا کہتے تھے کہ وہ معاویہ کے لیے خلافت سے دست بردار کیوں ہوئے؟ حالاں کہ امام حسن اِس معاملے میں نیکی اور خیر خواہی پر تھے۔ اُن کا عمل قابلِ تعریف تھا۔ وہ اپنے عمل پر نہ نادم تھے نہ دل میں کچھ ملال محسوس کرتے تھے۔ انھوں نے جو کچھ کیا تھا وہ خوشی اور رضا مندی سے کیا تھا لیکن اُن کے کچھ قریبی لوگوں کو، اہل خاندان کو اور شیعوں کو بہت بُرا لگا۔ اُس کے بعد مدتوں یہ حالت قائم رہی اور آج تک ایسا ہوتا آ رہا ہے (شیعوں کو صلحِ امام حسن ناپسند ہے)۔

بعض لوگوں کو امامِ حسن رضی اللہ عنہ کی صلح اتنی ناگوار ہوئی تھی کہ شیعانِ اہل بیت کا ایک شخص ابو عامر سعید بن النتّل نے حضرت امام حسن کو یَا مُذِلَّ الْمُؤمِنِین (اے مسلمانوں کو ذلیل کرنے والے) کہہ کر مخاطب کیا تھا۔ اُس کے جواب میں آپ نے فرمایا تھا: ''لا تَقُلْ هٰذَا يَا عَامِرُ! لَسْتُ بِمُذِلِّ الْمُؤمِنِيْنَ وَ لٰكِنِّيْ كَرِهْتُ اَنْ اَقْتُلَهُمْ عَلَى الْمُلْكِ۔''

ترجمہ:

اے عامر! ایسا مت کہو! میں مسلمانوں کو ذلیل کرنے والا نہیں ہوں لیکن میں نے ناپسند کیا کہ بادشاہت حاصل کرنے کے لیے مسلمانوں کو قتل کروں۔ (البدایہ والنھایہ)

مصنف ابن ابی شیبہ کی صحیح روایت سے ثبوت:

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ الکوفی [ولادت: 189ھ، وفات: 235ھ] نے فرمایا:

حَدَّثَنَا اَبُو اُسَامَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ اَبِيهِ قَالَ: كَانَ قَيْسُ بْنُ عُبَادَةَ مَعَ عَلِيٍّ مُقَدِّمَتَهُ، وَمَعَهُ خَمْسَةُ آلَافٍ قَدْ حَلَقُوا رُؤُوْسَهُمْ بَعْدَمَا مَاتَ عَلِيٌّ، فَلَمَّا دَخَلَ الْحَسَنُ فِي بَيْعَةِ مُعَاوِيَةَ اَبَى قَيْسٌ اَنْ يَدْخُلَ، فَقَالَ لِاَصْحَابِهِ: مَا شِئْتُمْ؟ إِنْ شِئْتُمْ جَالَدْتُ بِكُمْ اَبَدًا حَتَّى يَمُوتَ الْاَعْجَلُ، وَإِنْ شِئْتُمْ اَخَذْتُ لَكُمْ اَمَانًا, فَقَالُوا لَهُ: خُذْ لَنَا اَمَانًا، فَاَخَذَ لَهُمْ اَنَّ لَهُمْ كَذَا وَكَذَا وَلَا يُعَاقَبُوا بِشَيْءٍ; وَإِنِّي رَجُلٌ مِنْهُمْ، وَلَمْ يَاْخُذْ لِنَفْسِهِ شَيْئًا فَلَمَّا ارْتَحَلُوا نَحْوَ الْمَدِينَةِ وَمَضَى بِاَصْحَابِهِ جَعَلَ يَنْحَرُ لَهُمْ كُلَّ يَوْمٍ جَزُورًا حَتَّى بَلَغَ.

ترجمہ:

حضرت عروہ سے روایت ہے کہ قیس بن سعد بن عبادہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ اُن کے لشکر کے اگلے دستے کا امیر ہوتا تھا۔ اُس کے ساتھ پانچ ہزار کا لشکر تھا۔ جنہوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد اپنے سروں کا مُنڈن کرالیا تھا۔ جب سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت

معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی تو قیس بن سعد نے بیعت کرنے سے انکار کر دیا اور اپنے اصحاب سے کہا: تم کیا چاہتے ہو؟ اگر چاہو تو تم کو ساتھ لے کر ہمیشہ (معاویہ کے خلاف) لڑتا رہوں گا یہاں تک کہ ہم میں سے پہلے مرنے والا مر جائے گا اور اگر تم چاہو تو میں تمہارے لیے امان طلب کرلوں؟ وہ کہنے لگے: ہمارے لیے آپ امان لے لیجیے۔ قیس نے اُن کے لیے کچھ شرائط اور معاوضہ کے ساتھ صلح کر لی۔ یہ شرط بھی لگی کہ انھیں کوئی سزا نہ دی جائے گی اور یہ کہا کہ میں انھیں کا ایک فرد ہوں گا۔ قیس نے اپنے لیے کوئی خاص شرط نہیں لگائی۔ جب اپنے ساتھیوں کو لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہوا تو راستے میں اپنے اصحاب کے لیے ہر دن ایک اونٹ ذبح کرتا تھا، یہاں تک کہ مدینہ پہنچ گیا۔

(مصنف ابن شیبہ: باب ماذکر من حدیث الامراء والدخول علیہم، ۱۹۰/۶)

❁ یہ روایت سند کے اعتبار سے صحیح ہے۔ اس کے تمام راوی بخاری و مسلم کے ہیں۔

صلح امام حسن رضی اللہ عنہ پر غوث اعظم علیہ الرحمہ کا ارشاد

غوث الاغواث سیدنا شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی حسنی حسینی قدس سرہ فرماتے ہیں: ''حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی خلافت، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت اور حضرت امام حسن ابن علی رضی اللہ عنہ کا خلافت سے دست بردار ہو کر امر خلافت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو سونپنے کے بعد ثابت وصحیح ہے۔ امام حسن رضی اللہ عنہ کے اس اقدام سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ فرمان صحیح ثابت ہو گیا جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ''میرا یہ بیٹا سید ہے۔ اللہ اس کے ذریعے سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کروائے گا'' امام حسن رضی اللہ عنہ کے صلح کرنے سے امیر معاویہ کی خلافت واجب ہوگئی، اس سال کا نام سن جماعت اس لیے رکھا گیا کہ مسلمانوں کا اختلاف ختم ہو گیا اور سب نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے رجوع کر لیا اور کوئی تیسرا مدعی خلافت باقی نہیں رہا''۔ (غنیۃ الطالبین: اردو مترجم شمس بریلوی ۱۶۵)

شیعہ عالم ملا باقر مجلسی کے قول سے ثبوت:

شیعوں کا مشہور عالم ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

''وَلَمَّا تَمَّ الصُّلْحُ وَ اُبْرِمَ الْاَمْرُ اِلْتَمَسَ مُعَاوِيَةُ مِنَ الْحَسَنِ اَنْ يَتكَلَّمَ بِمَجْمَعٍ مِّنَ النَّاسِ وَ يُعْلِمَهُمْ اَنَّهُ قَدْ بَايَعَ مُعَاوِيَةَ وَ سَلَّمَ الْاَمْرَ اِلَيْهِ فَاَجَابَهُ اِلٰى ذَالِكَ فَخَطَبَ وَقَدْ حَشَدَالنَّاسُ خُطْبَةً، حَمِدَاللّٰهَ تَعَالٰى وَصَلّٰى عَلٰى نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهٖ وَ سَلَّمَ فِيْهَا وَ هِيَ مِنْ كَلَامِهٖ الْمَنْقُوْلِ عَنْهُ ع

وَقَالَ: اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ اَكْيَسَ الْكَيْسِ اَلتُّقٰى وَ اَحْمَقَ الْحُمْقِ اَلْفُجُوْرُ وَ اِنَّكُمْ لَوْ طَلَبْتُمْ مَا بَيْنَ جَابَلْقَ وَ جَابَرْسَ رَجُلًا جَدُّهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهٖ وَسَلَّمَ مَاوَجَدْتُمُوْهُ غَيْرِیْ وَ غَيْرَ اَخِي الْحُسَيْنِ وَ قَدْ عَلِمْتُمْ اَنَّ

اللّٰہَ ھَدَاکُمْ بِجَدِّیْ مُحَمَّدٍ فَاَنْقَذَکُمْ بِہٖ مِنَ الضَّلَالَۃِ وَ رَفَعَکُمْ بِہٖ مِنَ الْجَھَالَۃِ وَ اَعَزَّکُمْ بِہٖ بَعْدَ الذِّلَّۃِ وَکَثَّرَکُمْ بَعْدَ الْقِلَّۃِ. اِنَّ مُعَاوِیَۃَ نَازَعَنِیْ حَقًّا ھُوَ لِی دُوْنَہٗ فَنَظَرْتُ لِصَلَاحِ الْاُمَّۃِ وَقَطْعِ الْفِتْنَۃِ وَ قَدْ کُنْتُمْ بَایَعْتُمُوْنِی عَلٰی اَنْ تُسَالِمُوْنَ مَنْ سَالَمْتُ وَ تُحَارِبُوْنَ مَن حَارَبْتُ فَرَأَیْتُ اَنْ اُسَالِمَ مُعَاوِیَۃَ وَاَضَعَ الْحَرْبَ بَیْنِی وَ بَیْنَہٗ وَ قَدْ بَایَعْتُہٗ وَ رَأَیْتُ حِقْنَ الدِّمَآءِ خَیْرًا مِّنْ سَفْکِھَا وَلَمْ اُرِدْ بِھَا اِلَّا صَلَاحَکُمْ وَ بَقَاءَکُمْ وَاِنْ اَدْرِی لَعَلَّہٗ فِتْنَۃٌ لَّکُمْ وَ مَتَاعٌ اِلٰی حِینٍ وَ عَنْہُ عَلَیْہِ السَّلَامُ اِنَّہٗ قَالَ: لَا اَدَبَ لِمَنْ لَا عَقْلَ لَہٗ وَ لَا مُرُوَّۃَ لِمَنْ لَا ھِمَّۃَ لَہٗ وَ لَا حَیَاءَ لِمَنْ لَا دِیْنَ لَہٗ وَ رَاْسُ الْعَقْلِ مُعَاشَرَۃُ النَّاسِ بِالْجَمِیلِ وَ بِالْعَقْلِ تُدْرَکُ الدَّارَانِ جَمِیْعًا وَ مَنْ حُرِمَ مِنَ الْعَقْلِ حُرِمَھُمَا جَمِیْعًا۔

ترجمہ:

جب صلح کا معاملہ پورا ہوا اور فیصلہ ہو چکا تو معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے حسن علیہ السلام سے درخواست کی کہ وہ مجمع عام سے خطاب کریں اور لوگوں میں یہ اعلان کر دیں کہ انھوں نے معاویہ (رضی اللہ عنہ) سے بیعت کر لی ہے اور امر (خلافت) کو اُن کے حوالے کر دیا ہے۔ امام حسن نے معاویہ (رضی اللہ عنہ) کی درخواست منظور کی اور مجمع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ پہلے اللہ کی حمد کی، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پر درود پیش کیا۔ پھر حسبِ روایت جو کچھ ارشاد فرمایا وہ کچھ اِس طرح ہے:

''اے لوگو! سب سے بڑی ہوشیاری تقویٰ و پرہیز گاری ہے اور سب سے بڑی بے وقوفی فسق و فجور ہے۔ تم اگر جابلق اور جابرس کے درمیان (جابلق مغرب کی آخری حد، جابرس، مشرق کی آخری حد۔ مراد کل روئے زمین ہے ۱۲م) کوئی ایسا آدمی تلاش کرو جس کے نانا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو میرے اور میرے بھائی حسین کے سوا کسی کو نہیں پاؤ گے۔

تم کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں میرے نانا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ذریعہ ہدایت دی۔

گمراہی سے بچایا۔ جہالت کی پستی سے اوپر اٹھایا۔ ذلت کے گڑھے سے نکال کر عزّت عطا کی۔ تم تعداد میں کم تھے تو تمہاری تعداد بڑھائی۔ سن لو! معاویہ نے جس حق میں مجھ سے نزاع کیا وہ حق صرف میرا ہے لیکن میں نے امت کی بھلائی اور رفعِ فتنہ کے لیے اُس سے دست برداری اختیار کی۔ تم نے مجھ سے اِس بات پر بیعت کی تھی کہ تم اُس سے صلح کر لو گے جس سے میں صلح کروں گا اور اُس سے جنگ کرو گے جس سے میں جنگ کروں گا۔ میں نے معاویہ سے صلح کر لی اور آپسی جنگ کو اٹھا لیا اور اُن کی بیعت کر لی۔ میں نے دیکھا کہ خون بہانے سے بہتر خون کی حفاظت کرنا ہے۔ اِس سے میرا مقصد صرف تمہاری بھلائی اور تمہاری بقا ہے۔ اگر چہ میں جانتا ہوں ہوسکتا ہے یہ معاملہ تمہارے لیے آزمائش ہو اور ایک وقت تک کے لیے سامان امن وامان ثابت ہو۔ حضور علیہ السلام کا قول ہے: جس کے پاس عقل نہیں اُس کے پاس ادب نہیں۔ جس کے پاس ہمت نہیں اُس کے پاس مروت نہیں۔ جس کے پاس دین نہیں اُس کے اندر حیا نہیں۔ اصل عقل مندی لوگوں کے ساتھ حسنِ معاشرت اختیار کرنا ہے اور عقل ہی سے دارین کی ساری بھلائیاں مل سکتی ہیں۔ جو عقل سے محروم ہے وہ دارین کی بھلائیوں سے محروم ہے۔ (بحار الانوار:۴۴-۲۱۲)

صحیح روایت سے اور شیعوں کے معتبر عالم ملّا باقر مجلسی کے حوالے سے ہم نے ثابت کر دیا کہ سیدنا امام حسن علی جدہ وعلیہ الصلاۃ والسلام نے امت کی خیر خواہی کے لیے اور مسلمانوں کو خوں ریزی سے بچانے کے لیے تاریخ کا سب سے بڑا مثالی جذبۂ ایثار کا ثبوت پیش کرتے ہوئے اپنے حق کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالے فرما دیا تھا اور انھیں امیر المومنین تسلیم کر لیا تھا۔ اِس لیے نہیں کہ امام حسن علی جدہ وعلیہ الصلاۃ والسلام حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنے مقابلے میں خلافت کا حق دار سمجھتے تھے بلکہ دفعِ فتنہ اور خونِ مسلمین کی حفاظت کے لیے آپ نے امرِ خلافت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد فرما کر اُن کی بیعت فرمائی تھی اور اپنے اصحاب کو بھی بیعت کرنے کا حکم دیا تھا۔

معلوم ہوا کہ شیعوں رافضیوں کا یہ دعویٰ باطل ہے کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ صلح کا معاملہ ویسا ہی تھا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کی صلح کا معاملہ صلح حدیبیہ میں کفارِ مکہ کے ساتھ تھا۔ جب قولِ رسول ﷺ گواہی دیتا ہے کہ صلحِ امامِ حسن میں دونوں گروہ مسلمان ہیں تو صلح امام حسن کو صلح حدیبیہ کی طرح کہنا کیوں کر صحیح ہوگا جب کہ وہاں صلح دو مسلمان گروہوں میں نہیں بلکہ گروہ کفار اور اصحابِ رسول ﷺ کے درمیان ہوئی تھی؟

شیعوں رافضیوں پر سیدنا امام حسن علی جدہٖ وعلیہ الصلاۃ والسلام کا یہ ارشاد صدفی صد منطبق ہوتا ہے: ''وَ مَنْ حُرِمَ مِنَ الْعَقْلِ حُرِمَهُمَا جَمِيْعًا '' محروم العقل دین ودنیا سے محروم ہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں عقل سلیم عطا فرمائے۔

مآخذ و مراجع

کتاب	مصنف	وفات	مطبع	اشاعت
سیر اعلام النبلاء	شمس الدین محمد بن احمد ذہبی	748ھ	دار الحدیث، قاہرہ	2006ء
صحیح البخاری	محمد بن اسماعیل بخاری	256ھ	دار طوق النجاۃ	1422ھ
صحیح مسلم	مسلم بن حجاج قشیری	261ھ	دار احیاء التراث، بیروت	-
سنن ابن ماجہ	محمد بن یزید ابن ماجہ	273ھ	دار احیاء الکتب العربیہ	-
الشریعۃ	محمد بن حسین آجری	360ھ	دار الوطن، ریاض	1999ء
ارشاد الساری	احمد بن محمد قسطلانی	923ھ	المطبعۃ الکبری الامیریۃ، مصر	1323ھ
سنن الترمذی	محمد بن عیسیٰ ترمذی	279ھ	مصطفیٰ البابی الحلبی	1975ء
التاریخ الکبیر	محمد بن اسماعیل بخاری	256ھ	دار الفکر، بیروت	-
تاریخ الاسلام	شمس الدین محمد بن احمد ذہبی	748ھ	دار الکتب العربی، بیروت	1993ء
مرقاۃ المفاتیح	علی بن محمد قاری	1014ھ	دار الفکر، بیروت	2002ء
الاخبار الطوال	احمد بن داؤد دینوری	282ھ	دار الکتب العربی	1960ء
شرح النووی علی مسلم	محی الدین یحیٰ بن شرف	676ھ	دار احیاء التراث، بیروت	1392ھ
الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ	احمد ابن علی ابن حجر عسقلانی	852ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت	1415
تاریخ دمشق	علی بن حسن ابن عساکر	571ھ	دار الفکر للطباعۃ والنشر	1995ء
جامع التحصیل	ابوسعید صلاح الدین علائی	761ھ	عالم الکتب، بیروت	1986ء
الثقات لابن حبان	محمد بن حبان	354ھ	دائرۃ المعارف العثمانیۃ، حیدرآباد	1973ء
الاعلام للزرکلی	خیر الدین بن محمود زرکلی	1396ھ	دار العلم للملایین	2002ء
اسد الغابہ	علی بن ابوالکرم محمد بن محمد	630ھ	دار الکتب العلمیہ	1994ء

بغیۃ الطلب فی تاریخ الحلب	عمر بن احمد عقیلی	660ھ	دار الفکر	-
شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ	ابو القاسم ہبۃ اللہ لا لکائی	418ھ	دار طیبہ، سعودیہ	2003ھ
الروض المعطار فی خبر الاقطار	محمد بن عبد اللہ حمیری	900ھ	مؤسسۃ ناصر الثقافہ، بیروت	1980ء
البدایہ والنہایہ	ابو الفداء اسماعیل بن عمر	774ھ	دار احیاء التراث العربی	1988ء
الکامل فی ضعفاء الرجال	ابو احمد بن عدی جرجانی	365ھ	الکتب العلمیہ، بیروت	1997ء
التدوین فی اخبار قزوین	محمد بن عبد الکریم قزوینی	623ھ	دار الکتب العلمیہ	1987ء
فتح الباری	احمد ابن علی ابن حجر عسقلانی	852ھ	دار المرفۃ	1379ھ
تاریخ الخلفاء للسیوطی	عبد الرحمٰن جلال الدین سیوطی	911ھ	مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز	2004ء
تاریخ مسعودی	علی بن حسین مسعودی	346ھ	دار الصاوی، قاہرہ	-
نہج البلاغہ	الشریف الرضی	406ھ	العدید	-
السنن الکبریٰ	احمد بن شعیب نسائی	303ھ	مؤسسۃ الرسالہ، بیروت	2001ء
مجمع الزوائد	نور الدین علی بن ابی بکر ہیثمی	807ھ	دار المامون للتراث	-
السُّنَّۃ	ابو بکر ابن ابی عاصم	287ھ	المکتبۃ الاسلامی، بیروت	1400ھ
مسند احمد	احمد بن محمد بن حنبل	241ھ	مؤسسۃ الرسالہ	2001ء
السنن الکبریٰ للبیہقی	احمد بن حسین ابو بکر بیہقی	458ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت	2003ء
المستدرک علی الصحیحین	محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری	405ھ	مصطفیٰ عبد القادر عطا	1411ھ
الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب	محمد بن عبد البر	463ھ	دار الجیل، بیروت	1412ھ
طبقات الشافعیۃ الکبری	عبد الوہاب بن تقی الدین سبکی	771ھ	ہجر للطباعۃ والنشر والتوزیع	413ھ
لسان المیزان	احمد ابن علی ابن حجر عسقلانی	852ھ	مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات، بیروت	1390ھ
المقصد الارشد	ابراہیم بن محمد بن عبد اللہ	884ھ	مکتبۃ الرشد، ریاض	1990ء
طبقات الحنابلۃ	ابو الحسین محمد بن محمد	526ھ	دار المعرفۃ، بیروت	-

تاریخ بغداد	احمد ابن علی خطیب بغدادی	463ھ	دار الغرب الاسلامی، بیروت	2002ء
تاریخ المدینہ لابن شبہ	ابو زید عمر بن شبہ	262ھ		1399ھ
تہذیب الکمال	جمال الدین مزی	742ھ	موسسۃ الرسالہ، بیروت	1980ء
اکمال تہذیب الکمال	علاء الدین مغلطائی	742ھ	مکتبۃ الفاروق الحدیثہ	2001ء
مصنف ابن ابی شیبہ	ابوبکر ابن ابی شیبہ	235ھ	مکتبۃ الرشد، ریاض	1409ھ
انساب الاشراف	احمد بن یحیٰ بلاذری	279ھ	دار الفکر، بیروت	1996ء
الوافی بالوفیات	صلاح الدین خلیل صفدی	764ھ	دار احیاء التراث، بیروت	2000ء
المغنی فی الضعفاء	شمس الدین محمد بن احمد ذہبی	748ھ		-
المعجم الاوسط	سلیمان بن احمد طبرانی	360ھ	دار الحرمین، قاہرہ	-
غنیۃ الطالبین	شیخ عبد القادر جیلانی	561ھ	مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی	
المعرفۃ والتاریخ	یعقوب بن سفیان فسوی	277ھ	موسسۃ الرسالہ، بیروت	1981ء
سیر سلف الصالحین	اسماعیل بن محمد اصبہانی	535ھ	دار الرایۃ للنشر، ریاض	-
الثقات ممن لم یقع فی الکتب الستۃ	قاسم بن قُطلُوبغا	902ھ	مرکز النعمان للبحوث والدراسات	2011ء
عمدۃ القاری	محمود بن احمد بدر الدین عینی	855ء	دار احیاء التراث العربی، بیروت	-
التبیین لاسماء المدلسین	برہان الدین حلبی شافعی	841ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت	1986ء
میزان الاعتدال	شمس الدین محمد بن احمد ذہبی	784ھ	دار المعرفۃ، بیروت	1963ء
الباعث الحثیث الی اختصار علوم الحدیث	ابو الفداء اسماعیل ابن کثیر	774ھ	دار الکتب العلمیہ	-
تفسیر البغوی	حسین بن مسعود فراء بغوی	510ھ	دار احیاء التراث العربی	1420ھ
الدر المنثور	ابوبکر جلال الدین سیوطی	911ھ	دار الفکر، بیروت	-
تفسیر ابن کثیر	ابو الفداء اسماعیل ابن کثیر	774ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت	-
المعجم الکبیر	سلیمان بن احمد طبرانی	360ھ	مکتبہ ابن تیمیہ، قاہرہ	1994ء

معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم	احمد بن عبداللہ اصبہانی	430ھ	دارالوطن للنشر، ریاض	1998ء
فضائل الصحابہ	احمد ابن حنبل	241ھ	موسسۃ الرسالۃ، بیروت	1983ء
کنزا لعمال	علی بن حسام الدین	975ھ	موسسۃ الرسالۃ	1981ء
بحارالانوار	محمد باقر مجلسی	1110ھ	داراحیاء التراث العربی، بیروت	1983ء